امام ابو حنیفہؒ

کی محدثانہ حیثیت

باہتمام و نگرانی

مولانا سید نصیب علی شاہ الہاشمی

تحقیق و تخریج

مولانا مفتی نعمت اللہ حقانی

بسلسلہ جدید فقہی تحقیقات

اِمام ابُو حنیفہؒ

کی مُحدّثانہ حیثیّت

باہتمام و نگرانی

مولانا سید نصیب علی شاہ الہاشمی

تحقیق و تخریج

مولانا مفتی نِعمت اللہ حقانی

جس میں تدوین فقہ کی اہمیت وضرورت، ”امام ابوحنیفہؒ کا مقام تابعیت اور سند میں عالی مرتبت مقام“ ایک امتیازی خصوصیت، امام اعظمؒ کا علم حدیث میں مقام، امام اعظمؒ پر جرح و اعتراضات اوران کے جوابات، امام ابوحنیفہؒ بحیثیت ایک عظیم مصنف، جیسے اہم عنوانات پر اہل علم وتحقیق کے مقالات شامل ہیں۔ جو کہ جامعہ کے مختلف مجالس میں پیش کیے گئے۔

مجلس التحقیق الفقہی جامعۃ المرکز الاسلامی بنوں

نام کتاب: امام ابوحنیفہ کی محدثانہ حیثیت
ترتیب: (مولانا) سید نصیب علی شاہ الہاشمی، مولانا نعمت اللہ حقانی
مساعد: مولانا مفتی عظمت اللہ بنوی
طباعت باراول: یکم اکتوبر ۲۰۰۶ء موافق رمضان المبارک ۱۴۲۷ھ
باہتمام: شعبہ جدید فقہی تحقیقات، جامعہ المرکز الاسلامی ڈیرہ روڈ بنوں
فون: 0928-331353 فیکس: 331355
ای میل: almarkazulislami@maktoob.com
ناشر: المصباح ـ 16 اُردو بازار لاہور، برائے جامعہ المرکز الاسلامی بنوں
مرکزی تقسیم کنندہ گان: بک لینڈ ـ 16 اُردو بازار، لاہور۔ فون: 7124656

ملنے کے پتے

۱۔ شعبہ جدید فقہی تحقیقات جامعہ المرکز الاسلامی ڈیرہ روڈ بنوں

۲۔ مکتبہ دیوبند عقب قصہ خوانی محلہ جنگی نزد الجمیعۃ اکیڈمی پشاور

۳۔ اسلامی کتب خانہ علامہ بنوری ٹاؤن پوسٹ بکس نمبر ۷۴۸۰۰ کراچی ۵

۴۔ بیت الکتب بالمقابل مدرسہ اشرف المدارس نزد گلشن اقبال بلاک نمبر۲ کراچی

۵۔ مسٹر بکس سپر مارکیٹ اسلام آباد

۶۔ مکتبہ صمدیہ اندرون میریان گیٹ بنوں

۷۔ Mufti Tariq Ali Shah Wakfield Central Jamia Masjid St. off Charles Wakefield W. Yarks WF 14PG ENGLAND

صحت متن، کتابت، تصحیح، طباعت اور جلد بندی میں بدرجہ اتم احتیاط کے باوجود بہ تقاضائے بشریت سہو وخطا کے امکانات موجود رہتے ہیں۔ برائے تصحیح و درستگی، غلطی کی نشاندہی پہ ادارہ ممنون ہوگا۔ جزاک اللہ خیراً اراکین: المصباح

فہرست ابواب

باب اول

تدوین فقہ کی اہمیت و ضرورت

باب دوم

امام ابو حنیفہؒ کا مقام تابعیت اور سند میں عالی مرتب مقام ایک امتیازی خصوصیت

باب سوم

امام صاحب کا علم حدیث میں مقام

باب چہارم

امام اعظم پر جرح و اعتراضات اور ان کے جوابات

باب پنجم

حضرت امام ابو حنیفہؒ کی تصانیف

اھم وضاحت

منعقدہ مختلف فقہی مجالس میں شریک مقالہ نگار حضرات کے مقالات کے مختلف حصے اور آراء کی تبویب کر کے استفادہ کیلئے کتاب کی شکل میں ترتیب دی گئی ہے تاکہ تکرار نہ ہو اور قارئین تسلسل کے ساتھ ان عنوانات سے استفادہ کر سکیں۔ (ادارہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

الحمد لصاحب الجلالۃ والصلوۃ علی خاتم الرسالۃ وبعد

سیدنا امام ابوحنیفہ النعمانؒ جو کہ سواد اعظم اہل سنت والجماعت کے امام، فقہ وقانون اسلام کی باضابطہ تدوین وتشکیل کے مدون اول ہیں۔ اور درحقیقت حضرت امام شافعیؒ، حضرت امام مالکؒ اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے فقہی افادات کی ترتیب اور اُن کی قانونی تشکیل بھی حنفی دبستان فقہ کی مرہون منت ہیں۔ امت کے اس عظیم محسن کے خلاف محاذ آرائی، نت نئے الزامات، اعتراضات واتہامات خصوصاً غیر مقلدیت یعنی لا مذہبیت فرقہ کے بعض مکروہ پروپیگنڈے، اسلامی آئین اور شریعت کے نفاذ وترویج میں روڑے اٹکانے اور نظام شریعت کو ناقابل تنفیذ بتانے اور ناقص قرار دینے کے مترادف ہے۔

اس وقت جبکہ دنیا بھر اور بالخصوص پاکستان میں فقہ اسلامی اور شریعت کے نفاذ کا مسئلہ پھر سے موضوع بحث بنا ہوا ہے۔ تمام علماء امت بالخصوص سواد اعظم اہلسنت کا یہ فرض بنتا ہے۔ کہ وہ امام اعظم کی علمی زندگی، شخصی وقومی کردار، علمی، فقہی، حدیثی اور ائینی خدمات، حنفی فقہ کی جامعیت، اس کی قانونی وآئینی وسعت وہمہ گیری، امام ابوحنیفہ کا مقام تابعیت اور سند میں عالی مرتبت مقام، امام صاحب کی حدیث دانی، امام اعظم پر جرح واعتراضات اور ان کے مسکت جوابات، امام صاحب کی تصنیفات وتالیفات اور ہر دور میں قابل نفاذ اور کامیاب نظام کے طور پر تعارف کرائیں۔ اس سلسلے میں مخالفین کے اُٹھائے گئے اعتراضات، مطاعن اور شکوک وشبہات کا مدلل اور مسکت جواب دیں اور مخالف فتنوں کے دام تزویر میں پھنسنے والوں کے لئے تحقیق ودلیل کی شمع جلائی جائے اور ہدایت وراہنمائی کا چراغ روشن کیا جائے۔ خدا کا شکر ہے کہ بانی مرکز مولانا سید نصیب علی شاہ الہاشمی (ممبر قومی اسمبلی) جو کہ دینی وعلمی وسماجی خدمات میں تاریخی کردار ادا کر رہے ہیں ان کے نگرانی میں جامعہ المرکز الاسلامی بنوں کا شعبہ جدید فقہی تحقیقات طویل عرصے سے

اس اہم اور حد درجہ محتاط موضوع پر بڑے حزم واحتیاط سے کام کرتے رہے۔اس موضوع کے متعلق جامعہ المرکز الاسلامی کے زیر ادارت مختلف علمی کانفرس ،سیمنار اور فقہی مجالس میں ملک و بیرون ملک کے جید اہل علم وفضل نے وقیع ضخیم مقالات بھی پڑھ کر سنائیں،اور ان حضرات کی تحقیقی مقالات اور گراں قدر معلومات جامعہ المرکز الاسلامی کے خالص علمی، تحقیقی مجلّہ'' سہ ماہی المباحث الاسلامیہ'' اور ملک و بیرون ملک کے اہم علمی و دینی جرائد میں وقت بوقت شائع ہو کر علمی حلقوں سے خراج تحسین وصول کر چکے ہیں۔الحمد للہ کہ حالات کے تقاضوں ،وقت کی ضرورت ،ملکی سیاست ،قارئین کے مسلسل خطوط اور بین الاقوامی سطح پر عام انسانوں میں اسلام کے لئے تڑپ،امن وسکون اور نجات وفلاح کے ضامن مذہب وآئین کی تلاش میں اضطراب ،ہیجان اور تجسس پایا جاتا ہے۔بالآخر شعبہ جدید فقہی تحقیقات کی تحقیقی اور تحریری کاوشیں ثمر آور ہو کر'' امام ابوحنیفہ کی محدثانہ حیثیت'' کے نام سے مرتب ہو کر پایہ تکمیل کو پہنچ گئی ہیں ،جو ایک تحقیقی تصنیف اور ایک علمی وتاریخی شاہکار ہے،اور اب اسے ادارہ'' شعبہ جدید فقہی تحقیقات'' بہی خواہان ملت اور ہمدردان امت کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔یہ اسلام کی صداقت وحقانیت کی دلیل ،خود امام اعظم ابوحنیفہ کی کرامت اور مخلص احباب ورفقاء کی شبانہ روز محنت اور دعاؤں کی برکت ہے کہ یہ ادارہ ایک عظیم علمی دستاویز کے لکھنے میں کامیاب ہو گیا ہے،پیش نظر کتاب ،علمی و دینی حلقوں ،تحقیقی و مطالعاتی اداروں ،فقہ و قانون سے دلچسپی رکھنے والوں ،تاریخ کے طالب علموں ،علماء احناف کے کارنامے جاننے والوں ،امام اعظم کی حدیثی خدمات سے واقفیت کے شائقین اور فقہ حنفیہ کی ترویج واشاعت کے مخلصین کیلئے واقعۃً ایک نادر علمی تحفہ ہے جسے بجا طور پر اسلامی تاریخ کا ایک روشن باب قرار دیا جاتا ہے۔

(مولانا) نعمت اللہ حقانی
رکن شعبہ جدید فقہی تحقیقات
جامعہ المرکز الاسلامی بنوں
محرم الحرام ۱۴۲۷ھ

باب اول

تدوین فقہ کی اہمیت و ضرورت

یہ باب دراصل حضرت مولانا عطاء الرحمٰن خانو خیل ڈیرہ اسماعیل خان کا پیش کردہ مقالہ بعنوان ''فقہ حنفی کی ترجیحات اور خصوصیات'' برائے دوسری بنوں فقہی کانفرنس 18-17 اکتوبر 1998ء کا مجموعہ ہے ہم نے مقالہ ہذا کو کتابی شکل میں مرتب کرنے کے وقت جگہ جگہ مفید اور مناسب اضافہ بھی قید تحریر لایا ہے اور ہر مضمون سے پہلے عنوان بھی لگائی تا کہ قارئین کو پڑھنے میں آسانی ہو۔ (ادارہ)

فقہ حنفی کی اہمیت وضرورت:

اسلام جزیرۃ العرب سے نکل کر شام، عراق، مصر وایران اور دوسرے وسیع اور زرخیز ملکوں میں پہنچ گیا تھا۔ معاشرت، تجارت، انتظام ملکی سب بہت وسیع اور پیچیدہ شکلیں اختیار کر گئے تھے۔ اس وقت ان نئے مسائل و حالات میں اسلام کے اصول کی تطبیق کیلئے اعلی ذہانت، معاملہ فہمی، باریک بینی، زندگی اور سوسائٹی سے وسیع واقفیت، انسانی نفسیات اور اسکی کمزوریوں سے باخبری، قوم کے طبقات اور زندگی کے مختلف شعبوں کی اطلاع اور اس سے پیشتر اسلام کی تاریخ وروایات اور روح شریعت سے گہری واقفیت، عہد رسالت اور زمانہ صحابہ کے حالات سے پوری آگاہی اور اسلام کے پورے علمی ذخیرہ (قرآن وحدیث اور لغت وقواعد) پر کامل عبور کی ضرورت تھی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل تھا اور اس امت کی اقبال مندی، کہ اس کار عظیم کیلئے ایسے عظیم لوگ میدان میں آئے، جو اپنی ذہانت، دیانت، اخلاص اور علم میں تاریخ کے ممتاز ترین افراد ہیں۔ پھر ان میں سے چار شخصیتیں امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ)، امام مالکؒ (م ۱۷۹ھ) امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ)، امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) جو فقہ کے چار دبستان فکر کے امام ہیں، اور جن کی فقہ اس وقت تک عالم اسلام میں زندہ اور مقبول ہے، اپنے تعلق باللہ، للہیت، قانونی فہم، علمی انہماک اور جذبہ خدمت میں خاص طور پر ممتاز ہیں، ان حضرات نے اپنی پوری زندگی اور اپنی ساری قابلیتیں اس بلند مقصد اور اس اہم خدمت کیلئے وقف کر دی تھیں۔

انہوں نے دنیا کے کسی جاہ و اعزاز اور کسی لذت و راحت سے سروکار نہیں رکھا تھا۔ امام ابوحنیفہؒ کو دو بار عہدہ قضا پیش کیا گیا اور انہوں نے انکار کیا، یہاں تک کہ قید خانہ ہی میں آپ کا انتقال ہوا۔ امام مالکؒ نے ایک مسئلہ کے اظہار میں کوڑے کھائے اور ان کے شانے اتر گئے۔ امام شافعیؒ نے زندگی کا بڑا حصہ عسرت میں گذارا، اور اپنی صحت قربان کر دی۔ امام احمدؒ نے تن تنہا حکومت وقت کے رجحان اور اس کے سرکاری مسلک کا مقابلہ کیا۔ اور اپنے مسلک اور اہل سنت کے طریقے پر پہاڑ کی طرح جمے رہے۔ ان میں سے ہر ایک نے اپنے موضوع پر تن تنہا اتنا کام کیا اور مسائل وتحقیقات سے اتنا بڑا ذخیرہ پیدا کر دیا، جو بڑی بڑی منظم جماعتیں اور علمی ادارے بھی

آسانی سے نہیں پیدا کر سکتے۔

پھر ان کو شاگرد ایسے ممتاز ملے، جنہوں نے اس ذخیرہ میں اضافہ کیا، اور ان کی تنقیح وترتیب کا کام جاری رکھا۔ امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں میں امام ابویوسفؒ جیسا قانونی دماغ نظر آتا ہے جس نے ہارون رشید کی وسیع ترین سلطنت کے قاضی القضاۃ کے فرائض کامیابی کے ساتھ انجام دیئے، اور اسلام کے اصول معاشیات پر ''کتاب الخراج'' جیسی عالمانہ تصنیف کی۔ اسی طرح ان کے شاگردوں میں امام محمدؒ جیسا فقیہ اور مؤلف اور امام زفرؒ جیسا صاحب قیاس نظر آتا ہے جنہوں نے فقہ حنفی کو چار چاند لگائے۔ امام مالکؒ کو عبداللہ بن وہبؒ، عبدالرحمن بن القاسمؒ، اشہب بن عبدالعزیزؒ، عبداللہ بن عبدالحکم، یحییٰ بن یحییٰ اللیثی جیسے وفادار شاگرد اور لائق عالم ملے، جن کی کوششوں سے مصر اور شمالی افریقہ فقہ مالکی کا حلقہ بگوش ہوگیا۔ امام شافعیؒ کو بویطیؒ، مزنیؒ اور ربیعؒ جیسے محنتی اور ذہین شاگرد ملے، جنہوں نے فقہ شافعی کو مرتب ومنقح شکل میں پیش کر دیا۔ امام احمدؒ کی فقہ کو ابن قدامہؒ جیسا مصنف اور محقق حاصل ہوا، جس نے المغنی جیسی عظیم الشان تصنیف کی، جو فقہ اسلامی کے وسیع ذخیرہ میں خاص امتیاز رکھتی ہے۔

فقہ حنفی کی ترجیحات وامتیازی خصوصیات:

ان تمام حضرات کے فقہی مذاہب پر اگر نظر ڈالی جائے۔ تو ان میں سے ترجیح اور امتیاز فقہ حنفی کو حاصل ہے۔ جس کی بے شمار وجوہ میں سے چند ایک یہ ہیں۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی۔ اگرچہ سنہ ولادت میں اختلاف ہے، لیکن علامہ کوثریؒ نے قرائن ودلائل سے اسی کو ترجیح دی ہے۔ امام اعظمؒ امام مالکؒ سے کم از کم پندرہ (۱۵) سال بڑے تھے۔ اور امام اعظمؒ تابعی تھے بیس یا چھبیس صحابہ کرام سے امام صاحبؒ کی ملاقات ثابت ہے۔ امام اعظمؒ سے امام مالکؒ کا تلمذ بھی ثابت ہے۔ نیز امام اعظمؒ کے متعلق فرماتے کہ بے شک وہ بہت بڑے فقیہ ہیں، نیز فرماتے کہ وہ اگر لکڑی کے ستون کے بارے میں دعویٰ کر بیٹھتے کہ یہ سونے کا ہے تو اسکو بھی دلائل کی قوت سے ثابت کر دیتے۔ اور امام مالکؒ امام اعظمؒ کی کتابوں کی کھوج میں رہتے تھے، اور بڑی کوشش سے حاصل کر کے مطالعہ کرتے اور مستفید

ہوتے تھے۔ یہ بھی منقول ہے کہ ساٹھ ہزار مسائل امام صاحبؒ کے ان کو پہنچے۔ اور خود امام مالکؒ کا تالیفی دور امام صاحبؒ کی وفات کے بعد شروع ہوا ہے۔

ایک مرتبہ امام شافعی نے امام مالک سے چند محدثین کا حال دریافت کیا امام مالکؒ نے ان کے احوال کا بیان فرمایا۔ پھر امام ابوحنیفہ کا، تو فرمایا (سبحان اللّٰہ لم ار مثلہ) سبحان اللہ وہ عجیب شخص تھے خدا کی قسم! میں نے ان کا مثل نہیں دیکھا۔

(الخیرات الحسان ص ۴۹) (اضافہ از مرتب)

بڑے بڑے اولیاء کرام بھی فقہ حنفی کے پابند رہے:

امام ابوحنیفہؒ صرف محدث اور فقیہ ہی نہ تھے، بلکہ تصوف اور تزکیہ نفس کے بھی بہت بلند مقام پر فائز تھے۔ آپ کے روحانی خلفاء میں حضرت ابراہیم بن ادہمؒ، داؤد طائیؒ، ابو حامد لفافؒ، شقیق بلخیؒ، معروف کرخیؒ، ابو یزید بسطامیؒ، فضل بن عیاضؒ، خلف بن ایوبؒ، عبداللہ بن مبارکؒ، وکیع بن الجراحؒ، ابوبکر وراق رحمہم اللہ جیسے اولیاء کرام شامل تھے چنانچہ اس سلسلے میں علامہ علاؤ الدین حصکفیؒ کے عربی عبارت ملاحظہ فرمائیے۔ کمافی الدر المختار قولہ: (وقد اتبعه على مذهبه كثير من الاولياء الكرام ممن اتصف بثبات المجاهدة و ركض في ميدان المشاهدة كابراهيم ابن ادهم و شقيق البلخي و معروف الكرخي و ابي يزيد البسطامي وفضل بن عياض و داود الطائي وابي حامد اللفاف وخلف بن ايوب (در مختار على هامش ردالمحتار ج ۱/ ۴۰) (اضافہ از مرتب)

ترویج فقہ حنفی:

ابتداء میں حنفی مذہب کے اثر ونفوذ کا سبب حنفی قاضیوں کا تقرر تھا۔ لیکن اس سیاسی اثرات کے علاوہ کچھ دیگر اسباب بھی حنفی مذہب کے ہر دلعزیزی کی باعث تھے۔ مثلاً عام لوگوں کا حنفی مذہب سے مانوس ہو جانا، یا علماء حنفیہ کی وہ مساعی جمیلہ جو انہوں نے اس مذہب کو مقبول عام بنانے میں سرانجام دیں۔ یا وہ مناظرات اور مباحثے جو حنفی فقہاء اور دیگر مذہب کے علماء وفقہاء کے درمیان ہوتے رہے چنانچہ جب سیاسی قوت کمزور ہوگئی تو علماء ہی کی جدوجہد تھی جس نے مختلف بلاد و

امصار میں حنفی مذہب کو زندہ رکھا۔ اس ضمن میں علماء کی کوشش ایک نہج پر قائم نہیں رہی بلکہ رفتار زمانہ کے پیش نظر اس میں کبھی قوت رونما ہوئی اور کبھی کمزوری واقع ہوئی۔

جن بلاد وامصار میں علماء اثر ورسوخ کے حامل تھے وہاں یہ مذہب پھلا پھولا اور برگ وبار لایا، لیکن جہاں علماء کمزور رہتے وہاں مذہب بھی کمزور پڑ گیا۔ اب ہم ان بلاد کا ذکر کرتے ہیں جہاں یہ مذہب زندہ رہا۔ ہم پہلے بلاد مغرب اور مشرق شہروں کا ذکر کریں گے۔

(اضافہ از مرتب)

امام اعظم کا مولد ومسکن اور علمی، فقہی، سیاسی سرگرمیوں کا مرکز کوفہ علم شہر ہے کوفہ حدیث کا سب سے بڑا مرکز تھا کیونکہ کوفہ میں ہزاروں صحابہ مقیم رہے۔ طبقات ابن سعدؒ کی روایت کے مطابق کوفہ میں تین سو (۳۰۰) صحابہ کرام بیعت الرضوان میں شریک ہونیوالے اور ستر (۷۰) بدری صحابہ تھے۔ اور امام صاحبؒ کی درسگاہ کوفہ کے سرپرست اعلیٰ باب علم حضرت سیدنا علی المرتضیٰؓ ہیں اور صدر مدرس حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہیں۔ اور ان دونوں حضرات کے علوم حدیث وفقہ پر امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کی بنیاد ہے۔ سراج الھند حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم نخعیؒ اور ان کے اقران کے مذہب کو امام ابوحنیفہ زیادہ لازم پکڑنے والے تھے۔ اور ابراہیم نخعیؒ کے مذہب کی بنیاد حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے فتاوے اور حضرت علی المرتضیٰؓ کے فیصلے اور قاضی شریحؒ وغیرہ کے فیصلے تھے۔

سب کا علم دو میں:

حضرت علی المرتضیٰ وحضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے متعلق علامہ ابن قیمؒ امام مسروق کا قول اعلام الموقعین میں نقل فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کے صحابہ کرامؓ کو دیکھا تو سب کا علم چھ (۶) صحابہؓ میں موجود پایا۔ حضرت علیؓ، حضرت عبداللہؓ، حضرت عمرؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابو درداءؓ، حضرت ابی بن کعبؓ پھر ان چھ کو جانچا، تو ان کا علم حضرت علی المرتضیٰؓ، اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ میں پایا۔

فقہ حنفی کی بنیاد اور اساس :

حضرت علی المرتضیٰ تو باب علم ہیں، ان کا تو کہنا ہی کیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے علم وفضل پر آنحضرت ﷺ کو وہ اعتماد تھا کہ آپؐ نے ان کو چار سندوں سے نوازا تھا۔ سند قرآن مجید، سند حدیث، سند فقہ، سند سیاست اور لوگوں کو ان سے علم حاصل کرنے کی ترغیب دی تو امام صاحبؒ کی فقہ کی بنیاد ان دو (۲) حضرات کے علوم پر ہے، اسلئے امام صاحبؒ کی فقہ ائمہ اربعہ کی فقہ میں تابعی فقہ اور راجح ترین فقہ معلوم ہوتی ہے۔

امام بخاریؒ کے ۲۲ ثلاثیات فقہ حنفی کی مرہون منت ہیں:

مکی بن ابراہیمؒ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ اپنے زمانہ کے علماء میں اعلم تھے، حالانکہ امام صاحبؒ کے زمانہ کے علماء میں، امام مالکؒ، امام اوزاعیؒ، سفیان ثوریؒ، مسعرؒ اور عبداللہ بن مبارکؒ وغیرہ صدہا محدثین تھے، جن کے شاگردوں میں اصحاب صحاح ستہ کے معتمد اساتذہ تھے۔ یہ مکی بن ابراہیم حدیث وفقہ میں امام صاحبؒ کے شاگرد اور امام بخاریؒ وغیرہ کے استاذ ہیں۔ امام بخاریؒ ان کی شاگردی پر جس قدر ناز کریں کم ہے، کیونکہ صحیح بخاری کو جو بائیس (۲۲) ثلاثیات کا فخر حاصل ہے، ان میں گیارہ (۱۱) احادیث ان ہی کے طفیل سے ملیں۔ اور باقی میں سے بھی نو (۹) ثلاثیات حنفی رواۃ سے ہیں اور دو (۲) غیر حنفی رواۃ سے ہیں۔ تو امام بخاریؒ کی صحیح بخاری کی ثلاثیات جس شیخ کا فیض ہے، اس کے شیخ (امام اعظمؒ) پر قلت حدیث کا طعن کرنا انتہائی ظلم و زیادتی ہے۔

امام اعظمؒ کی رائے تشریح حدیث ہے:

حضرت مولانا عطاء الرحمٰن خان خیل اپنے مقالہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ فقہ کا ماخذ کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ہیں۔ حضرت امام اعظمؒ کا فقہ میں بلند مقام کے بارے میں حافظ محمد بن یوسف الصالحی الشافعیؒ اپنی کتاب عقود الجمان میں لکھتے ہیں، جس کا ترجمہ یہ ہے ''امام ابوحنیفہؒ بڑے حفاظ حدیث اور ان کے فضلاء میں شمار ہوتے ہیں۔ اگر وہ حدیث کا بکثرت اہتمام نہ کرتے تو فقہ کے مسائل میں استنباط کا ملکہ ان کو کہاں سے حاصل ہوتا''؟ تو اس سے معلوم ہوا کہ امام اعظمؒ احد

حدیث اور حفاظ حدیث میں تھے۔ جیسا کہ علامہ ذہبیؒ امام ابو داؤدؒ سے نقل کرتے ہیں کہ ان اباحنیفةؒ اماماً (تذکرہ ۱۶۰ج ا بحوالہ مقام ابی حنیفہؒ) اس سے متبادر حدیث کی امامت ہے۔ سب کے نزدیک مسلّم امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت عبداللہ بن مبارکؒ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "امام ابو حنیفہؒ کی رائے" کو لفظ مت کہو بلکہ تفسیر حدیث کہو، یعنی جو حقیقت ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن مبارک وہ شخص ہے کہ امام بخاریؒ نے اپنی رسائل میں ان کو اپنے زمانہ کا سب سے بڑا عالم تسلیم کیا ہے اور ان کے مقابلہ میں دوسروں کو بے علم تک کہہ دیا ہے۔ ابن مبارکؒ کی رائے کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے، کہ پھر تو امام صاحبؒ کو باقی ائمہ کرامؒ کی نسبت ذخیرہ حدیث بھی زیادہ پہنچا تھا، جبکہ امام صاحبؒ کی ہر رائے کو حدیث کی تفسیر وتشریح کہا جائے اور شاید اسی لئے ابن مبارکؒ نے امام صاحبؒ کو امام اعظمؒ کا لقب دیا تھا۔

عملی زندگی سے مطابقت:

ماہنامہ بینات مطبوعہ ماہ صفر ۱۳۹۱ھ میں تحریر ہے۔ امام صاحب کا یہ مدون شدہ قانون اس وقت کے تمام علماء، اور والیان ریاست کے کام آیا، عدالتوں میں سرکاری طور پر داخل کرلیا گیا اور اسی کے مطابق فیصلے ہونے لگے۔ یحیٰ بن آدم فرماتے ہیں **قضی بہ الخلفاء والائمہ والحکام واستقر علیہ الامر** خلفا، حکام اور ائمہ امام صاحب کے مدون کردہ فقہ کے مطابق فیصلے کیا کرتے تھے بالآخر اسی پر ہونے لگے۔ (موفق ج۲ص ۴۱)

امام ابو یوسفؒ چونکہ عباسی خلافت کے ابتدائی مراحل میں ہی محکمہ عدلیہ کے قاضی القضاۃ (Chief Justice) کے عہدے پر متمکن ہوگئے تھے، اس لئے آپ نے اکثر و بیشتر فقہ حنفی کے ماہرین کو قضاۃ مقرر کیا۔ اس طرح فقہ حنفی محض ایک "کتابی قانون" نہیں رہا۔ بلکہ اسے عملی زندگی میں رائج ہونے کا موقع ملا۔ (مقدمہ ابن خلدون ص ۴۷۹)

کسی قانون کی افادیت اور برتری دو چیزوں کی مرہون منت ہوتی ہے۔ اول اس کی ذاتی صلاحیت وواقعیت کہ وہ انسانی زندگی کی گتھیوں کو سلجھانے کی ٹھیک صلاحیت اپنے اندر رکھتا ہو، ورنہ اسے قانون نہیں بلکہ "نادرشاہی حکم" کہنا چاہئے۔

دوم: قوت نافذہ۔ یعنی اس کی افادیت منوانے کیلئے اسے قوت واقتدار حاصل ہو، ورنہ بہتر سے بہتر اوراعلیٰ اصول پر مبنی قانون بھی اپنی اصلاحی وفلاحی صلاحیتوں کو اُجاگر نہیں کر سکتا۔ غالباً کسی فلسفی شاعر نے اسی بنا پر کہا ہے:

لیس یجلّی الحق رأی مسدد اذالم تؤیده بسیف مهند

ترجمہ: حق کو مطلقاً دلیل کی قوت سے نہیں منوایا جا سکتا جب تک کہ اس کی پشت پر قوت نافذہ موجود نہ ہو۔ چنانچہ فقہ حنفی کے نفاذ واشاعت کی خاطر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے اسباب مہیا ہوئے کہ بیشتر حکومتوں نے اسی کو عدالتی قانون کے طور پر اپنایا۔ خلافت عباسیہ کے ابتدائی دور میں ہی امام ابو یوسفؒ قاضی القضاۃ (Chife Justice) مقرر ہوئے۔

(زرکلی: الاعلام ج ۳ ص ۱۱۲۶)

جس کے سبب سلطنت عباسیہ کے حدود بخارا اور سمرقند سے مراکش تک اور سندھ سے آرمینیا وروس تک پھیلے ہوئے تھے، تمام علاقوں میں فقہ حنفی کے ماہر قضاۃ مقرر ہوئے اس لئے فقہ حنفی کے حصول کی طرف لوگوں کی رغبت فطری امر تھا۔ خلافت عباسیہ کی سیاسی گرفت ڈھیلی پڑی تو افغانستان اور ماوراء النہر کے علاقوں پر غزنوی حکومت نے اہل السنۃ کے فقہی مذاہب میں سے فقہ حنفی کو عدالتوں میں جاری کیا۔ کچھ عرصہ کے لئے مصر کے فاطمی خلفاء نے بغداد اور گردونواح سمیت اور حجاز تک غلبہ حاصل کرلیا اور خلافت عباسیہ کو بے دخل کرنے کے ساتھ ساتھ عدالتوں سے فقہ حنفی کو بھی نکال باہر کیا۔ مگر یہ صورت حال زیادہ عرصہ برقرار نہ رہ سکی اور خلافت عباسیہ کے زیر اثر سلجوقی حکمرانوں نے مصر سمیت تمام خطوں میں دوبارہ عباسی خلافت اور حنفی فقہ کو زندہ کر دیا۔ (ابوزہرہ: ابوحنیفہ ص ۴۶۶، سیرۃ النعمان ص ۲۳۲) خلافت عباسیہ کے خاتمہ کے بعد خلافت عثمانیہ نے بھی اپنے حدود میں فقہ حنفی کو ہی رائج کیا۔ ہندوستان میں خاندان غلامان اور اس کے بعد مغل حکمرانوں نے بھی فقہ حنفی کو ہی سرکاری فقہی مذہب کے طور پر اپنایا۔ (شروانی: امام ابوحنیفہ اور ان کے ناقدین ص ۷۰، (ابوزہرہ ابوحنیفہ ص ۴۶۲، علامہ محمد زاہد الکوثریؒ: مقالات الکوثری)

اسی وجہ سے ہندوستان افغانستان اور ماوراء النہر کے علاقوں میں ایک دور وہ بھی آیا ہے کہ

جب لوگوں کو کسی مسئلہ کے بارے میں حدیث سُنائی جاتی تو وہ کہتے'' ہمیں تو ابوحنیفہ اور اُس کے شاگردوں کی بات بتاؤ'' (حیات شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ ص ۴۵)

کیونکہ ان لوگوں کو یقین تھا کہ ابوحنیفہؒ حدیث کی سب سے بہتر تشریح کر سکتے تھے۔ اور ان کا مذہب حدیث کے خلاف نہیں۔

اس طرح فقہ حنفی کی جڑیں بہت مضبوط اور عوامی زندگی میں گہری اُتر گئیں اور ظالموں کی چیرہ دستیوں کے باجود مسلم دنیا کا کوئی خطہ ایسا نہ تھا جس میں فقہ حنفی کی تعلیم کے ادارے موجود نہ ہوں۔ بلکہ فتنہ تاتار کے بعد تو مشرقی علاقوں میں سوائے احناف کے تعلیمی مراکز کے کسی بھی اسلامی فقہی مذہب کا نام ونشان تک باقی نہ رہا۔

صاحب مشکوۃ نے اپنی کتاب کے اسماء الرجال کا تذکرہ ایک الگ کتاب میں کیا ہے جس میں امام اعظم ابوحنیفہؒ کی بہت تعریف وتوصیف کی ہے لیکن ان کا تذکرہ امام مالکؒ کے بعد رکھا ہے۔ محقق وقت ملا علی القاری نے مرقاۃ شرح المشکوۃ میں اس پر تنقید کرتے ہوئے مختلف وجوہ سے امام مالکؒ پر امام صاحبؒ کی فضیلت ثابت کی ہے۔ اس ضمن میں مذہب حنفی کی شہرت کا ذکر فرماتے ہیں:-

واما معرفته فمعروفة لانها عمت الخلق شرقاً و غرباً سيما في بلاد ما وراء النهر وولاية الهند والروم فانهم لايعرفون اماماً غيره ولا يعلمون مذهبا سوى مذهبه ترجمہ: رہی ان کی شہرت تو اس کے کیا کہنے، کیونکہ مشرق ومغرب خاص کر ماوراء النہر کے علاقے، برصغیر ہند اور ترکی وغیرہ میں تو آپ کے سوا کسی دوسرے امام کو لوگ جانتے ہی نہیں اور آپ کے (فقہی) مذہب کے سوا کسی دوسرے مذہب کو سیکھتے ہی نہیں۔ (مرقاۃ المفاتیح، ج۱/ ص ۲۷) بشکریہ ماہنامہ بینات صفر ۱۳۹۱ھ

اس معرفت وشہرت کے دیگر اسباب میں سے ایک وہ سبب بھی تھا، اور نہایت قوی تھا، جس کا ہم نے ابھی ذکر کیا ہے۔

اکثر سلاطین اسلام فقہ حنفی کے گرویدہ تھے:

چنانچہ اس سلسلہ میں حضرت مولانا محمد جمیل خان اپنے کتاب (حیات امام اعظم ابوحنیفہؒ) میں ارقام فرماتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ کی فقہ کو جس قدر قبولیت حاصل ہوئی اتنی دوسرے ائمہ کی فقہ کو حاصل نہیں ہوئی ترک سلاطین جس کی حکومت مشرق وسطی میں رہی، فقہ حنفی کی پیروکار تھے۔ اسی طرح برصغیر پر حکمرانی کرنے والے تمام سلاطین غوری، غزنی، خاندان غلامان تغلق، مغلیہ سب کے سب فقہ حنفی کے مقلد تھے۔ سلطان محمود غزنویؒ نے فقہ میں کتاب التفرید مرتب کی۔ فیروز شاہ تغلق کے زمانہ میں فتاوی تاتارخانیہ مرتب کیا گیا۔ سلطان اورنگزیب عالمگیر کی زیر سرپرستی فتاوی عالمگیری مرتب کیا گیا، جو دیار عرب میں فتاوی ہندیہ کے نام سے مشہور ہے جو سند اور دلیل مانا جاتا ہے ساتویں صدی ہجری میں شام کے حکمران الملک المعظم عیسٰی بن الملک العادل الایوبی المتوفی ۶۲۳ ھ نے فقہاء کا ایک بورڈ اس لئے مرتب کیا کہ امام ابوحنیفہ کا فقہی مسلک مدلل طور پر جمع کر دیا جائے، چنانچہ اس بورڈ نے (التذکرۃ) نامی کتاب (دس جلدوں میں مرتب کردی جو سلطان کو زبانی یاد تھی (کشف ص ۲۷۷ جلد ۱) چنانچہ علامہ ابن عابدین شامی ردالمحتار میں لکھتے ہیں **قولہ فالدولۃ العباسیۃ وان کان مذہبھم مذہب جدھم فاکثر قضاتھا ومشائخ اسلا فیھا حنفیۃ یظھر ذلک لمن تفصح کتب التواریخ وکان مدۃ ملکھم خمسائۃ سنۃ تقریباً واما الملوک السلجوقیون وبعدھم الخوارزمیون فکلھم حنفیون وقضاۃ ممالکھم غالبھا حنفیۃ واما ملوک زماننا سلاطین آل عثمان اید اللہ تعالیٰ دولتھم ماکرّ الجدیدان فمن تاریخ تسعمائۃ الی یومنا ھذا لایولون القضاء وسائر مناصبھم الاالحنفیۃ قالہ بعض الفضلاء** (ردالمحتار ص۲۹ ج ا مطبوعہ بیروت) ترجمہ: عباسی دور حکومت کا مذہب اگرچہ ان کے دادا کا مذہب تھا کہ اکثر قاضی مشائخ حنفی تھے۔ ان باتوں سے تاریخی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ ان کی مدت حکومت تقریباً ۵ سو سال ہے ان کے بعد سلجوقی حکمران اور ان کے بعد خوارزمی سب ہی حنفی تھے۔ اور ان ممالک کے قاضی بھی

اکثر و بیشتر حنفی تھے اور ہمارے زمانہ کے حکمران یعنی آل عثمان اللہ تعالی ان کی حکومت کو تائید سے سرفراز فرمائے) بھی حنفی تھے۔ اس طرح نوسو برس کا عرصہ اس حال میں گزرا کہ قاضی اور دوسرے اکثر اہل مناصب حنفی تھے جیسا کہ بعض فضلاء نے کہا ہے۔ (شامی بحوالہ حیات امام اعظم ابوحنیفہؒ ص ۱۳۰ مؤلفہ مولانا محمد اجمل خان)

حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم اپنے معروف علمی کاوش (فتاوی رحیمیہ) میں مولانا عبدالرشید نعمانی کے تحریر کا اقتباس نقل کرتے ہوئے یوں تحریر فرماتے ہیں۔

مولانا عبدالرشید نعمانی صاحب اپنے ایک مضمون میں تحریر فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے آپ کشور ہند کے تمام فاتحوں اور غازیوں کی تاریخ اور ان کے حالات پر نظر ڈالئے۔ محمود غزنویؒ سے لیکر اورنگزیب عالمگیر بلکہ سید احمد شہید بریلوی تک کوئی غیر حنفی فاتح اور غازی نہیں ملے گا اس زمانہ میں عوام وخواص سب کے سب عقیدہ وعمل کے لحاظ سے حنفی مذہب کے پیرو تھے چنانچہ کشمیر کے بارے میں محمد قاسم فرشتہ کے الفاظ ہیں۔ رعایائی آن ملک کلہم اجمعین حنفی مذہب اند (تاریخ فرشتہ صفحہ ۳۳۷) یعنی اس ملک کے تمام رعایا حنفی تھے اور اس سے قبل تاریخ رشیدی کے حوالے سے ناقل ہے حیدر در کتاب رشیدی نوشتہ کہ مردم کشمیر تمام حنفی مذہب بودہ اند (تاریخ فرشتہ صفحہ ۳۳۶) یعنی تاریخ رشیدی میں مرزا حیدر نے تحریر کیا ہے کہ کشمیر کے لوگ حنفی مذہب کے پیرو تھے، اور حضرت مجدد الف ثانی مغل امپائر کے فرمانروا کے بارے میں رقمطراز ہیں'' سلطان وقت خود حنفی می گیرند واز اہل سنت میداند'' یعنی بادشاہ خود اہل سنت اور حنفی ہے، اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی تحصیل التعرف فی الفقه والتصوف میں ارقام فرماتے ہیں (واهل الروم و ما وراء الهند حنفيون) اہل روم اور اہل ہند سب حنفی ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں۔ روزے در حدیث لو كان الدين عند الثريا لناله رجال اورجل من هؤلاء یعنی اہل فارس وفي رواية لناله رجال من هؤلاء لاشک مذاکرہ می کردم۔ فقیر گفت امام ابوحنیفہ درین حکم داخل است کہ خدائے تعالی علم فقہ را بردست وے شائع ساخت وجمع از اہل اسلام بان فقہ مہذب گردانید خصوصا در عصر متاخر کہ ذی

دولت تمین مذہب است وبس۔ در جمیع بلدان وجمیع اقالیم بادشاہان حنفی اند وقضاۃ واکثر مدرسان و اکثر عوام حنفی اند (کلمات طیبات مکتوب حضرت شاہ ولی اللہ مکتوب یازدہم طبع مطبع العلوم مرادآباد ۱۳۰۸ھ) مزید آپ تفہیمات میں فرماتے ہیں (و جمهور الملوک و عامة البلدان متمذهبين بمذهب ابی حنيفة) (تفہیمات الہیہ جلد نمبر ا صفحہ ۲۱۲) یعنی عام سلاطین اور تمام ممالک کے باشندے امام ابوحنیفہ کے پیروکار ہیں۔ بحوالہ فتاوی رحیمیہ جلد ۴ صفحہ ۲۳۸)

اگر نگاہ بصیرت سے دیکھا جائے۔ تو مسلمان اور عادل بادشاہوں کا فقہ حنفی کو اپنانا محض اسلئے تھا۔ کہ وہ ہر نئے مسئلہ اور حادثہ کا حل اسمیں یا اس کے پیش کردہ کلیات اور قواعد میں پالیتے تھے۔ اسلئے وہ اس کے گرویدہ رہے اور یہ فقہ حنفی کے جامع اور کامل ہونے کی ایک مستقل دلیل ہے کہ وہ نامساعد حالات میں بھی ترقی پذیر رہی۔ اگر آئے دن نت نئے مسائل واحکام اور حوادث ونوازل میں بغیر فقہ کے ان کو کوئی صحیح حل نظر آتا یا فقہ حنفی کے بغیر کسی اور امام کی فقہ میں ان جیسے تشفی کا کوئی سامان موجود ہوتا، تو وہ فقہ حنفی کے دامن میں کیوں پناہ لیتے؟ اور اس کے گرویدہ اور دلدادہ کیوں ہوتے؟

فقہ حنفی کو ترجیح اس وجہ سے بھی حاصل ہے کہ اس کے اصول وضوابط شوریٰ کے ذریعے طے ہوتے رہے ہیں۔ چنانچہ کوفہ کے اندر کتاب وسنت کی روشنی میں وضع قوانین اور حل حوادث و نوازل کیلئے ایک مجلس شوریٰ قائم تھی، جو حضرت امام ابوحنیفہؒ کی سرکردگی میں مسائل پر غور وخوض کیا کرتی تھی، اور اس مجلس شوریٰ اور محفل مذاکرہ کے اراکین اپنے وقت میں چوٹی کے فقیہ، محدث اور قیاس دان حضرات تھے، جو آزادی رائے کے ساتھ مسائل میں رائے زنی کرتے تھے، اور کافی بحث وتمحیص اور مناظرہ کے بعد جب سب کی رائے متفق ہوجاتی، تو پھر وہ مسائل قید تحریر میں لائے جاتے تھے۔ اور منضبط کرکے ان کی تدوین کی جاتی تھی۔

اراکین مجلس تدوین فقہ حنفی تمام امام بخاریؒ و امام مسلمؒ کے شیوخ اور اساتذہ تھے:

حضرت مولانا عطاء الرحمن خان خلیل اپنے مقالے میں یوں ارقام فرماتے ہیں۔ یہ ایک بالکل واضح حقیقت ہے کہ اجتماعی سعی، انفرادی کوشش سے بہر حال اعلیٰ اور افضل رہتی ہے۔ اور اس

طریقہ سے جو مسائل طے کئے جائیں گے، ظاہر بات ہے کہ ان میں خطا اور غلطی نسبتاً بہت ہی کم ہوگی۔ اگرچہ یہ طریقہ بھی معصوم عن الخطاء کا درجہ اور مقام تو حاصل نہیں کرسکتا مگر اسمیں غلطی کا امکان بہرحال کم رہتا ہے۔ اور شوریٰ کا مستحسن اور مفید ہونا خود قرآن کریم سے مثلاً وامرھم شوری بینھم اور نیز متعدد صحیح احادیث اور خلفاء راشدین کے عمل اور دیگر دلائل شرعیہ سے بالکل روشن اور واضح ہے، جس کا کوئی مسلمان انکار نہیں کرسکتا۔ واضح رہے کہ مجلس تدوین فقہ کے متعین ارکین تو چالیس (۴۰) ہی تھے جنہیں امام صاحبؒ نے اپنے ایک ہزار شاگردوں سے منتخب کیا، جو سب مجتہد تھے۔ ان کے علاوہ دوسرے صدہا محدثین وفقہا بھی اکثر اوقات حدیثی وفقہی بحثوں کو سنتے۔ اوران میں اپنے علم وصوابدید کے موافق کہنے سننے کا برابر حق رکھتے تھے۔ اور یہ چالیس متعین افراد اپنے وقت کے بڑے بڑے مجتہد اور بعد کے علماء واجلہ محدثین امام احمد، امام بخاری، امام مسلم وغیرہ کے شیوخ کے شیوخ اور استاذوں کے استاذ تھے۔ اسی لئے بعض مصنفین نے تصریح کی ہے، کہ اگر صحاح ستہ اور دوسری مشہور کتب حدیث میں سے امام اعظم کے تلامذہ کے سلسلہ کی احادیث وآثار کو الگ کرلیا جائے، تو ان میں باقی حصہ بمنزلہ صفر رہ جائے گا۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ کی فقہی مجلس شوریٰ کے جلیل القدر علماء:

فتاوی رحیمیہ میں حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم لاجپوریؒ ان حضرات کے اسماء گرامی کا تذکرہ کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں۔ اس اہم کام کو انجام دینے کیلئے امام اعظم ابوحنیفہؒ نے اپنے ہزاروں شاگردوں میں سے جن چالیس ماہرین اشخاص کو منتخب فرمائے اور ایک کمیٹی کی تشکیل کی ان کے اسماء مبارکہ درج ذیل ہیں۔

۱: امام زفرؒ متوفی ۱۵۸ھ
۲: امام مالکؒ بن مغول متوفی ۱۵۹ھ
۳: امام داؤد طائی متوفی ۱۶۰ھ
۴: امام مندل بن علی متوفی ۱۶۸ھ
۵: امام نضر بن عبدالکریم متوفی ۱۶۹ھ
۶: امام عمرو بن میمون متوفی ۱۷۱ھ
۷: امام حسان بن علی متوفی ۱۷۳ھ
۸: امام ابوعصمہ متوفی ۱۷۳ھ
۹: امام زہیر بن معاویہ متوفی ۱۷۳ھ
۱۰: امام قاسم بن معین متوفی ۱۷۵ھ
۱۱: امام حماد بن الامام اعظم متوفی ۱۷۶ھ
۱۲: امام ہیاج بن بسطام متوفی ۱۷۷ھ

۱۳: امام شریک بن عبداللہ م ۱۷۸ھ	۱۴: امام علی بن ظبیان متوفی ۱۹۲ھ
۱۵: امام عافیہ بن یزید متوفی ۱۸۰ھ	۱۶: امام ابو یوسف متوفی ۱۸۲ھ
۱۷: امام محمد بن نوح متوفی ۱۸۲ھ	۱۸: امام ہشیم بن بشیر اسلمی متوفی ۱۸۰ھ
۱۹: امام اسد بن عمرو متوفی ۱۸۸ھ	۲۰: امام ابو سعید یحییٰ بن زکریا متوفی ۱۸۴ھ
۲۱: امام فضل بن عیاض متوفی ۱۸۷ھ	۲۲: امام محمد بن الحسن متوفی ۱۸۹ھ
۲۳: امام علی بن مسہر متوفی ۱۸۹ھ	۲۴: امام یوسف بن خالد متوفی ۱۸۹ھ
۲۵: عبداللہ بن ادریس متوفی ۱۹۲ھ	۲۶: امام فضل بن موسیٰ متوفی ۱۹۲ھ
۲۷: امام عبداللہ بن مبارک متوفی ۱۸۱ھ	۲۸: امام حفص بن غیاث متوفی ۱۹۴ھ
۲۹: امام وکیع بن جراح متوفی ۱۹۷ھ	۳۰: امام ہشام بن یوسف متوفی ۱۹۷ھ
۳۱: امام شعیب بن اسحاق متوفی ۱۹۸ھ	۳۲: امام یحییٰ بن سعید القطان متوفی ۱۹۸ھ
۳۳: امام ابو حفص بن عبدالرحمن متوفی ۱۹۹ھ	۳۴: امام ابو مطیع بلخی متوفی ۱۹۹ھ
۳۵: امام خالد بن سلیمان متوفی ۱۹۹ھ	۳۶: امام عبدالحمید متوفی ۲۰۳ھ
۳۷: امام حسن بن زیاد متوفی ۲۰۴ھ	۳۸: امام ابو عاصم النبیل متوفی ۲۱۲ھ
۳۹: امام مکی بن ابراہیم متوفی ۲۱۵ھ	۴۰: امام حماد بن دلیل متوفی ۲۱۵ھ

یہ حضرات سب کے سب درجۂ اجتہاد کو پہنچے ہوئے تھے۔ پھر ان چالیس میں سے دس بارہ حضرات کی ایک مخصوص مجلس تھی جس کے رکن امام ابو یوسفؒ، امام زفرؒ، داؤد طائی، یوسف بن خالد، یحییٰ بن زکریا زائدہ، امام محمدؒ، عبداللہ بن مبارکؒ اور خود امام ابوحنیفہ تھے۔ (الجواہر المضیۃ جلد اصفحہ ۱۴، امام اعظم ابوحنیفہؒ ص ۱۷۸، بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ ج ۴/ص ۲۳۲)

فقہ حنفی اور دور اندیشی:۔

حضرت مولانا عطاء الرحمن خانو خیل اپنے مقالے میں ارقام فرماتے ہیں۔ فقہ حنفی کا نظریہ یہ تھا کہ نہ صرف اپنے وقت کے موجودہ مسائل کو طے کیا جائے بلکہ جو حوادث و نوازل آئندہ بھی تا قیام قیامت پیش آ سکتے ہیں ان سب کا فیصلہ کیا جائے۔ بخلاف اس زمانہ کے دوسرے محدثین و اکابر کے حتیٰ کہ امام مالک وغیرہ کا بھی نظریہ یہ تھا کہ صرف ان مسائل کی تحقیق کی جائے جو پیش آ چکے ہوں۔ وہ فرضی مسائل

کے جوابات بھی نہیں دیتے تھے۔اسلئے یہ فقہ حنفی کی بڑی خصوصیت وفضیلت ہے،اسی خصوصیت کی وجہ ہے کہ ملا علی قاریؒ نے اپنے ایک رسالہ میں تصریح کی ہے کہ امام صاحبؒ کے مقلدین بلاشبہ ہر دور میں دو تہائی رہے ہیں جن میں بڑے بڑے اہل علم،اتقیاءاور سلاطین ہوئے ہیں۔

فقہ حنفی اور متابعت حدیث:

حضرت علامہ کشمیری فرمایا کرتے تھے کہ حنفیہ کی اکثر جزئیات احادیث کے ماتحت نکلیں گی۔ بخلاف دیگر مذاہب کے کہ ان کے یہاں تخصیصات زیادہ ہیں۔اسی لئے حنفیہ کا مذہب زیادہ اسفر (واضح) ہے۔اسی وجہ سے اکابر محدثین نے ان کے اقوال پر فتوی دیئے اور ان کی فقہ کی توثیق کی۔ ابن جریجؒ سے منقول ہے۔کہ امام صاحبؒ کا ہر فتوی ایک اصل محکم پر مبنی ہے یعنی قرآن وحدیث پر۔

تدوین فقہ اجتہاد ابن مسعودؓ کی تکمیل ہے:

اجتہاد واستنباط کا طریقہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے شروع ہوا۔سراج الامۃ امام اعظمؒ نے اسکو کمال پر پہنچا کر تدوین فقہ کی مہم سر کرائی۔تقریباً ساڑھے بارہ لاکھ مسائل وجزئیات کو منقح کرا کر ان کو ابواب پر مرتب کرایا۔جن سے کتاب الفرائض،کتاب الشروط وغیرہ تصنیف ہوئیں۔پھر آپ ہی کے نقش قدم پر چل کر امام مالکؒ،امام محمدؒ،امام ابو یوسفؒ،امام زفرؒ،امام شافعیؒ،امام احمدؒ وغیرہ کبار ائمہ مجتہدین نے اصول تفقیہ وتفریع وغیرہ مرتب کر کے ترقیات کیں۔اور فقہ،اصول فقہ پر اور اصول حدیث ورجال پر بہترین کتابیں وجود میں آئیں۔سب سے پہلے علم اصول فقہ میں امام ابو یوسف نے امام اعظمؒ کے مذہب پر کتابیں لکھیں۔حضرت امام ابوحنیفہ نے علماء امت کی سہولت کیلئے سب سے پہلے تدوین کتب اور ابواب کی ضرورت کو محسوس کیا،اور اس میں ایک بہترین مثال قائم کی۔جیسا کہ امام سیوطی،امام صاحب کی خصوصیات نقل کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں انہ اول من دون الشریعۃ ورتبھا ابوابا ثم تبعہ مالک بن انسؓ فی ترتیب الموطا ولم یسبق اباحنیفۃ احد (تبییض الصحیفہ ص ۳۶ بحوالہ مقام ابی حنیفہ) ترجمہ سب سے پہلے انہوں نے علم شریعت کی تدوین کی ہے اور ابواب میں اسکی ترتیب دی ہے۔پھر امام مالکؒ نے موطا میں ان کی پیروی کی ہے،امام ابوحنیفہ سے پہلے کسی نے یہ کام نہیں کیا۔غرضیکہ تدوین کتب کا سہرا امام صاحبؒ کے سر پر ہے۔اور تدوین مسائل کی تعداد بھی

اوپر مذکور ہوچکی ہے۔ جبکہ المدونہ میں جو امام مالکؒ کے فتاوی کا مجموعہ ہے، چھتیس ہزار (۳۶۰۰۰) مسائل ہیں اور امام ابوحنیفہ نے تراسی ہزار (۸۳۰۰۰) مسائل اپنی زبان سے بیان کئے جن میں اڑتیس ہزار (۳۸۰۰۰) عبادات سے تعلق رکھتے ہیں اور پینتیس ہزار (۳۵۰۰۰) معاملات سے۔ (مقالہ مولانا عطاء الرحمن)

ماہرین کی رائے:

کسی شخص کی فنی مہارت کا صحیح اندازہ اس وقت لگایا جا سکتا ہے جب موافق ومخالف نقطہ نظر رکھنے والے تمام ماہرین اس کی بے اختیار تعریف وتوصیف پر مجبور ہو جائیں، چنانچہ ذیل میں ہم قارئین کے استفادہ کے لئے امام ابوحنیفہ کے شان میں چند ماہرین کے آراء پیش کرتے ہیں۔ (ادارہ)

علامہ ابن خلدونؒ کی رائے:

مشہور مورخ علامہ ابن خلدون المالکی فقہ مالکی پر فقہ حنفی کی فوقیت کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی فقہ کی سرزمین اسلامی تہذیب وتمدن کا گہوارہ تھی اس لئے جو پختگی حنفی فقہ کو نصیب ہوئی وہ فقہ مالکی کو نصیب نہ ہوسکی۔ (مقدمہ ابن خلدون: ص ۴۷۵) **وانی لا استطیع کنہ صفاتہ ☆ ولو ان اعضائی جمیعاً تکلم** ترجمہ: اگر میرے تمام اعضاء بھی بولنے لگیں تو پھر بھی اس کی تعریف وتوصیف کا حق ادا نہیں کر سکتا۔

امام مالکؒ کی رائے:

مولانا عطاء الرحمن اپنے مقالے میں ارقام فرماتے ہیں۔ ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ تعالی نے امام اعظمؒ کے بارے میں جو کچھ فرمایا ہے۔ وہ بھی امام صاحبؒ کے علوم ومناقب اوران کی فقہ کی ترجیح پرزبردست دلیل ہے۔ امام شافعیؒ سے روایت ہے کہ میرے سامنے ایک شخص نے امام مالکؒ سے پوچھا، کہ کیا آپ نے امام ابوحنیفہ کو دیکھا ہے؟ تو فرمایا ہاں! میں نے ایسا شخص دیکھا ہے کہ اگر اس ستون کو سونے کا ثابت کرنا چاہے تو اس پر بھی دلیل قائم کر سکتا ہے۔ (مناقب ذہبی ص ۱۹ بحوالہ انوار الباری) امام مالکؒ اکثر اقوال امام صاحبؒ کے اختیار کرتے تھے، اور آپ کی آراء واقوال کی تلاش میں رہتے تھے، اکثر مسائل میں امام صاحبؒ کے اقوال کو معتبر جانتے تھے۔ موسم حج و

زیارت میں امام صاحب کا انتظار کیا کرتے تھے، جب امام صاحب مدینہ طیبہ حاضر ہوتے، تو کافی وقت امام صاحبؒ کے ساتھ علمی مذاکرات میں گزارتے تھے۔ ایک دفعہ کوئی لمبی بحث چلی اور امام مالکؒ، امام صاحبؒ کی مجلس سے اٹھے، تو پسینہ پسینہ ہو رہے تھے۔ تلامذہ نے عرض کیا کہ آپ کو بہت پسینہ آیا، امام مالکؒ نے فرمایا کہ ہاں! ابوحنیفہؒ کے ساتھ بحث میں ایسا ہوا۔ اور تم ان کو کیا سمجھتے ہو وہ تو بہت بڑے فقیہ ہیں۔ (مقالہ مولانا عطاء الرحمن)

امام شافعیؒ کی رائے:

امام شافعیؒ نے فرمایا کہ لوگ فقہ میں ابوحنیفہؒ کے عیال ہیں۔ کیونکہ میں نے ان سے زیادہ فقیہ کسی کو نہیں پایا۔ یہ بھی فرمایا کہ جو شخص ابوحنیفہؒ کی کتابوں کو نہ دیکھے وہ نہ تو علم میں تبحر ہوگا۔ اور نہ فقیہ بنے گا۔ یہ بھی فرمایا کہ ابوحنیفہ فقہ کے مربی اور مورث اعلیٰ ہیں۔ امام احمدؒ سے ابن حجرؒ نے نقل کیا کہ ابوحنیفہ علم وتقویٰ، زہد واختیار آخرت کے بارے میں ایسے مقام پر فائز تھے۔ کہ کوئی ان کو نہیں پہنچ سکا۔ (اضافہ از مرتب) غیر مقلد عالم جناب نواب صدیق حسن خان بھوپالی کا اعتراف ملاحظہ فرمالیجئے آپ نے حضرت امام ابوحنیفہ کو اس حدیث میں داخل مانا ہے۔ واب انست کہ ہم امام دراں داخل آست وجملہ محدثین فرس باشارۃ النص (اتحاف ص ۴۲۴)

امام اعظمؒ کے حق میں حدیثی بشارت:

چنانچہ حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم لاجپوریؒ فتاویٰ رحیمیہ میں ارقام فرماتے ہیں۔ ایک حدیث مبارک میں ہے لو كان العلم بالثريا لتناوله اناس من ابناء فارس (مسند احمد ص ۲۹۶ ج ۲ بحوالہ انوار الباری) اگر علم ثریا پر ہوتا تو فارس کے لوگ اسکو وہاں سے حاصل کرلیتے۔ جس طرح امام سیوطیؒ، شافعیؒ، اور علامہ ابن حجر مکیؒ شافعیؒ وغیرہ بہت سے علماء کرام نے اس کا اولین مصداق حضرت امام ابوحنیفہؒ کی ذات گرامی کو قرار دیا ہے، اسی طرح حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے بھی اس حدیث کا مصداق امام صاحبؒ کو قرار دیا ہے۔ چنانچہ ان کے مکتوبات میں ہے، کہ ایک روز اس حدیث پر ہم نے گفتگو کی، کہ ایمان اگر ثریا کے پاس بھی ہوتا تو اہل فارس کے کچھ لوگ یا ان میں ایک شخص اسکو ضرور حاصل کرلیتا۔ فقیر نے کہا

کہ امام ابوحنیفہ اس حکم میں داخل ہیں، کیونکہ حق تعالیٰ نے علم فقہ کی اشاعت آپ ہی کے ذریعہ کرائی۔ اور اہل اسلام کی ایک جماعت کو اس فقہ کے ذریعہ مہذب کیا خصوصاً اس تیرہ دور میں کہ دولت دین کا سرمایہ یہی مذہب ہے، سارے ملکوں اور شہروں میں بادشاہ حنفی ہیں، قاضی حنفی ہیں، اکثر علوم کے درس دینے والے علماء اور اکثر عوام بھی حنفی ہیں۔ (کلمات طیبات ص ۱۶۸ بحوالہ انوار الباری) (مقالہ مولانا عطاء الرحمن)

تمام مذکورہ بالا حدیث سے ملتی جلتی حدیث معمولی سی لفظی اختلاف کے ساتھ بخاری و مسلم میں بھی ہے جو ایمان کے معاملہ میں ابناء فارس کی بلندی کی طرف اشارہ کرتی ہے اسے نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں فہذا اصل صحیح یعتمد علیه فی البشارة و الفضیلة امام سیوطی کے علاوہ کئی دیگر متاخرین علماء مثلاً شیخ محمد یوسف صالحی دمشقی، حضرت مفسر قاضی ثناء اللہ پانی پتی، حضرت شیخ مولانا خرم علی نے بھی پورے وثوق کے ساتھ ابناء فارس کا مصداق امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب کو قرار دیا ہے۔ (از مرتب)

چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ جس کے راوی ہے فرماتے ہیں قال رسول اللہ ﷺ لو کان الایمان عند الثریا لیذهب به رجل من فارس اوقال من ابناء فارس حتی یتناوله (مسلم جلد ۲ ص ۳۱۲ بخاری ص ۷۲۷) یعنی اگر ایمان ثریا کے پاس بھی ہوگا تو ابناء فارس میں سے ایک شخص اس کو وہاں سے حاصل کرے گا علامہ شامی بروایت ابن نعیم عن ابی ہریرہ اور بروایت شیرازی عن قیس بن سعد بن عبادہ کے الفاظ نقل فرماتے ہیں ان النبی ﷺ قال لو کان العلم معلقا بالثریا لتناوله او قال لتناوله قوم من ابناء فارس حضور اقدس ﷺ نے فرماتے ہیں اگر علم ثریا پر بھی معلق ہوگا تو اس کو ابناء فارس کی ایک قوم (جماعت) ضرور حاصل کرے گی (شامی جلد ا صفحہ ۴۹) ان احادیث کے متعلق جن کو امام بخاری، امام مسلم اور دیگر محدثین نے روایت کی ہے علامہ جلال الدین السیوطی فرماتے ہیں کہ ان احادیث کا صحیح مصداق امام ابوحنیفہ ہیں۔ علامہ سیوطی کے اس قول کے متعلق ان کے ایک شاگرد فرماتے ہیں ما جزم به شیخنا من ان ابا حنیفة هو المراد من هذا لحدیث ظاهر لاشک فیه لانه لم یبلغ من ابناء

فارس فی العلم مبلغه یعنی وہ بات جو ہمارے شیخ علامہ سیوطیؒ نے فرمائی ہے کہ اس حدیث کا صحیح مصداق امام ابوحنیفہؒ ہے بالکل صحیح ہے اس لئے کہ ابناء فارس میں سے کوئی بھی عالم امام ابوحنیفہؒ کے برابر کا نہ ہوگا (شامی ص ۴۹ ج ۱) (بحوالہ فتاوی رحیمیہ ج ۴/ ۲۱۵)

ائمہ کبار فقہ حنفی کے خوشہ چین تھے:

مولانا محمد علی کاندھلویؒ اپنے کاوش "امام اعظم اور علم حدیث" میں ارقام فرماتے ہیں۔

ائمہ کبار میں سے تقریباً اکثر نے امام صاحبؒ سے بلاواسطہ یا بالواسطہ تلمذ کا شرف حاصل کیا۔ امام مالکؒ نے مدینہ میں امام صاحبؒ کے قیام کے دوران آپؒ کے حلقہ درس میں براہ راست شرکت کی۔ (مولانا محمد علی کاندھلوی: امام اعظمؒ اور علم حدیث: ص ۲۴۹)

امام شافعیؒ نے امام محمدؒ اور امام وکیعؒ کے واسطہ سے آپ سے علمی نسبت قائم کی۔ دیگر شواہد کے علاوہ امام شافعیؒ کے وہ مشہور اشعار بھی ہیں جن میں ضعف حافظہ کا علاج ذکر کیا ہے (تاریخ الادب العربی ص ۳۸۴، مقدمہ ابن خلدون ص ۴۶۹، الذہبی: العرج ۱ ص ۳۰۲)۔

فرمایا: شکوت إلی وکیع سوء حفظی فاوصانی إلی ترک المعاصی

فقال لأن العلم نورٌ من إلٰهٖ و نور اللّٰہ لا یعطی لعاصی

ترجمہ: میں نے اپنے استاذ وکیع ابن الجراحؒ سے حافظہ کی کمزوری کی شکایت کی تو انہوں نے مجھے ترک معاصی کی وصیت کی۔ کیونکہ علم اللہ کا نور ہے اور وہ گناہ گاروں کو نہیں ملا کرتا (گویا یہ علت سوء حفظ کی بتائی) (ترجمہ از مرتب)

وکیع ابن الجراح کی رائے:

حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم لاجپوریؒ امام وکیع کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔ یہی امام وکیع جو امام شافعی، امام احمد اور اصحاب ستہ کے کبار شیوخ میں سے ہیں۔ امام صاحب سے بہت حسن ظن رکھتے تھے اور آپ کی بہت تعریف فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ ان کی مجلس میں کوئی حدیث پیش ہوئی جس کا مضمون بہت مشکل تھا وہ کھڑے ہوگئے۔ اور ٹھنڈی سانس بھر کر باب ندامت سے ۔۔۔ فائدہ وہ شیخ (ابوحنیفہ) کہاں ہیں جن سے یہ اشکال حل ہوجائے۔ انه قد وقع یوما حدیث

فیہ غموض فوقف و تنفس الصعداء و قال لاتنفع الندامة این الشیخ فیفرج عنا (کردری جلد اصفحہ ۵)

۲) میں نے کسی شخص سے جو ابوحنیفہ سے افقہ اور اچھی طرح نماز پڑھنے والا ہو ملاقات نہیں کی۔ (حدائق حنفیہ صفحہ ۷۸)

امام احمد بن حنبلؒ نے امام شافعیؒ، یحییٰ بن سعید القطانؒ اور عبداللہ بن المبارکؒ کے واسطہ سے امام صاحبؒ سے نسبت علمی قائم کی۔ آپ کے شاگردوں سے بڑی فراخدلی سے علوم حدیث وفقہ حاصل کئے حتی کہ بقول ابن خلدون گو کہ ان کا خود مرتبہ علم حدیث میں بہت بلند تھا مگر پھر بھی فقہ حنفی ہی کے خوشہ چیں ہوئے۔ (مقدمہ ابن خلدون) (بحوالہ فتاوی رحیمیہ ج:۴/ ۲۲۳)

امام مالکؒ کے بارے میں تو بعض لوگوں نے یہاں تک لکھا ہے کہ وہ امام صاحبؒ کے فیصلوں کے حصول کی جستجو میں رہتے اور لوگوں کو انہی کے مطابق عمل کرنے کا حکم دیتے۔ گو یہ ظاہر نہ کرتے کہ یہ ابوحنیفہ کے فیصلے اور فتاوی ہیں''

شاید اسی وجہ سے امام مالکؒ اور امام صاحب کے استنباط میں بڑی حد تک موافقت پائی جاتی ہے۔ (ایضاً)

تدوین فقہ امت پر احسان عظیم ہے:

مشہور حدیث ہے عن سلمان قال قال بعض المشرکین وھو یستھزئ إنی لاری صاحبکم یعلمکم حتی الخراءة قلت اجل امرنا ان لانستقبل القبلة ولا نستنجی بایماننا ولا نکتفی بدون ثلاثة احجار لیس فیھا رجیع ولا عظم (''رواہ مسلم'' مرقاۃ المفاتیح: ج ۱ ص ۳۲۶) سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں کہ بعض مشرکین نے مجھ سے استہزاء کہا کہ تمہارا ساتھی (نبی کریم ﷺ) تمہیں پیشاب، پاخانہ تک کی باتیں بھی سکھاتا ہے۔ میں نے کہا کیوں نہیں (یہ بھی سکھاتا ہے) آپ نے ہمیں اس حالت میں قبلہ کی طرف منہ کرنے، داہنے ہاتھ سے استنجاء کرنے، تین ڈھیلوں سے کم پر اکتفاء کرنے اور لید اور ہڈی سے استنجاء کرنے سے منع فرمایا ہے۔

یعنی عملی زندگی کو طہارت و پاکیزگی کے اعلیٰ معیار تک پہنچانے والے اصول کے ساتھ ساتھ جزئیات تک کی تعلیم ایک ایسا احسان عظیم ہے کہ جسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ استنجا، وغیرہ کے مسائل بظاہر معمولی نظر آتے ہیں لیکن حقیقت کو دیکھا جائے تو انسانی نجات کا مدار انہی پر ہے کیونکہ طہارت صلوٰۃ وغیرہ عبادات مقصودہ کیلئے شرط اول ہے۔ اور صلوٰۃ کی صحت پر نجات کا مدار ہے۔

امام صاحبؒ اور آپ کے شاگردوں نے اصول کے ساتھ جزئیات کو بھی اس طرح مرتب کر کے کتاب وسنت سے انسانی زندگی کا مکمل عملی تطابق پیدا فرما کر امت مسلمہ پر عظیم احسان کیا ہے۔ جس کا اعتراف آپ کے ہمعصروں نے بھی کیا ہے۔ علامہ کردری نے ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ: عامر بن فرات النسائی امام اعظم کے شاگردوں میں سے ہیں۔ آپ کی خدمت میں محمد بن یزید آتے تھے۔ ایک دن عامرؒ نے محمدؒ سے پوچھا، کیا تو نے امام ابوحنیفہ کی کتب پڑھی ہیں؟ محمدؒ نے عرض کیا: میں تو طالب حدیث ہوں، ابوحنیفہ کی کتب فقہ وکلام میں ہیں مجھے کیا فائدہ دیں گی۔ عامرؒ نے فرمایا خدا کی قسم ستر سال سے برابر آثار کا علم حاصل کرتا رہا ہوں۔ لیکن امام صاحب کی کتابوں کے مطالعہ سے پہلے میں اچھی طرح استنجا بھی نہیں کر سکتا تھا۔ (اضافہ از مرتب)

فقہ حنفی کی مقبولیت اور چند دیگر خصوصیات:

حضرت مولانا محمد اجمل خان دامت برکاتہم اپنے کتاب میں تحریر فرماتے ہیں۔

۱) فقہ حنفی کے مسائل حکم اور مصالح پر مبنی ہیں اور رعایت روایت کے ساتھ اصول درایت کے عین مطابق ہیں۔

۲) فقہ حنفی دوسری تمام فقہوں کی بہ نسبت نہایت آسان اور سہل العمل ہے۔

۳) فقہ حنفی میں معاملات کے حصہ میں وسعت، استحکام اور باقاعدگی، جو تمدن کیلئے بہت ضروری ہے، تمام فقہوں سے زیادہ ہے۔

۴) فقہ حنفی نے غیر مسلم رعایا کو نہایت فیاضی اور آزادی سے حقوق بخشے، جس سے نظم مملکت میں بڑی سہولت ہوتی ہے۔

۵) احکام منصوصہ میں امام ابوحنیفہ نے جو پہلو اختیار کیا ہے، عموماً وہ نہایت قوی اور مدلل ہے

(نوٹ) ان خصوصیات کی تفصیل کیلئے سیرت النعمان مؤلفہ علامہ شبلی نعمانی حصہ دوم ملاحظہ فرمائے۔ (بحوالہ حیات امام اعظم ابوحنیفہ ص ۱۴۵،۱۴۴)

۶) اسلام کے دو تہائی آبادی اسی فقہ کے پیروکار ہیں چنانچہ ملا علی قاری نے بیان فرمایا ہے: الحنفیة ثلثی المؤمنین (حنیفہ کل مسلمانوں کے دو تہائی ہیں (مرقات شرح مشکوٰۃ ص ۳۴ ج ۲)

۷) امام شاہ ولی اللہ محدث دھلوی فرماتے ہیں عرفنی رسول اللہ ﷺ ان فی المذهب الحنفية طريقة انيقة هي اوفق بالسنة المعروفة التي جمعت ونقحت في زمن البخاري و اصحابه (فيوض الحرمين ص ۱۳۶) ترجمہ: مجھے خود رسول کریم ﷺ نے بتلایا کہ مذہب حنفی ایک ایسا پسندیدہ طریقہ ہے جو ان مشہور مسنون طریقہ کے ساتھ زیادہ مطابقت رکھتا ہے۔ جس کو بخاری اور اس کے اصحاب نے منقح (درست کر کے) جمع کیا ہے۔

۸) امام شعرانی فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کا مذہب تمام مذاہب سے پہلے جمع کیا گیا ہے اور سب سے آخر ختم ہوگا۔ حتیٰ کہ بعض اہل کشف نے فرمایا ہے ومذہبہ اول المذاہب تدوینا وآخرہ انقراضا کما قالہ بعض اہل الکشف (میزان کبریٰ ج: ۱ ص ۴۳)

فقہ حنفی کے امتیاز، امام کردریؒ کے زبان سے:

حضرت مولانا مفتی غلام قادر نعمانی مدظلہ العالی اپنے رسالہ "وسعۃ الفقہ الحنفی" میں امام کردری کے زبان سے نقل کرتے ہیں۔

وانما قدمنا مذهب الامام على سائر المذاهب لتقدم مرتبته على سائر المراتب ولانه اقدم واقوم، واحكم واسبق، واحق وادق، واقصر و احصر وايسر، واجمع وامنع، واسهل واوصل، وافرض وامحض واحسب واقرب، واوضح و اصح، وللقرآن اكثر موافقة، وللسنة اشد مساوقة، وللصحابة اكثر اتباعا ومع السلف اوفر اجماعا، واصلح سلفا، وارجح خلفا، واعلم و اعظم اصحابا، واقطع جوابا صوابا، واحق مباني وادق معاني،

واثبت اساساً واقوی قیاساً ، واطیب مطاعم وماکل ، واعدل بین الحلائل ، وانفق علی الارامل ، واترک لأکل اموال الناس بالباطل ، واکثر تخفیفا علی العواقل ، واصح مزارع ومعامل ، واوصل ارحاما وانفذ احکاما ، واقلهم فی الصلوة عبثا وکلاما ، واکثرهم للمساکین اطعاما ، واقلهم للحیوان ایلاما ، واکثرهم نکاحا للایامی ، واعفهم عن اکل اموال الیتامی ، واحسنهم عند قراءة القرآن والخطب انصاتا ، وافضلهم فی الصلوة دعاء وتأمینا ، واوفاهم یمینا ، واحسنهم طلاقاً ، وانقدهم عتاقا ، واقلهم للمعسر ازهاقا واشد هم لاسر العدو وثاقاً ، واحفظ لاوقات العبادات واضبط ، واقلهم تکلیفا للاطفال ، واکثرهم توسعة علی العیال ، واحملهم عند جرح الشاهد فی المقال ، واحسنهم تحکیما للحال ، واکثرهم عند تلاوة القرآن سجودا ، واجملهم بالمسلمین ظنا ، واکرههم للماء الذی استعمل ، واکثرهم زکوة ، واخلصهم لله صلوة ، وامنعهم للنساء عن النکاح عندغیبة الازواج ، واکثرهم ستراً عن العیوب واشدهم تنفسا عن المکروب ، واقلهم للصلوة تفویتاواحسنهم لها توقیتاً ، واشدهم بین الفوائت للترتیب ، واکثرهم تعظیما وتوقیرا للاماد ، وامنعهم من قتل النسوان ، والاقتداء فی الصلوة بالصبیان ، واهجرهم لس غنی ورقص ، واحسنهم اعراضاً عن اللّهو وافضلهم قولاً فی سجود السهو ، واشدهم علی العدو وأغلظ ، وعلی قتل البغاة اشدوافظ واطهرهم ماء وانظفهم اناء ، واحوطهم رضاعا ، واکبرهم صاعا ، وابسطهم فی الصدقات یدا وباعا ، واقلهم تناولا للمیتة عندالاضطرار ، وامنعهم للنساء عن السفربلامحرم ، واقومهم لصلاة التراویح ، واکثرهم للنساء نفقة ، واشدهم لحق الجار اعترافا ، واتمهم غسلاً ، وازجرهم لاهل الافک والفریة (مناقب الامام الاعظم للکردری ص ۲۰۳

(بحوالہ وسعت الفقہ الحنفی ص ۲۱) (مؤلفہ مولانا مفتی غلام قادر نعمانی)

ترجمہ: اور ہم نے امام صاحب کے مذہب کو جملہ تمام مذاہب پر اس لئے مقدم کیا کہ وہ مرتبہ کے لحاظ سے تمام مذاہب پر فوقیت رکھتا ہے۔ کیونکہ وہ مقدم، مضبوط، محکم، سبقت کرنے والا (سابق) محقق و دقیق، اور مختصر ومحیط، آسان و جامع اور مانع۔ آسان اور زیادہ مقصد کو پانے والا سب سے زیادہ یقین اور خیر خواہی کرنے والا اور محاسبہ اور قربت حاصل کرنے والا اور زیادہ واضح اور زیادہ صحیح اور بکثرت قرآن مجید سے موافقت کرنے والا اور سنت کو زیادہ رائج کرنے والا اور صحابہ کرام کی زیادہ اتباع کرنے والا اور سلف کے ساتھ زیادہ صلح و اجماع کرنے والا اور خلف کیلئے زیادہ پیروی کرنے والا، زیادہ علم وعظمت والا، دلیل قاطع اور صحیح جواب والا، مبانی اس کے زیادہ احکم ہیں۔ اور معانی اس کے زیادہ باریک ہیں اس کے بنیاد اور قیاس زیادہ مضبوط ہیں اور اس کے خورد و نوش زیادہ پاک ہیں۔ اور حلال کو اچھی طرح سے واضح کرنے والا، بیواؤں پر زیادہ خرچ کرنے والا اور باطل طریقے سے لوگوں کے مال کھانے کو ترک کرنے والا اور عاملوں پر زیادہ تخفیف کرنے والا، زراعت و معاملات میں سب سے زیادہ صحیح، رشتوں کو زیادہ جوڑنے والا اور احکام کو زیادہ نافذ کرنے والا اور نماز میں بہت کم عبث اور کم باتیں کرنے والا، اور مساکین کو زیادہ کھلانے والا، اور حیوانوں کو ذبح کرنے میں بہت کم تکلیف دینے والا، کنواروں کے زیادہ نکاح کرنے والا، اور یتیموں کے اموال کو کھانے سے احتیاط کرنے والا، قرآن و خطبہ سننے میں سب سے زیادہ بہتر سامع نماز میں دعا اور امین سب سے بہتر ادا کرنے والا، قسم میں زیادہ وفا کرنے والا، طلاق دینے میں سب سے بہتر اور غلاموں کو آزاد کرنے میں زیادہ رعایت دینے والا تنگ دست کے ساتھ حسن معاملہ کرنے والا، دشمن کی گرفت اور قید میں سب سے زیادہ شدید اور سخت، اوقات عبادات کے زیادہ محافظ اور منضبط، بچوں کو سب سے کم تکلیف دینے والا، اور اہل وعیال پر زیادہ خرچ کرنے والا اور معاملے میں گواہ پر بہتر طریقے سے جرح کرنے والا، حال میں احسن فیصلہ کرنے والا اور تلاوت قرآن کے وقت زیادہ سجدہ کرنے والا اور مسلمانوں سے بہتر حسن ظن کرنے والا، اور مستعمل پانی کو زیادہ ناپسند کرنے والا اور زیادہ زکوۃ دینے والا اور خالص نماز اللہ کے لئے ادا کرنے والا اور شوہر کے گم شدگی کی حالت میں بیوی کو نکاح سے سختی سے منع کرنے والا [illegible]

زیادہ تر چھپانے والا، مصیبت زدہ کو سب سے زیادہ امداد دینے والا، نمازوں کو بہت کم فوت کرنے والا، نمازوں کی اوقات کی تقرری میں زیادہ پابند اور قضا نمازوں میں زیادہ ترتیب رکھنے والا، امام کی زیادہ تعظیم و تکریم کرنے والا، عورتوں کو قتل کرنے اور بچوں کو اقتداء سے زیادہ منع کرنے والا، گانے اور ناچنے والوں سے زیادہ دور رکھنے والا، اور لہو لعب سے اچھی طرح اعراض کرنے والا اور سجدہ سہو میں افضل قول والا دشمن اور باغیوں کے قتل کرنے پر زیادہ سخت پانی اور برتن کے لحاظ سے سب سے زیادہ پاک اور صاف تر رضاعت کے مسائل میں بہت محتاط اور رضاع اس کا سب سے بڑا صدقات میں بڑا فراخ دل اور کشادگی والا، اور اضطرار میں مردہ جانوروں کو بہت کم کھانے کی ترغیب دینے والا اور عورتوں کو بلا محرم سفر کرنے سے سختی سے منع کرنے والا اور نماز اور تراویح میں زیادہ قائم رہنے والا اور عورتوں کو زیادہ نفقہ دینے والا، پڑوسی کے حق کا زیادہ لحاظ رکھنے والا، کامل و تمام غسل کرنے والا، جھوٹ اور بہتان باندھنے والوں کو زیادہ ڈرانے والا مذہب ہے۔ (ترجمہ از مرتب)

باب دوم

امام ابو حنیفہؒ کا مقام تابعیت اور سند میں عالی مرتبت مقام ایک امتیازی خصوصیت

امام صاحب کا یہ باب دراصل مولانا سید نصیب علی شاہ الہاشمی بانی کانفرنس و مہتمم جامعہ المرکز الاسلامی بنوں کا پیش کردہ مقالہ بعنوان (امام ابوحنیفہ کا مقام تابعیت اور سند میں عالی مقام و مرتبت ایک امتیازی خصوصیت) برائے دوسری بنوں فقہی کانفرنس 18-17 اکتوبر 1998ء کا مجموعہ ہے۔ ادارہ نے امام ابوحنیفہ کے موضوع پر تمام مقالات کو کتابی شکل میں مرتب کرتے وقت اس کے ساتھ جگہ جگہ مفید اور مناسب اضافہ کر کے زیب قرطاس بنائی اور مستقل عنوانات کا اضافہ کیا۔ (ادارہ)

امام ابو حنیفہؒ کا مقام تابعیت اور سند میں عالی مرتبت مقام:

تعلیم و تربیت ذوق علم، بحث و مناظرہ اقتصادی مسائل تاجرانہ خصوصیات، سیاسی تحریکات جاہ و اقتدار سے نفرت' بے باکانہ حق گوئی، مدح وقدح کی کثرت، معاصرین کا اعتراف علم وفضل، امعان فکر، دقت نظر، حاضر دماغی، جذبہ اخلاص، رعب و دبدبہ، ان تمام صفات کو ایک طرف رکھ کر صرف اور صرف امام اعظمؒ کی تابعیت اور روایت عن الصحابہ ان کے زندگی کا ایک روشن باب ہے۔ (از مرتب)

اس وقت جبکہ بعض کم علم و کم فہم حضرات بغیر کسی تحقیق کے ابو حنیفہ کے مقام کے بارے میں شکوک و شبہات پھیلا رہے ہیں ضروری ہے کہ امام ابو حنیفہ کو جو امتیازی شان و مقام دیگر ائمہ کی نسبت حاصل ہے۔ کم از کم ایک حنفی طالب علم اس سے ضرور واقف ہو فقہ کے علاوہ ان کی محدثانہ حیثیت بھی ہے اور ساتھ ہی امام صاحب سند کے عالی مرتبت کے مقام پر بھی فائز ہیں جو دوسرے ائمہ کو حاصل نہیں امام اعظم ابو حنیفہؒ کی خصوصیات میں سے ایک امتیازی خصوصیت جو کہ تاریخی اور دینی دونوں اعتبار سے نہایت اہم ہے وہ ان کی تابعیت ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ ائمہ اربعہ میں امام صاحب کے علاوہ یہ منصب کسی اور کو حاصل نہیں ہو سکا۔ اس تابعیت کی بناء پر امام ابو حنیفہؒ حضور ﷺ کے صرف ایک واسطہ سے شاگرد ہیں اور یہ ایک ایسی فضیلت ہے جس نے امام صاحب کو اپنے تمام معاصرین اور بعد میں آنے والے تمام محدثین سے ممتاز کر دیا ہے دوسرے ائمہ کی اسانید عالیہ کو دیکھیں تو امام مالکؒ تبع تابعی ہیں اس لئے ان کی احادیث میں سب سے عالی ثنائیات ہیں امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کی چونکہ کسی تابعی سے ملاقات نہیں ہو سکی اسلئے ان کی سب سے اعلیٰ مرویات ثلاثیات شمار کی جاتی ہیں امام مسلم و امام نسائی کی کسی تبع تابعی سے ملاقات نہیں ہوئی اسلئے ان کی سب سے اعلیٰ روایات رباعیات ہیں۔ جبکہ صرف ایک واسطہ سے حضور ﷺ سے روایت کرنے کا شرف صرف امام ابو حنیفہؒ کو ہی حاصل ہے۔

(جدید فقہی تحقیقات مقالہ مولانا محمد صدیق ملتانی ص ۱۲۷)

تابعی کی تعریف:

تنویر الحاسہ فی مناقب الائمۃ الثلاثہ میں تابعی کے تعریف کی متعلق یوں تحریر ہے۔ تابعی اس کو

کہتے ہیں جو صحابی سے ملا ہو۔ ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں کہ تابعی وہ شخص ہے جس نے صحابی سے ملاقات کی ہو۔ یہی مذہب مختار ہے۔ علامہ عراقیؒ نے کہا ہے کہ اکثر اسی پر عمل ہے اور حضرت محمد ﷺ نے اپنے اس قول سے بھی اس طرف اشارہ کیا (تابعی وصحابی کی طرف) کہ خوشخبری ہو، اس کیلئے جس نے مجھے دیکھا یا اس کو جس نے مجھے دیکھے ہوئے کو دیکھا۔ پس معلوم ہوا کہ صحابیت اور تابعیت کیلئے فقط رؤیت کافی ہے، جس سے امام صاحبؒ کا تابعی ہونا یقیناً ثابت ہو جاتا ہے کیونکہ امام صاحبؒ نے کئی صحابہ کو دیکھا ہے جیسا کہ شیخ جزری نے اسماء الرجال میں اور تورپشتی نے تحفۃ المسترشدین میں اور صاحب کشف الکشاف نے سورۃ مومنین اور صاحب مرآۃ الجنان وغیرہ جیسے دیگر علماء متبحرین نے ذکر کیا ہے کہ امام صاحبؒ کی صحابہ سے ملاقات ہوئی ہے۔ پس اب امام صاحبؒ کی تابعیت کا منکر تتبع قاصر یا تعصب وافر کا ہی شکار ہو سکتا ہے۔ اور مولانا عبدالحی لکھنویؒ نے اپنی کتاب ''اقامۃ الحجۃ'' میں لکھا ہے کہ امام ذہبیؒ کاشف میں لکھتے ہیں کہ امام صاحبؒ نے حضرت انسؓ کو دیکھا ہے۔ اور عطاءؒ، اعرجؒ اور عکرمہؒ سے احادیث کو روایت کیا ہے۔ اور یافعیؒ نے ''مرآۃ الجنان'' میں لکھا ہے کہ امام اعظمؒ نے حضرت انسؓ کو دیکھا ہے۔ بعض اہل تاریخ نے ملاقات کا انکار کیا ہے لیکن امام صاحبؒ کے شاگرد کہتے ہیں کہ ملاقات اور روایت دونوں حاصل ہوئیں ہیں تبییض الصحیفہ'' میں لکھا ہے کہ امام طبریؒ نے مستقل ایک کتاب تصنیف کی جس میں صرف وہ احادیث شامل کی گئی ہیں جو امام صاحبؒ نے صحابہ کرامؓ سے روایت کی ہیں۔ لیکن دارقطنیؒ سے ہی نے نقل کیا ہے کہ امام صاحبؒ نے حضرت انسؓ کو دیکھا ہے۔ شیخ ولی الدین عراقیؒ نے بھی فرمایا کہ رؤیت محقق ہے۔ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ امام صاحبؒ نے ایک جماعت صحابہؓ کو پایا تھا کیونکہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور اس وقت عبداللہ ابن ابی اوفیٰ کوفہ میں اور حضرت انسؓ بصرہ میں تھے۔ اس کے علاوہ تابعیت و روایت عن الصحابہؓ کی نعمت سوائے آپ کے اور کسی امام کو حاصل نہیں ہوئی۔ ایں سعادت بزور و بازو نیست۔ حمادؒ، اوزاعیؒ، قضاعیؒ، ثوریؒ، مسلمؒ بن خالد، لیث بن سعدؒ، غرض کسی امام کو یہ شرف حاصل نہیں ہو سکا۔

جو متبحر علماء امام اعظم کی تابعیت کے قائل ہیں ان میں سرفہرست دارقطنیؒ، حمزہؒ، سہمیؒ، جزریؒ،

اور تورپشتیؒ (وغیرہم) ہیں۔

(تنویر الحاسہ فی مناقب الائمۃ الثلاثہ ص ۳۹) (بحوالہ جدید فقہی تحقیقات مقالہ مولانا محمد صدیق ملتان ص ۱۲۷)

امام صاحبؒ کے تابعیت مشہور و مسلّم ہے:

علامہ ابن حجر ہیثمی مکیؒ نے الخیرات الحسان میں تحریر فرمایا ہے" وفی فتاوی شیخ الاسلام ابن حجر انہ ادرک جماعۃ من الصحابۃ کانوا بالکوفۃ بعد مولدہ بھا سنۃ ثمانین فھو طبقۃ التابعین ولم یثبت ذالک لأحد من ائمۃ الامصار المعاصرین لہ کا الاوزاعی بالشام والحمادین بالبصرۃ و الثوری بالکوفۃ و مالک بالمدینۃ الشریفہ واللیث بن سعد بمصر انتھی وحینئذ فھو من اعیان التابعین (الخیرات الحسان صفحہ ۲۱ الفصل السادس)

ایک ایسا شرف جس میں کوئی محدث ان کے ساتھ شریک نہیں:

ثلاثیات بخاری جنہیں امام بخاریؒ کیلئے ایک منفرد خصوصیت سمجھا جاتا ہے اس عالی مرتبہ سند میں امام اعظم امام بخاریؒ سے بھی اہم مقام پر فائز ہیں کہ ان کی جملہ روایات نہ صرف ثلاثی بلکہ آپ کی بعض روایات ثنائی اور احادی ہیں اور یہ ایک ایسا شرف ہے جس میں کوئی محدث وامام ان کے ساتھ شریک نہیں۔ امام صاحب کی کتاب لآ ثار سنن کی ایسی کتاب ہے جس کے مصنف کو تابعیت کا شرف حاصل ہو علامہ ابن حجر مکیؒ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کو ایک ایسی فضیلت حاصل ہے جو کہ ان کے معاصرین کو حاصل نہیں ہے وہ فضیلت یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ تابعی تھے۔

امام صاحب کے معاصرین میں شام میں امام اوزاعی کوفہ میں سفیان ثوریؒ بصرہ میں حماد تھے مدینہ منورہ میں امام مالکؒ اور مصر میں اس وقت لیث بن سعدؒ تھے ابن حجر مکیؒ لکھتے ہیں کہ امام صاحب نے حضرت انس بن مالکؓ کی زیارت کی ہے اور خود امام صاحب فرماتے ہیں کہ رایتہ مرارا کان یخضب بالصفرۃ میں نے متعدد مرتبہ حضرت انسؓ کو دیکھا ہے وہ زرد خضاب لگاتے تھے۔

حضرت انس بن مالکؓ کے علاوہ امام ابوحنیفہؒ نے حضرت ابوالطفیلؓ، حضرت عامر واثلہ المتوفی ۱۰۲ ھجری۔ حضرت سہل بن سعدؓ وفات ۸۸ھ، حضرت سائب بن خلادؓ وفات ۹۱ھ، حضرت سائب بن یزیدؓ وفات ۹۱ھ۔ حضرت عبداللہ بن بسرؓ وفات ۹۶ھ، حضرت محمود بن ربیع وفات ۹۶ھ کی زیارت کی ہے اسکے علاوہ دیگر صحابہ کرامؓ کی زیارت بھی ثابت ہے حضرت امام ابوحنیفہؒ کی یہ حیثیت ان کی ایک امتیازی شان ہے جو دوسرے ائمہ معاصرین کو حاصل نہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کو تابعی ماننے والے بھی اعلام کی ایک جماعت ہے ان میں:

۱۔ دارقطنیؒ ۲۔ ابن سعدؒ ۳۔ خطیبؒ ۴۔ علامہ ذہبیؒ
۵۔ حافظ ابن حجرؒ ۶۔ حافظ عراقیؒ ۷۔ علامہ سیوطیؒ ۸۔ ملا علی قاریؒ
۹۔ اکرم سندھیؒ ۱۰۔ رابع معشیؒ ۱۱۔ حمزہ سہمیؒ ۱۲۔ امام یافعیؒ
۱۳۔ علامہ جزریؒ ۱۴۔ حافظ فضل اللہ توریشتیؒ ۱۵۔ علامہ ابن الجوزیؒ اور دیگر علماء شامل ہیں۔

علامہ ابن حجر عسقلانی کے فتاوی سے شارح مشکوۃ علامہ ابن حجر مکی نے نقل کیا ہے کہ انہ ادرک جماعة من الصحابة کانوا بالکوفة بعد مولده بهاسنة ثمانین فهو من طبقة التابعین ولم یثبت ذلک لاحد من ائمة الامصار المعاصرین له کالا وزاعی بالشام والحمادین بالبصرة والثوری بالکوفة ومالک بالمدینه الشریفة واللیث بن سعد بمصر . امام ابوحنیفہؒ نے صحابہ کی ایک جماعت کو پایا جو کوفہ میں تھے جبکہ ۸۰ ھجری میں وہاں پیدا ہوئے لہذا وہ تابعین کے طبقہ میں ہیں اور یہ بات ان کے معاصر ائمہ امصار میں سے کسی کی نسبت جو شام میں تھے اور حماد بن سلمہ اور حماد بن زید کی نسبت جو بصرہ میں تھے اور سفیان ثوریؒ کی نسبت جو مصر میں تھے ثابت نہیں ہوئی امام ابوحنیفہؒ کی صحابہؓ سے باقاعدہ روایات ثابت ہیں شیخ ابوبکر بن علی الحداد نے سات صحابہؓ کے نام ذکر کئے ہیں۔ بعض نے ستة وامراة اور بعض نے سبعة وامراة ذکر کیا ہے۔ اسطرح امام ابوحنیفہؒ تابعی بھی تھے اور صحابہؓ سے ان کی باقاعدہ روایت ثابت ہے شیخ شرف الدین ابوالقاسم یعنی نے اپنے کتاب قلائد عقود العقیان میں

لکھا ہے کہ موافق ومخالف اور معاتب وموالف سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امام ابوحنیفہ نے صحابہ کرام سے روایت کی ہے لکھتے ہیں وان وقع الاختلاف فی عدد هم فمنهم من قال سبعة و منهم من قال اکثر من ذلک و منهم من قال اقل من ذلک

روایات منقولہ از صحابہ کرامؓ:

امام اعظمؒ کے علوم سے بے اعتنائی کے سبب بعض سادہ لوح احباب مفسدین کے اس باطل خیال کو غیر شعوری طور پر کچھ سچ سمجھ گئے ہیں کہ امام ابوحنیفہ علم حدیث سے بے بہرہ تھے اور اگر انہیں متعارف طریقے سے حضرت امام صاحب کی سند سے کوئی حدیث مل جاتی ہے تو وہ اسے جدید انکشاف تصور کرتے ہیں حالانکہ عقل ودیانت کی روشنی میں علمی اعتبار سے یہ خیال قطعاً بے بنیاد اور غلط ہے حضرت مولانا عبدالحیؒ اس الزام کے مفصل ومدلل تردید فرمانے کے بعد لکھتے ہیں۔'' مخالفین کا یہ الزام دلائل قطعیہ، عقلیہ، ونقلیہ، یقینیہ بلکہ عینی مشاہدہ کے بالکل خلاف ہے چنانچہ موطا امام محمدؒ (کتاب الحج، کتاب الآثار، سیر کبیر، کتاب الخراج، مصنف ابن ابی شیبہ، مصنف عبدالرزاق، تصانیف دارقطنی، تصانیف بیہقی، تصانیف طحاویؒ، تصانیف امام حاکمؒ وغیرہ کتابوں میں امام اعظم ابوحنیفہؒ کے کئی سو احادیث موجود ہیں (بحاصلہ) جو چاہے تعصب کی پٹی کھول کر اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتا ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کے صحابہؓ سے جو روایات نقل ہیں ان میں ایک حدیث یہ ہے روی الامام ابو یوسف یعقوب بن ابراهیم الأنصاری صاحب امام ابو حنیفةؒ آخر ماقال ابو حنیفة قال سمعت انس بن مالکؓ یقول قال النبی ﷺ طلب العلم فریضة علی کل مسلم ''

اس طرح امام ابوحنیفہؒ کی ایک اور روایت امام ابو یوسفؒ نے نقل کی ہے قال، ابو حنیفةؒ سمعت انس بن مالک یقول سمعت رسول ﷺ یقول الدال علی الخیر کفا عله و ان الله یحب اغاثة اللهفان

امام ابوحنیفہؒ نے علم فقہ کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے چار ہزار مشائخ سے حدیث اور فقہ کو

اخذ کیا ہے ان میں سے تین سو تابعی تھے ضروری ہے کہ ہر ایک حنفی اور فقہ حنفی کے استاد و طالب علم امام ابوحنیفہؒ کے مقام سے واقف ہوں اور سطحی علم کا وہ طائفہ جو امام صاحب کے بارے شکوک و شبھات پھیلا رہے ہیں ان کا وہ صحیح جواب دے سکیں

امام ابوحنیفہؒ کی روایت پر لکھی گئی اجزاء:

متعدد محدثین کرام اس پر کئی اجزاء لکھ چکے ہیں کہ امام اعظمؒ راوی عن الصحابہ ہیں۔ ان اجزاء میں جزء ابی حامد محمد بن ہارون الحضرمی، جزء ابی الحسین علی بن احمد بن عیسیٰ، جزء ابی بکر عبدالرحمٰن بن محمد بن احمد السرخسی اور ابن جوزی کی الانتصار والترجیح بھی شامل ہیں

(الخیرات الحسان)

امام اعظم کی روایت عن الصحابہ پر منظوم کلام:

علامہ شمس الدین محمد ابوالنصر بن عرب شاہ الانصاری الحنفی اپنے منظوم کلام ''جواھر العقائد و درر القلائد'' میں امام اعظمؒ کے روایت عن الصحابہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

معتقداً مذھب عظیم الشان　　ابی حنیفة الفتیٰ النعمان

جمعاً من اصحاب النبی ادرکا　　اثرھم قداقتفی و سلکا

طریقة واضحة المنھاج　　سالمة من الضلال الداجی

وقد روی عن انسؓ وجابرؓ　　ابن ابی اوفیؓ کذا عن عامرؓ

اعنی ابالطفیلؓ ذاابن واثله　　وابنؓ انیس الفتی وواثله

عن ابن جزءؓ قد روی امام　　وبنتؓ عجرةؓ ھی التمام

رضی الکریم دائماً　　عنھم وعن کل الصحاب العظما

(بحواله درمختار)

علامہ عینیؒ کی تائید:

امام اعظم کے سماع عن الصحابہؓ کا ذکر اواخر ''منیة المفتی'' میں بھی ہے اور ادراک بالسن کا تو بیس صحابہؓ سے ثبوت ملتا ہے چنانچہ اوائل الضیاء میں ہے کہ محمد بن سعد نے کہا کہ سیف بن جابر

نے مجھے حدیث بیان کی کہ اس نے ابوحنیفہؒ سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا ہے۔ اس کے علاوہ علامہ عینیؒ نے بھی سماع ثابت کیا ہے، مگر الحافظ القاسم نے اس کا رد کیا ہے لیکن عینیؒ کی تائید محدثین کے اس قاعدے سے ہوتی ہے کہ'' راوی اتصال مقدم ہوتا ہے راوی ارسال اور انقطاع پر'' اس لئے کہ اس کے (راوی اتصال) کے پاس علم زیادہ ہوتا ہے۔

بعض محدثین نے کہا ہے کہ علامہ طاش کبریٰ نے نقول صحیحہ کو اثبات سماع میں خوب ذکر کیا ہے اور قاعدہ ہے المثبت مقدم علی النافی کہ ثابت کرنے والا مقدم ہے نفی کرنے والے پر۔ علامہ کردریؒ نے کہا کہ سید الحفاظ امام شہردار بن فیروز الدیلمی و برہان الاسلام الغزنوی نے اسانید صحیحہ کیساتھ ذکر کیا ہے کہ۔ (امام ابوحنیفہؒ نے کہا کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ میں نے حضرت محمد ﷺ سے سنا تھا آپ ﷺ فرماتے تھے کہ **من قال لا اله الا اللّٰه مخلصا من قلبه دخل الجنة و لو توكلتم على الله حق توكله رزقتم كما يرزق الطير تغد خماصاً و تروح بطاناً**.

اور سید الحفاظ الدیلمیؒ نے ذکر کیا ہے کہ اس نے ابوحنیفہؒ کو دیکھا وہ فرماتے تھے کہ میں نے عبداللہ بن اوفیٰ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں نے حضرت محمد ﷺ سے سنا آپ فرمارہے تھے **حبك الشيء يعمي ويصم والدال على الخير كفاعله والدال على الشر كمثله والله يحب اغاثة اللهفان(مناقب کردری)**

ابن حجرؒ نے فرمایا ہے کہ امام اعظمؒ نے اس حدیث متواتر **من بنى مسجداً ولو كمفحص قطاة بنى اللّٰه لهٗ بيتا فى الجنة** کو روایت کیا۔ امام اعظمؒ نے واثلہ بن اسقعؓ سے دو روایتیں کیں اور انکی وفات ۸۶ھ میں ہوئی وہ حدیثیں یہ ہیں **لا تظهر الشماتة لاخيك فيعافيه الله ويبتليك** اور **دع ما يريبك الى ما لا يريبك** بعض اہل حدیث نے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے واثلہؓ کو نہیں دیکھا **قلت الامكان ثابت** کہ (امکان ثابت ہے) اور ناقل عادل ہے۔ اور مثبت اولیٰ من النافی ہے اس کے علاوہ امام صاحبؒ نے جن جن حضرات سے روایتیں لی ہیں امام صاحبؒ کی وفات ان کی وفات کے بعد ہوئی ہے لہذا ان کی وفات کے

وقت امام صاحب ۲ سال سے کم عمر کے ہوئے جیسا کہ حضرت ابن ابی اوفیٰؓ کے انتقال کے وقت امام صاحبؒ کی عمر ے یا ۸ سال کی تھی لہذا سماع محقق اور روایت صحیح ہوئی ''ابن صلاحؒ'' نے موسیٰ بن ہارون الحمال سے روایت کی ہے جو حفاظ میں سے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ جب بچہ گائے اور گدھے میں فرق کر سکے تو اس کا سماع حدیث معتبر ہے۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ اگر عاقل اور ضابط ہو تو سماع حدیث معتبر ہے قاضی حافظ عیاض بن موسیٰ الحصبی نے ذکر کیا ہے کہ محدثین نے محمود بن ربیع کی عمر کو سماع حدیث کے لئے سند کی حیثیت سے پیش کیا ہے امام بخاریؒ نے اپنی صحیح بخاری میں ''ترجمہ متی یصح سماع الصغیر'' کے بعد **عن محمود بنؓ ربیع قال عقلت منه علیه السلام مجة مجها و جهی و انا ابن خمس سنین من دلو** ایک روایت میں **کان اربع** ہے،ابن صلاح نے تحدید پانچ سال کی ہے بہرحال امام اعظمؒ ان **مروی عنهم** کی وفات کے وقت کم از کم چھ سال کے تھے تو سماع عن الصحابہ پر اشکال کرنا صحیح نہیں۔ یحییٰ بن معین جو امام بخاریؒ کے بھی شیخ ہیں کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ نے عائشہ بن عجرہؓ سے حدیث کی سماعت کی۔ یحییٰ بن معین اپنے زمانے کے بڑے محدثین میں سے ہیں۔ اور امام بخاریؒ خود فرماتے ہیں کہ ابن معین ہمارے زمانے کے بڑے محدثین میں سے ہیں اس کے بعد سماع کا انکار محض تعصب اور ہٹ دھرمی ہے۔

امام صاحب کا تابعی ہونا تو اتفاقاً ثابت تھا مگر غیر مقلدین حضرات کو چونکہ اس میں کلام تھا اس لئے یہاں ذکر کیا گیا۔

احادیات امام ابوحنیفہؒ:

جن حدیث کو راوی نے خود صحابی سے سنا ہو ایسی حدیثوں کو احادیات کہتے ہیں امام صاحب کی احادیات کی سند یہ ہیں

۱) عن ابی حنیفة عن انس بن مالک رضی اللّٰه تعالیٰ عنه عن النبی ﷺ

۲) عن ابی حنیفة عن عبداللّٰه بن الحارث رضی اللّٰه تعالیٰ عنه عن النبی ﷺ

۳) عن ابی حنیفة عن عبداللّٰه بن اوفی رضی اللّٰه تعالیٰ عنه عن النبی ﷺ

۴) عن ابی حنیفة عن واثلة بن الاسقع رضی اللّٰه تعالیٰ عنه عن النبی ﷺ

۵) عن ابی حنیفة عن عبداللّٰه بن انیس رضی اللّٰه تعالیٰ عنه عن النبی ﷺ
۶) عن ابی حنیفة عن عائشة بنت عجرة رضی اللّٰه تعالی عنهما عن النبی ﷺ
(التعلیقات ص۷، التانیب ص ۲۱)

یعنی چھ صحابیوں سے آپ کا سماع حدیث کرنا ثابت ہے۔ نیز ان اسنادوں سے ثابت ہو گیا کہ امام ابوحنیفہؒ تابعی ہیں۔

اور ترمذی میں یہ حدیث ہے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا ہے کہ ایسے مسلمان کو آگ نہ چھوئیگی جس نے (بحالت ایمان) مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والوں کو دیکھا۔ (ترمذی ص ۲۴۸)

اب حضرت امام اعظمؒ کو جو برا بھلا کہتے ہیں، خدارا غور کریں اور زبان روکیں۔

امام اعظمؒ کے اساتذہ حدیث یا صحابی ہیں یا تابعی ہیں یا تبع تابعی ہیں۔ یعنی قرون مشہود لہا بالخیر کے شیوخ ہیں۔ سفیان بن عیینہ کہتے ہیں۔ صحابہ کرام کے بعد بڑے محدث دو ہیں ایک امام شعبیؒ دوسرے سفیان ثوریؒ، حضرت شعبیؒ نے پچاس صحابہ سے ملاقات کی ہے (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۷۶) اور حضرت امام اعظمؒ امام شعبیؒ کے تلامذہ شاگردوں میں سے ہیں۔ چنانچہ امام ذہبیؒ کا قول گزر چکا ہے هو اکبر شیخ لابی حنیفة (ج ۱ ص ۷۵) تاریخ العرب میں ہے کان من ابرز الذین تخرجوا عن الشعبی الامام ابو حنیفة المشهور (تاریخ العرب ص ۳۱۱) علامہ حصفکیؒ نے مسند امام میں اس سند کے ساتھ روایت لکھی ہے ابو حنیفة عن الشعبی عن المغیرة بن شعبة قال رأیت رسول اللہ ﷺ یمسح علی الخفین۔ اس روایت کو حافظ طلحہ بن محمد، حافظ حسین بن محمد، حافظ ابوبکر بن عبدالباقی اور امام محمد نے کتاب الآثار میں لکھا ہے۔

علامہ ذہبی نے عدد کثیر من التابعین کہا ہے کہ کثیر تعداد تابعین سے امام صاحب نے روایت لی ہے۔

امام صاحب کی احادیث جن کی اسناد میں امام صاحب اور نبی کریم ﷺ کے درمیان صرف

صحابی کا واسطہ گزر چکی ہیں۔ یعنی امام صاحب نے براہ راست خود صحابی سے اور صحابی نے رسول کریم ﷺ سے سنا ان کو احادیات کہتے ہیں اور اس طریق سند میں امام صاحب تمام ائمہ میں ممتاز ہیں اور کسی ائمہ مجتہدین میں ایسی علو سند موجود نہیں اور نہ اصحاب صحاح کے پاس ہے۔

ثنائیات امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ:

دوسری ایسی روایات بھی امام اعظمؒ سے آئی ہیں جن میں امام صاحبؒ اور رسول کریم ﷺ کے درمیان دو واسطے ہیں یعنی امام صاحب نے تابعی سے سنا انہوں نے صحابی سے انہوں نے رسول کریم ﷺ سے سنا ایسی اسناد کو ثنائیات کہتے ہیں اور یہ ثنائیات مؤطا امام محمد میں موجود ہیں مثلاً

ابو حنيفة عن ابى الزبير عن جابر عن النبى ﷺ

ابو حنيفة عن نافع عن ابن عمر عن النبى ﷺ

ابو حنيفة عن عبدالله بن بحينة قال سمعت اباالد رداء قال قال رسول الله ﷺ

ابو حنيفة عن عبدالرحمن عن ابى سعيد عن النبى ﷺ

ابو حنيفة عن عطية عن ابى سعيد عن النبى ﷺ

ابو حنيفة عن شداد عن ابى سعيد عن النبى ﷺ

ابو حنيفة عن عطاء عن ابى سعيد عن النبى ﷺ

ابو حنيفة عن عاصم عن رجل من اصحابه عن النبى ﷺ

ابو حنيفة عن عون عن رجل من أصحابه عن النبى ﷺ

ابو حنيفة عن محمد بن عبدالرحمن عن ابى امامة عن النبى ﷺ

ابو حنيفة عن مسلم بن الاعور عن مالک بن انس عن النبى ﷺ

ابو حنيفة عن محمد بن قيس عن ابى عامر انه كان يهدى للنبى ﷺ

ان ثنائیات میں سوائے امام مالک کے اور کوئی ہمسر امام صاحب کا نہیں ہے۔

علوسند کے اعتبار سے تیسرے درجے پر وہ اسنادیں ہیں جن میں تین تین راوی ہوں، یعنی تبع تابعی، پھر تابعی، پھر صحابی، پھر رسول کریم ﷺ اس قسم کی سندوں کو ثلاثیات کہتے ہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ سے ثلاثیات بھی مروی ہیں مثلاً

عن ابی حنیفة عن بلال عن وهب عن جابر عن النبی ﷺ

عن ابی حنیفة عن ابی موسیٰ بن عائشة عن عبداللّٰه عن جابر عن النبی ﷺ

عن ابی حنیفة عن عبداللّٰه عن ابی نجیح عن عبداللّٰه بن عمر عن النبی ﷺ

یہ ثلاثیات امام بخاریؒ سے مروی ہیں اور ابن ماجہ میں ایسی روایات موجود ہیں۔ سو اگر آپ دیکھیں گے اور تلاش کریں گے تو حضرت امام بخاریؒ کی ثلاثیات تقریباً اکیس ہیں۔ تفصیل ملاحظہ ہو۔

مکی ابن ابراہیم کے واسطہ سے	۱۱ ہیں
ابو عاصم النبیل کے واسطہ سے	۵ ہیں
محمد بن عبداللہ انصاری کے واسطہ سے	۳ ہیں
خلاد بن یحییٰ کے واسطہ سے	ا ہے
عصام بن خالد کے واسطہ سے	ا ہے

ان میں سے اول کے دو مشائخ مکی بن ابراہیم اور ابو عاصم النبیل یہ امام بخاریؒ کے طبقہ اولیٰ کے مشائخ میں ہیں مگر یہ دونوں مشائخ حدیث امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد ہیں۔ (بشکریہ ماہنامہ البلاغ ص:۴۲،۴۳)

باب سوم

امام ابو حنیفہؒ
کا علم حدیث میں مقام

یہ باب دراصل مولانا ابن الحسن عباسی اُستاد جامعہ فاروقیہ کراچی، مولانا محمد عبداللہ مدرسہ مفتاح العلوم چوک سٹیلائٹ ٹاؤن سرگودھا اور مولانا محمد ندیم خطیب جامع مسجد علامہ اقبال میڈیکل کالج نیوں کیمپس لاہور کا پیش کردہ مقالات بعنوان (امام ابو حنیفہ کی محدثانہ حیثیت'' برائے دوسری بنوں فقہی کانفرس 18-17 اکتوبر 1998ء کا مرتب کردہ مجموعہ ہے مقالات کی اتحادِ موضوع کے پیش نظر ادارہ نے ان کو کتابی شکل میں مرتب کرتے وقت مکررات کو حذف کر کے ہر مضمون کے ساتھ مستقل عنوانات کا اضافہ کر کے کتاب کے صفحات کی زینت بنائی تا کہ مضامین کتاب میں تنوع اور امتیازات ملحوظ خاطر رہے۔ اُمید ہے قارئین اس سے حظ وافر حاصل کرلیں۔

(ادارہ)

اللہ رب العزت نے بنی نوع انسانیت کی ہدایت کیلئے آسمانی کتابیں نازل کرنے کے ساتھ ساتھ ان کتابوں کو سمجھانے اور انسانیت کی مکمل ہدایت کیلئے انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ جاری فرمایا۔ ہر نبی اپنے اپنے علاقہ اور دور تک انسانیت کی ہدایت کیلئے مکمل طور پر کوشاں رہے اور فریضہ رسالت کو مکمل اور دیانتداری کے ساتھ لوگوں تک پہنچایا۔ اور پھر آخر میں قیامت تک کیلئے تمام انسانیت بلکہ جنات تک کی ہدایت کیلئے سید الانبیاء جناب محمد مصطفےٰ ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ آپ ﷺ کے وصال کے بعد اس فریضہ کو صحابہ کرامؓ نے سنبھالا۔ پھر تابعین اور فقہاء کرام نے۔ اور احادیث مبارکہ میں انہیں کی طرف اس ذمہ داری کو لوٹایا گیا جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے العلماء ورثة الانبیاء اس فریضہ کی اشاعت کیلئے بہت سی فقہیں معرض وجود میں آئیں، وہ ایک خاص دور اور وقت تک چلیں مثلاً عبداللہ بن مبارکؒ کی فقہ۔ لیکن مروجہ چار فقہوں کے علاوہ باقی فقہیں منشاء الٰہی کے تحت تقریباً دنیا سے ختم ہوگئیں۔ اور پھر یہ چار فقہیں امت کا معمول بہا بنی رہیں۔ پھر ان میں سے بھی اللہ رب العزت نے فقہ حنفی کو فوقیت اور قبولیت عامہ بخشی۔ اس وقت پوری دنیا کی اکثریت میں فقہ حنفی ہی کا عروج ہے اور لوگ اسی پر عمل پیرا ہیں۔ ظاہر ہے کہ فقہ حنفی کو یہ مقام عنداللہ زیادہ سے مقبولیت کی وجہ اور امام صاحبؒ کی ذات عالی اور شخصیت کی وجہ سے ملا۔ امام اعظمؒ نہ صرف یہ کہ مجتہد اور فقیہ تھے بلکہ ان کے سردار تھے۔ امام صاحب گویا سورج ہیں اور باقی حضرات ستارے۔ چنانچہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں الناس عيال فى الفقه على ابى حنيفة (مكانة الامام ابى حنيفه بين المحدثين صفحه ٩٨) (مقالہ مولانا محمد عبداللہ) فتاویٰ رحیمیہ میں الخیرات الحسان کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے۔ الخیرات الحسان میں اس پر مستزاد یہ بھی لکھا گیا ہے ما رأيت اى علمت احدا افقه منه میں نے ان سے بڑا فقیہ کسی کو نہیں دیکھا۔ دوسری جگہ میں تحریر ہے من لم ينظر فى كتبه لم يتبحر فى العلم و لايتفقه ، جو شخص ابوحنیفہ کی کتابوں کو نہ دیکھے وہ نہ علم میں متبحر ہوگا۔ اور نہ فقیہ بنے گا۔

(الخیرات الحسان ص ۲۹ فصل نمبر ۱۳ بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ ج ۲۲۵/۴)

امام صاحبؒ کا طلب حدیث:

امام صاحبؒ کا آبائی پیشہ تجارت تھا، اسی لئے آپ نے بھی اسی کو اختیار کیا اور اسی کو ذریعہ معاش بنائے رکھا۔ ائمہ میں کسب معاش اور اس طرح وافر مقدار میں اشاعت علم درحقیقت دو متضاد راہوں پر بیک وقت گامزن ہونے کی پہلی مثال آپؒ نے قائم کی۔ آپؒ نے اپنے علم کو اُمراء وسلاطین کی عطیات کا بھی شرمندہ احسان نہیں بنایا۔ ریشمی کپڑے کی تجارت کا کام تھا، لاکھوں کا کاروبار تھا۔ عراق، شام، ایران وعرب کی طرف مال سپلائی کیا جاتا تھا، انہی تجارتی امور کی وجہ سے شہروں اور بازاروں میں آپؒ کی آمد کثرت سے رہتی تھی۔

ایک دن گزرتے ہوئے امام شعبیؒ سے ملاقات ہوگئی، امام شعبیؒ نے دریافت کیا صاحبزادے! کیا کرتے ہو؟ کہاں آتے جاتے رہتے ہو؟ جواب دیا کہ تجارت مشغلہ ہے، اسی سلسلہ میں آمد ورفت رہتی ہے پھر امام شعبیؒ نے پوچھا کیا علماء کے پاس بھی آتے جاتے ہو؟ جواب دیا **انا قليل الاختلاط اليهم** میں ان کے پاس کم آتا جاتا ہوں۔ امام شعبیؒ نے اپنی فراست سے پہچان لیا اور علم کی ترغیب دی۔ امام اعظمؒ خود فرماتے ہیں **فوقع في قلبي من قوله فتركت الاختلاط في السوق واخذت في العلم** (مقام حنفیت صفحہ ۶۹) کہ میرے دل میں امام شعبیؒ کی بات بیٹھ گئی اور میں نے بازار کی آمد ورفت چھوڑ کر علم حاصل کرنا شروع کیا۔ اس واقعہ سے امام صاحبؒ کی علم حدیث کی تحصیل شروع ہوئی آپ نے اپنی عمر کے ابتدائی حصہ میں ہی علم حدیث حاصل کرنا شروع کیا تھا لیکن اکثر احادیث آپؒ نے فقہا محدثین سے لیں۔ چنانچہ ابوداؤد طیالسیؒ امام صاحبؒ سے ان کی اپنی بات نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ امام صاحب نے فرمایا **ولدت سنة ثمانين وقدم عبدالله بن انسؓ صاحب رسول الله ﷺ سنة اربع وتسعين ورأيته وسمعت منه وأنا ابن أربع عشرة سنة سمعت رسول الله ﷺ يقول حبك الشئ يعمي ويصم** امام صاحب فرماتے ہیں کہ میں ۸۰ھ کو پیدا ہوا جب میں نے حضرت انسؓ کو دیکھا اور ان سے یہ حدیث سنی کہ کسی چیز کی محبت تجھے اندھا اور بہرا کر دیتی ہے تو اس وقت میری عمر چودہ سال تھی۔ علم حدیث کے تعلم کے حوالہ سے ہی امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں

کہ امام اعظمؒ نے خود اپنا واقعہ ہمیں سنایاقال ولدت سنة ثمانين وحججت مع ابى سنة ست وتسعين وأنا إبن ست عشرة سنة فلما جئت المسجد الحرام رأيت حلقة عظيمة فقلت لأبى حلقة من هذه؟ فقال حلقة عبدالله بن الحارث بن جزر الزبيدى صاحب رسول الله ﷺ فتقدمت سمعته يقول من تفقه فى دين الله كفاه الله همه ورزقه من حيث لايحتسب (مكانة الامام ابيحنيفة بين المحدثين صفحه ۹۸) کہ میری پیدائش ۸۰ھ کو ہوئی اور ۹۶ھ میں، میں نے اپنے والد صاحب کے ساتھ حج کیا، جب میں مسجد حرام کیطرف آیا تو ایک بڑا مجمع دیکھا، تو میں نے اپنے والد صاحب سے پوچھا کہ یہ حلقہ کس کا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ عبداللہ بن حارث کا ہے حضرت عبداللہؓ نے حدیث بالا پڑھی۔

مندرجہ بالاتحریر سے معلوم ہوا کہ آپؒ نے اپنی جوانی کی ابتداء ہی سے علم حدیث صحابہ کرامؓ اور تابعین سے حاصل کرنا شروع کر دیا تھا۔ اور یہ امام صاحبؒ کیلئے ایک اچھی فال بھی ہے کہ ابتداء جوانی سے علم حدیث حاصل کرنا شروع کیا اور بالآخر ایک ذخیرہ احادیث کو جمع کیا اور پھر احکامات متسبط کئے جوامت کیلئے بے مثال نفع بنے كمالا يخفى على العلماء (مقالہ مولانا محمد عبداللہ)

علم حدیث میں امام اعظمؒ کا مقام:

زیر نظر تحریر میں ان کی علمی شخصیت کا صرف محدثانہ حیثیت سے جائزہ لینا مقصود ہے۔ امام اعظم بلاشبہ حدیث میں بھی امام تھے، قرآن وحدیث اور تاریخ ولغت میں مہارت کے بغیر اجتہاد کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا، مجتہد وہی ہو سکتا ہے، جس کو قرآن وحدیث اور ان کے متعلقہ علوم میں مہارت حاصل ہو۔ مجتہد قرآن اور حدیث کو بنیاد بنا کر مسائل مستبط کرتا ہے اور امام اعظم نے اس طرح لاکھوں مسائل مستبط کئے، اس میں ان کا کوئی ہمسر نہیں، امام شافعی نے ان کے حق میں بالکل بجا فرمایا الناس فى الفقه عيال ابى حنيفة. (ابن حجر مکی شافعیؒ، الخيرات الحسان ص ۵) خلیفہ منصور نے انہیں عالم الدنیا کہا عالم کا اطلاق اس زمانہ میں اس شخص پر ہوتا تھا جس کو اسانید اور متون حدیث یاد ہوں۔ مکی بن ابراہیمؒ جلیل القدر حافظ حدیث وفقیہ ہیں،

امام بخاری ابن معینؒ وغیرہ کے استاد ہیں، امام ابوحنیفہ کی شان میں فرماتے ہیں **کان اعلم اهل زمانه** (ظفر احمد عثمانی قواعد فی علوم الحدیث ص ۱۸۷) جسکا مطلب یہ ہوا کہ امام ابوحنیفہ اپنے زمانہ میں علم حدیث کے سب سے بڑے عالم تھے۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ کی عنداللہ مقبولیت:

چنانچہ اس سلسلے میں قارئین کے استفادہ کیلئے حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم لاجپوریؒ کا ایک تفصیلی مضمون من وعن قید تحریر لاتے ہیں۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''یقیناً وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے اللہ تعالیٰ اُن کو محبوبیت عطا فرمائیں گے۔'' (سورۃ مریم ۹۶) حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''یعنی ان کو اپنی محبت دے گا یا خود ان سے محبت کرے گا یا خلق کے دل میں ان کی محبت ڈال دے گا۔'' احادیث میں ہے کہ جب حق تعالیٰ کسی بندہ کو محبوب رکھتا ہے تو اوّل جبریلؑ کو آگاہ کرتا ہے کہ میں فلاں بندہ سے محبت کرتا ہوں تو بھی کر، وہ آسمان میں اس کا اعلان کرتے ہیں، آسمانوں سے اترتی ہوئی اس کی محبت زمین پر پہنچ جاتی ہے اور زمین میں اس بندہ کو حسنِ قبول حاصل ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ مومنوں، کے دلوں میں جس کی محبت ڈال دے وہ اس کے عنداللہ مقبول ہونے کی دلیل ہے۔ لیکن یہ محبت مومنین، صالحین کے دلوں میں پہلے پیدا ہوتی ہے اور پھر عوام میں پھیلتی ہے۔ صرف عوام کے دلوں میں کسی کی محبت آجانا اس کی دلیل نہیں کہ یہ عنداللہ بھی مقبول ہے۔ اگر ہم امام اعظمؒ کے احوال میں غور کریں تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسی قبولیت عطا فرمائی ہے کہ تمام ائمہ مجتہدین بھی ان کی تعریف کرتے دنیا سے گئے ان کے فضائل لکھنے والے صرف حنفی نہیں بلکہ مالکی، شافعی اور حنبلی بھی اس موضوع پر خامہ فرسائی کرتے رہے ہیں۔ حافظ ابوعمر یوسف بن عبدالبر اندلسی مالکیؒ نے **الاشقاء فی فضائل الائمة الثلاثة الفقهاء** میں اپنی سند سے بڑے بڑے محدثین کے اقوال امام صاحبؒ کی تعریف میں نقل فرمائے ہیں۔ ان میں سے چند روایات درج ذیل ہیں۔

۱ ابوحمزہ ثمالی فرماتے ہیں: کہ ہم امام محمد بن علی رحمہ اللہ کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ کے پاس امام ابوحنیفہ تشریف لائے اور آپ سے چند مسئلے پوچھے۔ امام محمد بن علیؒ نے ان کے

جوابات دیئے۔ امام ابوحنیفہؒ چلے گئے تو ہمیں امام محمد بن علیؒ باقر نے فرمایا کہ اس کا طور طریقہ کیا ہی خوب ہے اور اس کی فقاہت کتنی عظیم ہے۔ (الانتقاء، صفحہ ۱۹۳) مشہور ہے ''ولی را ولی مے شناسد'' یعنی ولی کو ولی پہچانتا ہے۔ انداز سوال سے بھی سائل کی علمی استعداد معلوم ہو جاتی ہے۔ حافظ ابن عبدالبر مولود ۳۶۸ھ متوفی ۴۶۳ھ فرماتے ہیں کہ امام صاحبؒ نے امام محمد بن علیؒ سے روایت بھی لی ہے۔ چنانچہ اپنی سند سے نقل فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ سے روایت ہے کہ ابوجعفر محمد بن علیؒ نے ان سے حدیث بیان کی کہ حضرت علیؓ، حضرت عمرؓ کے (جنازہ کے) پاس گئے، آپ پر کپڑا ڈالا ہوا تھا تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ کوئی آدمی ایسا نہیں ہے کہ اس کے نامۂ اعمال سے خدا تعالیٰ سے ملاقات مجھے محبوب تر ہو بہ نسبت اس شخص کے جس پر چادر ڈالی ہوئی ہے (یعنی حضرت عمرؓ کے) (الانتقاء، صفحہ ۱۹۴ء)

نوٹ: یہ محمد بن علی امام جعفر صادق علیہ الرحمۃ کے والد بزرگوار ہیں جو ائمہ اہل بیت میں سے ہیں اور تمام صحاح ستہ والوں نے ان سے روایت کی ہے، امام باقر ان کا لقب ہے، علامہ ذہبی ان کی توثیق ان الفاظ میں کرتے ہیں: **الامام الثبت** بنو ہاشم کے فرد اور حضرت علیؓ کی اولاد سے ہیں، مدینہ میں زندگی گزاری، بڑے سردار ہیں۔ لفظ باقر کے ساتھ مشہور ہیں جو ''بقر العلم'' سے بنا ہے یعنی ظاہری الفاظ کو شق کر کے اس کے مخفی معانی تک پہنچنے والے۔ ان کی پیدائش ۵۶ھ میں اور وفات ۱۱۴ھ میں ہوئی اور وفات کے بارے میں ۱۱۷ھ اور ۱۱۸ھ کا قول بھی ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ، صفحہ ۱۲۴، جلد ۱) معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے امام اعظم ابوحنیفہؒ کی محبت ائمہ اہل بیت کے دل میں بھی ڈال دی تھی، پھر امام محمد باقر، امام اعظم رحمہ اللہ کے استاد بھی ہیں اور استاد سے چال چلن کی تعریف اور فقاہت کی سند ملنا امام صاحبؒ کے لئے باعث صد فخر ہے اور پھر تعریف بھی مرکز اسلام مدینہ میں، اب اگر کوئی ہندوستان یا پاکستان کا آدمی ان پر ناراض ہو تو اس کا یہ فعل سورج پر تھوکنے کی طرح ہوگا جبکہ یہ تعریف خیر القرون میں ہو رہی ہے، اگر پندرہویں صدی میں جو شر القرون ہے امام صاحبؒ سے کوئی ناراض ہو تو اس کی کوئی وقعت نہیں۔

۲ ۔۔۔ حماد بن ابی سلیمان (جو صحاح ستہ کے راوی ہیں کوفہ کے رہنے والے ہیں، ان کی

وفات ۱۲۰ھ میں ہوئی، امام صاحب کے مشہور استاد ہیں) کے بارہ میں اسماعیل بن ہشام فرماتے ہیں: کہ میں ان کی خدمت میں حاضر تھا کہ امام ابوحنیفہ تشریف لائے اور ان سے ایک مسئلہ میں بحث شروع کی، یہاں تک کہ ان کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ جب امام ابوحنیفہ اٹھ کر چلے گئے تو حضرت حماد نے فرمایا کہ یہ شخص اس (علمی استعداد) کے باوجود جو تو اس سے دیکھتا ہے ساری رات بیدار رہ کر نماز پڑھتا ہے۔ (الانتقاء، صفحہ ۱۹۴)

۳ ۔۔۔ مسعر بن کدامؒ (یہ بھی صحاح ستہ کے راوی ہیں، کوفہ کے رہنے والے ہیں، ابن حجر ان کی توثیق **ثقہ ثبت فاضل** کے الفاظ سے کرتے ہیں۔ ان کی وفات ۱۵۳ھ یا ۱۵۵ھ میں ہوئی، امام ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں یعنی امام صاحبؒ سے خوب واقفیت رکھنے والے ہیں) فرماتے ہیں ۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ امام ابوحنیفہ پر رحمت نازل فرمائیں، بلاشبہ وہ البتہ عالم فقیہ تھے۔ (الانتقاء، صفحہ ۱۹۵۔)

۴ ۔۔۔ ایوب (بن ابی تمیمہ) السختیانی (یہ بھی صحاح ستہ کے راوی ہیں، بصرہ کے رہنے والے ہیں، حافظ ابن حجر **ثقة ثبت حجة من كبار الفقهاء العباد** کے الفاظ سے ان کی توثیق کرتے ہیں۔ ۱۳۱ھ میں ان کا انتقال ہوا، عقود الجمان میں لکھا ہے کہ اگر چہ یہ امام صاحبؒ سے بڑے ہیں مگر امام صاحبؒ سے انہوں نے علم حدیث حاصل کیا) سے حماد بن زیدؒ نقل کرتے ہیں کہ حج کے سفر پر جانے سے پہلے میں نے ایوبؒ سے ملاقات کی تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ اہل کوفہ کے فقیہ ابوحنیفہؒ حج کا ارادہ رکھتے ہیں، جب ان سے تیری ملاقات ہو تو ان کو میرا سلام کہنا۔ (الانتقاء، صفحہ ۱۹۵)

امام ابوحنیفہؒ اپنے معاصرین کی نظر میں:

(الف) امام اعمشؒ کوفی متوفی ۱۴۸ھ کی نظر میں:

۵ ۔۔۔ (ان کا نام سلیمان بن مہران ہے، یہ بھی پوری صحاح ستہ کے راوی ہیں، کوفہ کے رہنے والے ہیں۔ حافظ ابن حجر **ثقة حافظ عارف القراءة ورع** کے الفاظ سے اس کی توثیق کرتے ہیں، ان کی ولادت ۶۱ھ کے شروع میں اور وفات ۱۴۷ھ یا ۱۴۸ھ میں ہوئی۔ عقود

الجمان میں ہے کہ یہ امام ابوحنیفہؒ کے استاد ہیں۔ ابوغدہ عبدالفتاحؒ فرماتے ہیں کہ اس کے باوجود امام ابوحنیفہؒ سے مسائل اخذ کیا کرتے تھے۔ ان کے بارہ میں محمد بن عبید طنافسیؒ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حج کا ارادہ کیا، جب حیرہ نامی جگہ میں پہنچے تو علی بن مسعر سے کہا کہ ابوحنیفہؒ کے پاس جاؤ کہ وہ ہمیں مسائل حج لکھ دیں۔ (انتقاء، صفحہ ۱۹۵) ایک مرتبہ کوئی مسئلہ درپیش ہوا تو بے تکلف فرمایا۔ اس مسئلہ کا بہتر جواب ابوحنیفہ ہی دے سکتے ہیں اور اس کے بعد فرمایا۔ **واظن انہ بورک فی العلم** " میں خیال کرتا ہوں کہ خدا نے ان کو علم میں بڑی برکت دی ہے۔ (الخیرات الحسان صفحہ ۳۱)

اسی طرح عبداللہ بن نمیرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام اعمشؒ سے اس حال میں سنا جب ان سے ایک مسئلہ پوچھا گیا کہ اس مسئلہ اور اس جیسے مسائل میں نعمان بن ثابت خزار بہت اچھا جواب دیتا ہے، میری رائے یہ ہے کہ اس کے لئے اس کے علم میں برکت عطا کی گئی ہے۔ (الانتقاء، صفحہ ۱۹۶) ان دونوں روایتوں سے معلوم ہوا کہ ضروری نہیں کہ محدث ہر مسئلہ کی تہہ تک پہنچ سکے۔ عمل کیلئے محدثین کو فقہاء کی ضرورت پڑتی ہے کیونکہ محدث کی پوری محنت الفاظ حدیث پر ہوتی ہے جیسا کہ امام ترمذیؒ بھی ایک موقع پر اس کا اقرار کرتے ہیں کہ **کذا قال الفقہاء وھم اعلم بمعانی الحدیث** کہ فقہاء نے ایسا ہی فرمایا ہے اور وہ فقہاء "معانی حدیث" کو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ (ترمذی، صفحہ ۹۳) اور انہی امام اعمشؒ نے ایک موقع پر فرمایا تھا: **ایھا الفقہاء انتم الاطباء ونحن صیادلۃ** کہ اے فقہاء کے گروہ! تم طبیب ہو اور ہم پنساری ہیں، جس طرح پنساری کے پاس ہر قسم کی جڑی بوٹی ہوتی ہے مگر علاج میں وہ طبیب کی طرف رجوع کرتا ہے اپنی رائے سے کسی جڑی بوٹی کو استعمال نہیں کرتا، اس طرح محدثین کے پاس الفاظ حدیث کا ذخیرہ اگرچہ موجود ہوتا ہے مگر معانی اور پھر عمل کرنے کیلئے وہ فقہاء کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صحاح ستہ والے سارے کسی نہ کسی امام کے مقلد ہیں آج کل جو یہ ذہن عام ہو رہا ہے کہ ہر آدمی حدیث کا ترجمہ دیکھ کر عمل شروع کردے یہ ذہن "اسلاف" میں نہیں تھا۔

(ب) امام ابوحنیفہؒ، امیر المومنین فی الحدیث شعبۃ بن حجاجؒ متوفی ۱۶۰ھ کی نظر میں:

۲ (۱) شعبہ بن الحجاج ائمہ اصحاح کے اعلیٰ رواۃ میں سے ہے سفیان ثوری ان کو امیر المومنین فی الحدیث کہا کرتے تھے حضرت شعبہ امام صاحب کے ساتھ خاص تعلق رکھتے تھے۔ موفق میں ہے (کان شعبة اذا سئل عن ابی حنیفة اطنب فی مدحه و کان یهدی الیه فی کل عام طرفة) جب شعبہ سے ابوحنیفہ کے متعلق پوچھا جاتا تو امام صاحب کی تعریف وتوصیف کرتے اور ہر سال امام صاحب کیلئے نیا تحفہ بھیجتے تھے (موفق جلد۲ صفحہ ۴۶) (۲) جب آپ کو امام صاحب کی وفات کی خبر پہنچی تو انا للہ پڑھا اور فرمایا (طفیٔ عن الکوفة نور العلم (ما انهم لایرون مثله ابدا) آج کوفہ کا چراغ علم بجھ گیا اور اب اہل کوفہ کو قیامت تک آپ کی نظیر نہیں ملے گی (الخیرات الحسان صفحہ ۶۲ فصل ۳) (یہ شعبہ بن حجاج بن ورد ہیں، پہلے واسط میں اور پھر بصرہ میں رہائش پذیر ہے، حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ یہ ثقة حافظ متقن تھے، سفیان ثوریؒ ان کو امیر المؤمنین فی الحدیث کہتے تھے۔ انہوں نے سب سے پہلے عراق میں ''رجال'' کی تحقیق شروع کی اور سنت کا دفاع کیا اور بڑے عبادت گزار تھے۔ یہ بھی پوری صحاح ستہ کے راوی ہیں۔ ۱۶۰ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ (تقریب، صفحہ ۱۴۵ عقود الجمان میں ہے کہ یہ امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد ہیں) ان کے بارہ میں شبابہ بن سوارؒ فرماتے ہیں کہ وہ امام ابوحنیفہؒ کے بارہ میں اچھی رائے رکھتے تھے اور مجھے وراق کے درج ذیل اشعار سنایا کرتے تھے۔

اذا ما الناس یوماً قایسونا — بآبدة من الفتیا قریفه
رمینا هم بمقیاس مصیب — صلیب من طراز ابی حنیفه
اذ سمع الفقیه به دعاه — واثبته بحبر فی صحیفه

ترجمہ: کہ جب لوگ ہم سے عجیب نادر مسئلہ میں قیاس کا مقابلہ کرتے ہیں تو ہم اس پر امام ابوحنیفہؒ کے طریقہ کا ایسا درست پختہ قیاس پھینکتے ہیں کہ جب فقیہ اس کو سنتا ہے تو اس کو یاد کرتا ہے اور روشنائی سے اس کو اپنی کاپی میں لکھ لیتا ہے نیز عبدالصمد ابن عبدالوارث فرماتے ہیں کہ ہم

شعبہ بن الحجاج کے پاس بیٹھے تھے کہ ان سے کہا گیا، امام ابوحنیفہؒ فوت ہو گئے تو شعبہؒ نے کہا کہ اس کے ساتھ کوفہ کی فقہ چلی گئی۔ اللہ تعالیٰ ہم پر اور ان پر اپنی رحمت سے فضل فرمائیں۔ (الانتقاء، صفحہ ۱۹۶)

احمد بن ابراہیم دروقی فرماتے ہیں: یحییٰ بن معین سے امام ابوحنیفہ کے بارہ میں سوال کیا گیا، اس حال میں کہ میں سن رہا تھا تو انہوں نے فرمایا ثقہ ہیں، میں نے کسی آدمی کو نہیں سنا کہ اس نے امام صاحبؒ کو ضعیف کہا ہو، یہ شعبہ بن حجاج امام ابوحنیفہؒ کو حدیث بیان کرنے کا لکھتے تھے اور ان کو حکم دیتے اور شعبہ تو شعبہ ہی ہیں۔ (الانتقاء، صفحہ ۱۹۷) یعنی شعبہؒ جیسے عظیم نقاد جب ان سے حدیثیں لیتے تھے تو ان کی توثیق میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔

(ج) امام ابوحنیفہؒ، امام حدیث سفیان ثوریؒ المتوفی ۱۶۱ھ کی نظر میں:

۷ ...... سفیان ثوریؒ (یہ سفیان بن سعید بن مسروق ہیں جن کی کنیت ابوعبداللہ ہے، کوفہ کے رہنے والے ہیں ثقہ، حافظ، فقیہ، عابد، امام حجۃ طبقہ سابعہ کے رئیس ہیں۔ ان کا ۱۶۱ھ میں ۶۴ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔ یہ بھی تمام صحاح ستہ کے راوی ہیں، آپ نہایت عظیم المرتبت شخص ہیں اپنے زمانے کے بڑے درجے کے محدث تھے۔ خطیب نے لکھا ہے کہ ان کی امامت، پختگی، ضبط، حفظ، معرفت، زہد وتقویٰ پر علماء کا اتفاق ہے۔ امام صاحب کے معاصر ہیں اور آپ کے بڑے مداح ہیں۔ امام صاحب بھی ان کے قدرداں تھے۔ اور بڑی تعریف کرتے تھے آپ امام ابوحنیفہ کے متعلق فرماتے ہیں (۱) كان والله شديد الاخذ للعلم ذابا عن المحارم لاياخذ الابماصح عنه عليه السلام شديد المعرفة بالناسخ والمنسوخ وكان يطلب احاديث الثقات و الاخير من فعل النبی ﷺ یعنی بخدا امام ابوحنیفہ علم حاصل کرنے میں بڑے مستعد اور منہیات کی روک تھام کرنے والے تھے۔ وہی حدیث لیتے تھے جو حضور اکرم ﷺ سے پایۂ صحت کو پہنچ چکی ہو ناسخ ومنسوخ کی پہچان میں قوی ملکہ رکھتے تھے، وہ قابل اعتماد حضرات کی روایات اور رسول اللہ ﷺ کے آخری عمل کی تحقیق وتلاش میں رہتے تھے (کردری جلد۲ صفحہ ۱۰ الخیرات الحسان صفحہ ۳۰)

۲) كان الثوری اذا سئل عن مسئلة دقيقة يقول ما كان احد يحسن ان يتكلم فی هذا الامر الا رجل قد حسدناه ثم يسئل اصحاب ابی حنيفة ما يقول صاحبكم فيحفظ الجواب ثم يفتی سفیان ثوری سے جب کوئی دقیق مسئلہ دریافت کیا جاتا تو فرماتے اس مسئلہ میں کوئی عمدہ تقریر نہیں کرسکتا سوائے اس شخص کے جس پر ہم حسد کرتے ہیں (یعنی امام ابوحنیفہؒ) پھر امام صاحب کے شاگردوں سے دریافت کرتے کہ اس مسئلہ میں تمہارے استاد کا کیا قول ہے اور وہ جواب دیتے اس کو یاد کرتے اس کے موافق فتوی دیتے۔ (موفق جلد۲ صفحہ۱۱۴، تقریب صفحہ۱۲۸)

عقود الجمان میں ہے کہ انہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے علم حاصل کیا اور امام صاحبؒ نے ان سے علم حاصل کیا) ان کے بارہ میں حسین بن واحد نقل کرتے ہیں کہ مروشہر میں ایک مسئلہ درپیش آیا تو میں نے کسی کو اس کا حکم بیان کرنے والا نہیں پایا تو میں نے عراق میں جاکر سفیان ثوری سے وہ مسئلہ پوچھا انہوں نے کچھ دیر سر جھکائے رکھا اس کے بعد فرمایا اے حسین! مجھے اس مسئلہ کا علم نہیں۔ میں نے کہا کہ آپ وقت کے امام ہوکر کہتے ہیں کہ مجھے علم نہیں تو انہوں نے فرمایا میں ایسا ہی کہتا ہوں جیسا کہ حضرت ابن عمرؓ نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا تھا: لا ادری (یعنی میں نہیں جانتا) حسین بن واقد فرماتے ہیں کہ میں امام ابوحنیفہؒ کے پاس گیا، ان سے مسئلہ پوچھا تو انہوں نے مجھے مسئلہ بتایا، میں نے اس کا تذکرہ سفیانؒ سے کیا تو انہوں نے پوچھا امام ابوحنیفہ نے تمہیں کیا جواب دیا، میں نے کہا انہوں نے ایسا ایسا جواب دیا ہے تو سفیان تھوڑی دیر خاموش رہے، پھر فرمایا اے حسین! وہ مسئلہ ایسے ہی ہے جیسے ابوحنیفہ نے تجھے بتایا۔ حضرت ابو خالد فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے سفیان ثوری سے (ان کی رائے سے خلاف) فرمایا کہ ابوحنیفہ نے اس مسئلہ کے بارے میں ایسے ایسے فرمایا ہے تو سفیان ثوری دیر رہے (یعنی اپنی رائے ترک کردیا) (الانتقاء، صفحہ ۱۹۷) اسی طرح عبداللہ بن داؤد خریبی فرماتے ہیں کہ میں سفیان ثوری کے پاس تھا کہ ایک آدمی نے ان سے حج کا مسئلہ دریافت کیا، انہوں نے جواب دیا، اس آدمی نے کہا کہ امام ابوحنیفہ نے اس مسئلہ کے بارے میں ایسے فرمایا ہے، تو حضرت سفیان ثوری نے

فرمایا کہ یہ مسئلہ ایسے ہے جیسے امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا ہے اور کون ہے جو امام صاحبؒ کے فتویٰ کے علاوہ فتویٰ دے۔ امام ابو یوسفؒ فرماتے تھے کہ سفیان ثوریؒ مجھ سے زیادہ امام ابوحنیفہؒ کی اتباع کرنے والے تھے۔ (الانتقا، صفحہ ۱۹۸)

(د) امام ابوحنیفہؒ، مغیرہ بن مقسم الضبیؒ کی نظر میں:

۸ ..... مغیرہ بن مقسم الضبیؒ (امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں ان کی روایت لی ہے۔ یہ ثقہ متقن ہیں۔ ۱۳۶ھ میں ان کا انتقال ہوا، یہ کوفہ کے رہنے والے تھے) جریر بن عبدالحمیدؒ فرماتے ہیں کہ مجھ سے یہ مغیرہؒ پوچھا کرتے تھے کہ تو امام ابوحنیفہؒ کے پاس کیوں نہیں جاتا؟ (یعنی ترغیب دیتے کہ ان کے پاس جانا چاہئے) (الانتقاء، صفحہ ۱۹۸)

(ھ) امام ابوحنیفہؒ، حسن بن صالحؒ کی نظر میں:

۹ ..... حسن بن صالح بن حییؒ (یہ مسلم اور صحاح اربعہ یعنی ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ کے راوی ہیں۔ امام بخاریؒ نے ان سے الادب المفرد میں روایت نقل کی ہے۔ یہ ثقہ فقیہ عبادت گزار تھے۔ ۱۹۹ھ میں ان کا انتقال ہوا، ان کی امام ابوحنیفہؒ سے ملاقات بھی ہوئی ہے اور ان سے علم بھی حاصل کیا ہے) یحییٰ بن آدمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حسن بن صالحؒ کو سنا، فرماتے تھے نعمان بن ثابتؒ بڑے سمجھدار عالم، اپنے علم میں پختہ ہیں۔ ان کے نزدیک جب حضور ﷺ کی صحیح حدیث آجائے تو وہ اس سے تجاوز کر کے اسکے علاوہ کوئی قول نہیں کرتے (الانتقاء، صفحہ ۱۹۹) یہ حسن بن صالح امام ابوحنیفہ کو حدیث میں اہل کوفہ کا عارف اور حافظ کہتے ہیں۔ خیرات الحسان میں صفحہ ۳۰ پر ہے وعن الحسن بن صالح ان اباحنیفة کان شدید الاتباع لما کان الناس علیه حافظ لما وصل الی اهل بلده حسن بن صالح سے مروی ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ جمہور کے مسلک کی پیروی میں نہایت سخت اور ان کی احادیث کے حافظ تھے۔

۱۰ ..... سفیان بن عیینہؒ (یہ بھی صحاح ستہ کے راوی ہیں، ان کا نام ونسب یہ ہے سفیان بن عیینہ بن ابی عمران میمون الہلالی۔ ان کی کنیت ابومحمد ہے، کوفہ کے رہنے والے ہیں، آخر میں مکہ چلے گئے۔ یہ ثقہ، حافظ، فقیہ، امام، حجت ہیں۔ ۹۱ سال کی عمر میں رجب ۱۹۸ھ میں ان کا انتقال

ہوا (تقریب صفحہ ۱۲۸، یہ امام اعظمؒ کے شاگرد ہیں) سوید بن سعید انباریؒ فرماتے ہیں میں نے سفیان بن عیینہ سے سنا، فرماتے تھے کہ مجھے سب سے پہلے جس شخص نے کوفہ میں حدیث کیلئے بٹھایا وہ امام ابوحنیفہ تھے، انہوں نے مجھے کوفہ کی جامع مسجد میں بٹھا کر لوگوں میں اعلان کردیا کہ یہ شخص عمرو بن دینارؒ کی احادیث کو سب سے زیادہ یہاں بیٹھ کر بیان کرے گا، پھر میں نے لوگوں سے حدیث بیان کی۔ اسحٰق بن ابی اسرائیل فرماتے ہیں کہ میں نے سفیان بن عیینہ کو سنا، فرماتے تھے کہ ہم ایک دن سعید بن ابی عروبہ کے پاس گئے تو انہوں نے کہا کہ میرے پاس امام ابوحنیفہؒ کی جانب سے ایک ہدیہ آیا ہے، یا فرمایا کہ کچھ ہدیئے میری طرف امام ابوحنیفہؒ نے بھیجے ہیں۔ کیا میں ان میں تیرا حصہ بھی مقرر کروں؟ تو میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کی ذات سے نفع دے اور جس نے آپ کو ہدیہ دیا ہے اللہ تعالیٰ اس ہدیہ کا اس کو اچھا بدلہ عطا فرمائیں۔ (الانتقاء، صفحہ ۱۹۹) تلک عشرۃ کاملہ

ان حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے امام ابوحنیفہؒ کے ہم عصر تمام محدثین وفقہاء، خواہ وہ آپ کے شاگرد ہوں یا اساتذہ، کوفہ والے ہوں یا مکہ مدینہ والے، ان سب کے دلوں میں امام اعظم ابوحنیفہؒ کی محبت ڈال دی تھی جو عنداللہ حسن قبول کی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان فقہاء کے بغض سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین) (فتاویٰ رحیمیہ ج:۴/ص ۲۱۷، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱)

علامہ ذہبی نے امام ابوحنیفہ کو حفاظ حدیث میں ذکر کیا ہے (شمس الدین الذھبی تذکرۃ الحفاظ ۱/ص ۱۵۸، ۱۵۹) اور محدثین کی اصطلاح میں حافظ الحدیث وہ ہوتا ہے جس کو ایک لاکھ احادیث کی اسانید ومتون اور احوال رواۃ پر جرح وتعدیل اور تاریخ کے اعتبار سے عبور حاصل ہو (ظفر احمد عثانی ،قواعد فی علوم الحدیث ۳۲) سفیان بن عیینہؒ کے نام سے علم حدیث سے تعلق رکھنے والوں میں کون ناواقف ہوگا وہ محدثین کی جماعت کا درخشاں تارا ہیں۔ امام اعظمؒ کے بارے فرماتے ہیں اول من صیرنی محدثا ابو حنیفة (ظفر احمد عثانی ،قواعد فی علوم الحدیث ص ۱۹۲) یعنی امام ابوحنیفہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے مجھے محدث بنایا۔

(و) امام ابوحنیفہؒ، امام حدیث مسعر بن کدامؒ کی نظر میں:

مسعر بن کدامؒ کی حدیث میں مہارت مسلمہ ہے، امام شعبی اور سفیان ثوری ان کو ''میزان عدل'' کہتے ہیں، کسی مسئلہ میں اختلاف ہوتا تو مسعر بن کدامؒ سے فیصلہ کراتے (احمد رضا بجنوری، مقدمہ انوار الباری ص ۲۵) یہی مسعر بن کدامؒ امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں فرماتے ہیں **وطلبت الحدیث مع ابی حنیفه فغلبنا واخذنا فی الزهد فبرع علینا و طلبنا معه الفقه فجاء ماترون (عقود الجمان ص ۱۹۷ للدمشقی)** ہم علم حدیث کی طلب میں امام ابوحنیفہ کے ساتھ رہے تو انہیں ہم پر فوقیت حاصل رہی، زہد میں لگے تو اس میں بھی وہ فائق رہے۔ فقہ شروع کی تو اس میں ان کا مقام تو تم جانتے ہی ہو'' (شمس الدین الذھبی، مناقب ابو حنیفہؒ ۲۷ بشکریہ ماہنامہ الفاروق ربیع الاول ۱۴۱۷ھ)

(ز) امام ابوحنیفہؒ، محدث شہیر یزید بن ہارونؒ المتوفی ۲۰۶ھ کی نظر میں:

موصوف اپنے زمانے کے امام کبیر محدث وثقہ تھے۔ امام اعظمؒ، امام مالکؒ اور سفیان ثوریؒ کے شاگرد ہیں یحییٰ بن معین علی بن مدینی وغیرہ شیوخ کے استاذ ہیں۔ تلامذہ کا شمار نہیں۔ ستر ہزار ایک وقت میں ہوتے تھے چالیس سال تک عشاء کی وضو سے صبح کی نماز ادا کی (بحوالہ انوار الباری صفحہ ۸۰ مقدمہ حصہ اول) آپ امام صاحب کے متعلق فرماتے ہیں۔ (۱) **کتبت عن الف شیخ حملت عنهم العلم فما رأیت والله فیهم اشد ورعاً من ابی حنیفة ولا احفظ لسانه** میں نے ہزارہا شیوخ سے علم حاصل کیا۔ لیکن خدا کی قسم میں نے ابوحنیفہ سے زیادہ کسی کو متقی اور زبان کا سچا نہیں پایا (موفق جلد ۱ صفحہ ۱۹۵)

۲) انبأ محمد بن سعدان سمعت من حضر یزید بن هارون وعنده یحیی بن معین و علی بن المدینی و احمد بن حنبل و زهیر بن حرب وجماعة آخرون اذجاء ه مستفت فسأله عن مسئلة قال فقال یزید اذهب الیٰ اهل العلم قال فقال ابن المدینی الیس اهل العلم و الحدیث عندک قال اهل العلم اصحاب ابی حنیفة وانتم صیادلة ۔یعنی ایک دن یزید بن ہارون کی مجلس میں یحییٰ بن معین اور امام احمدؒ

وغیرہ موجود تھے۔ ایک شخص نے آکر مسئلہ دریافت کیا آپ نے فرمایا اہل علم کے پاس جاکر دریافت کرلو علی بن مدینی بولے کیا آپ کے پاس اہل علم نہیں فرمایا اہل علم تو اصحاب ابی حنیفہ ہیں تم عطار اور دوافروش ہو (موفق جلد ۲ صفحہ ۴۷)

۳) وسئل متی یحل للرجل ان یفتی فقال اذا کان مثل ابی حنیفة) کسی نے پوچھا ایک عالم فتویٰ دینے کے قابل کب ہوتا ہے؟ فرمایا! جب وہ امام ابوحنیفہ جیسا ہو جائے ان سے کہا گیا۔ آپ عجیب بات کہتے ہو؟ فرمایا ہاں، بلکہ اس سے بھی زیادہ مجھے آپ کی تعریف کرنا چاہیے میں نے ان سے بڑا کسی کو عالم فقیہ اور متورع نہیں دیکھا۔ ایک روز میں نے ان کو دیکھا کہ ایک شخص کے دروازے کے سامنے دھوپ میں بیٹھے ہیں میں نے عرض کیا آپ سائے میں ہو جائے فرمایا۔ اس گھر والے پر میرے کچھ روپے قرض ہیں اس لئے اسکے گھر کے سائے میں بیٹھنا مجھے ناپسند ہوا۔ یزید بن ہارون نے یہ واقعہ بیان کرکے فرمایا۔ ای ورع اکبر من هذا ؟ بتاؤ اس سے بڑا درجہ بھی ورع ہوسکتا ہے۔ (موفق جلد ۱ صفحہ ۱۹۱)

انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ حافظ حدیث ہیں (ذہبی تذکرۃ الحفاظ صفحہ ۱۵۲) میں اور علامہ سیوطیؒ تبیض الصحیفہ ص ۱۳ میں لکھتے ہیں سئل یزید بن هارون ایهما افقه الثوری ام أبا حنیفة فقال ابو حنیفة افقه و سفیان احفظ یزید بن ہارون سے کسی نے دریافت کیا کہ ثوری بڑے عالم تھے۔ یا ابوحنیفہ؟ جواب دیا ابوحنیفہ فقہ کے بڑے عالم تھے اور ثوری حدیث کے پس امام ابوحنیفہ کا حافظ حدیث ہونا یزید بن ہارون کے کلام سے بھی ثابت ہو۔ مشہور محدث یزید بن ہارون فرماتے ہیں کان ابو حنیفة احفظ اهل زمانه (عبد الرشید نعمانی ابن ماجه اور علم حدیث ص ۲۱) ترجمہ: ''امام ابوحنیفہ اپنے زمانے میں سب سے بڑے حافظ الحدیث تھے''

امام ابوحنیفہ، کبار محدثین کی نظر میں:

عبداللہ بن مبارک سے وکیع تک آپ کے ثقہ، صدوق اور جید الحفظ ہونے کے متعلق اور آپ کی تعدیل و توثیق میں بڑے بڑے ائمہ فن اور کبار محدثین نے بہت کچھ بیان کیا ہے۔ موقع کی

مناسبت سے چند کبار محدثین جو اپنے اپنے زمانہ کے مشہور محدث اور ائمہ جرح وتعدیل ہیں کا بیان نقل کیا جاتا ہے۔ عبداللہ بن مبارک کو امیر المؤمنین فی الحدیث کہلاتے ہیں انہوں نے علم حدیث کے حصول کیلئے عالم اسلام کے چپہ چپہ کا سفر کیا، ایک ایک محدث سے جا جا کر حدیثیں حاصل کیں لیکن جب امام ابوحنیفہؒ کی آغوش تربیت میں آئے تو ان ہی کے ہو کے رہ گئے، وہ امام ابوحنیفہ کو حدیث کا شاہنشاہ کہتے تھے (خطیب بغدادی تاریخ بغداد ۱۳/۳۴۵)" کہتے تھے میرا سب کچھ امام ابو حنیفہ کا رہین منت ہے قدرت ان کے ذریعہ اعانت نہ کرتی تو میں ایک عام آدمی ہوتا (ظفر احمد عثمانی واعد فی علوم الحدیث ص ۱۸۷) حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم فتاویٰ رحیمیہ میں عبداللہ بن مبارکؒ کے متعلق ارقام فرماتے ہیں۔ امام صاحبؒ کی شاگردی پر آپ بڑا فخر کیا کرتے تھے آپ فرماتے۔

(۱) کان احفظ احادیث رسول اللہ ﷺ و سمع من الامام الکثیر و کان یحث الناس علیٰ اتباعه قال کنا نختلف الیٰ مشائخ الحجاز و العراق فلم یکن مجلس اعظم برکة و لا اکثر نفعاً من مجلس الامام آپ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے احادیث کے بڑے حافظ تھے اور آپ نے امام صاحب سے بہت سے احادیث سنی ہیں۔ آپ لوگوں کو امام صاحب کی اتباع کرنے کی ترغیب دیتے تھے فرماتے تھے کہ حجاز اور عراق کے مشائخ کے مجلس میں آتے جاتے ہیں لیکن امام صاحب کی مجلس سے زیادہ کوئی مجلس بابرکت اور نفع بخش نہیں دیکھی (مناقب کردری جلد ا صفحہ ۱۰۳)

۲) قال اختلفت الیٰ البلاد فلم اعلم باصول الحلال و الحرام حتی لقیته ۔ میں تمام شہروں میں علم کی طلب کیلئے گیا ہوں لیکن امام صاحب کی ملاقات سے قبل تک حلال وحرام کے اصولوں سے واقف نہ ہو سکا۔

۳) جالست الناس فلم ارا حدا اعلم بالفتوی منه ۔ میں علماء کی مجالس میں بیٹھا ہوں لیکن آپ سے بڑھ کر کسی کو فتویٰ دینے کے قابل نہیں دیکھا (کردری جلد ا صفحہ ۱۰۲)

۴) لولا مخافة الافراط ماقدمت علیه احداً من العلماء ۔ اگر مجھے اس کی طرف سے افراط کا الزام لگ جانے کا خوف نہ ہوتا تو میں امام صاحب پر کسی کو ترجیح نہ دیتا

(کردری جلد ا صفحہ ۱۰۳)

۵) غلب علی الناس الحفظ والفقہ والعلم والصیانۃ والدیانۃ وشدۃ الورع۔ آپ نے اپنے حفظ، فقہ، علم، احتیاط، دیانت اور اعلیٰ درجہ کے تقویٰ کی وجہ سے سب پر غلبہ پالیا (جامع بیان العلم وفضلہ بحوالہ تقلید ائمہ صفحہ ۱۱۳)

۶) لیس احد احق ان یقتدی بہ من ابی حنیفۃ لانہ کان اماماً تقیاً ورعا عالماً فقیھاً کشف العلم لم یکشفہ احد ببصر و فہم و فطنۃ۔ یعنی امام ابوحنیفہ سے بڑھ کر کوئی لائق اقتدا نہیں۔ کیونکہ وہ امام متقی، خدا ترس، عالم اور فقیہ تھے۔علم کو اپنی بصیرت سمجھ اور عقل سے ایسا منکشف کیا کہ کسی نے نہیں کیا (الخیرات الحسان صفحہ ۲۹ فصل ۱۳) (بحوالہ فتاوی رحیمیہ ج:۴/ ص ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹) سفیان ثوری کی جلالت شان علم حدیث میں مسلم ہے امام ابوحنیفہ کے بارے میں فرماتے ہیں کنا بین ابی حنیفۃ کالعصافیر بین یدی البازی وان ابا حنیفۃ سید العلماء (قواعد فی علوم الحدیث مؤلفہ مولانا ظفر احمد عثمانی ص ۱۹۰) ابوحنیفہؒ کے سامنے ہم ایسے تھے جیسے شاہین کے سامنے کنجشک، وہ تو علما کے سردار ہیں۔امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں. ابوحنیفۃ ثقۃ، ابو حنیفہؒ قابل اعتماد محدث ہیں

(ا) امام ابو یوسف فرماتے ہیں ما رأیت احدا اعلم بتفسیر الحدیث من ابی حنیفۃ میں نے امام ابوحنیفہؒ سے بڑھکر کسی کو نہیں دیکھا کہ جو حدیث کی تشریح کو زیادہ جانتا ہو۔ (فتاوی رحیمیہ ج:۴/ ۲۲۴)

(ب) علامہ صمیری امام حسن بن صالح سے نقل کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ ناسخ اور منسوخ حدیث کی خوب چھان بین کرنے والے اور علما کوفہ کی مرویات کا خوب علم رکھتے تھے۔

(ج) حضرت شیخ عبدالحق محدث دھلوی المتوفی ۱۰۵۲ھ فرماتے ہیں کہ ''محدثین سے مروی ہے کہ امام ابوحنیفہ کے پاس کئی صندوق تھے، جن میں انہوں نے اپنی احادیث مسموعہ کو محفوظ رکھا تھا۔ (د) یہ قول امام صاحب کا محدث ہونے کا بین ثبوت ہے۔ (حوالہ بالا)

تاریخ کی کتابوں میں امام ابوحنیفہ کے حفظ حدیث کے متعلق بڑے حیرت انگیز واقعات مروی ہیں، ایک مرتبہ ایک مجلس میں امام ابوحنیفہؒ اور امام اعمشؒ دونوں موجود تھے، کسی نے آپ سے مسئلہ پوچھا، آپ نے جواب دیدیا، امام اعمشؒ نے جواب سن کرفرمایا: من أین أحدث هذا ؟ آپ نے یہ مسئلہ کہاں سے اخذ کیا؟ امام نے برجستہ جواب دیا انت حدثتنا عن ابی صالح عن ابی هریره وانت حدثتنا عن ابی ایاس عن ابن مسعود الانصاری ... کذا یعنی آپ ہی نے تو حضرت ابوھریرہؓ سے ابوصالح کے واسطے سے ہمیں اسطرح یہ حدیث بیان کی ہے اور آپ ہی نے حضرت ابومسعود انصاری سے ابوایاس کے طریق سے ہمیں اس طرح حدیث بیان فرمائی ہے (یعنی یہ مسئلہ آپ ہی کی بیان کردہ حدیثوں سے میں نے اخذ کیا ہے) امام اعمش سن کرحیران ہوئے پھر فرمانے لگے یا معشر الفقهاء انتم الاطباء ونحن الصیادلة وانت اخذت ایها الرجل بکلا الطرفین (ملا علی قاریؒ، مناقب الامام الاعظم، ابو حنیفه اور علم حدیث ص ۵۹) تم فقہاء اطباء ہواور ہم تو عطار ہیں (یعنی عطار کے پاس صرف دواؤں کا سٹاک ہوتا ہے، وہ ان کی ترکیب وخواص نہیں جانتا، اطباء اُنکے اثرات اور ترکیب بھی جانتے ہیں) پھر امام صاحب سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا آپ نے تو فقہ وحدیث دونوں کو جمع کرلیا ہے۔

امام ابوحنیفہؒ ورع وتقویٰ میں سب سے اول تھے:

حافظ امام یزید بن ہارون فرماتے ہیں ادرکت الف رجل و کتبت عن اکثر هم مارآیت فیهم افقه ولا ادرکت الف رجل اورع ولا اعلم من خمسة اولهم ابو حنیفة (مقدمہ اعلاء السنن ج ۳ صفحہ ۸)

عبداللہ بن مبارکؒ کا سوال:

حضرت عبداللہ بن مبارک سے روایت ہے فرماتے ہیں رحلت الکوفة فسالت من علمائها فقلت لهم من اعلم الناس فی بلادکم هذه قالوا کلهم الامام ابوحنیفه فقلت لهم من اعبد الناس واکثرهم اشتغالا بالعلم فقالوا کلهم الامام ابو حنیفه

فما سالتهم عن خلق من اخلاق حسنة الاو قالوا كلهم لانعلم احداً تخلق بذالک غیر الامام (المیزان صـ ۸) علامہ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں فرماتے ہیں کہ ان سب میں علم سے مراد علم حدیث ہے، کیونکہ تابعین کے زمانہ میں فلسفہ منطق وغیرہ علوم متعارف نہیں ہوئے تھے۔ (مقدمہ اعلاء السنن ۹/۳)

امام ابو یوسفؒ کا ارشاد گرامی:

فتاویٰ رحیمیہ میں حضرت مولانا مفتی عبد الرحیم لاجپوری ارقام فرماتے ہیں۔ امام ابو یوسف علم حدیث میں امام احمد، علی بن المدینی اور یحییٰ بن معین وغیرہم اکابر محدثین کے استاد ہیں جو امام بخاری وغیرہ محدثین کے شیوخ میں سے ہیں انہوں نے امام ابوحنیفہ کو ابصر بالحديث الصحيح کہا ہے (حدیث صحیح کے بہت جاننے والے) امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ جب امام ابوحنیفہ کوئی مسئلہ بیان فرماتے تو میں کوفہ کے تمام شیوخ حدیث کے پاس جاتا، ان سے وہ احادیث جمع کر کے لاتا جو امام ابوحنیفہ کے قول کی تائید کرتی تھیں۔ فتاوی رحیمیہ ج: ۴/ ۲۲۴) امام اعظم کو اس خیال سے سناتا کہ آپ سن کر خوش ہوں گے، لیکن جب میں احادیث سنا کر فارغ ہوتا تو امام صاحب جرح شروع کرتے کہ ان میں سے فلاں حدیث میں فلاں نقص ہے، فلاں حدیث میں فلاں راوی ضعیف ہے اور فلاں علت پائی جارہی ہے اسلئے وہ قابل استدلال نہیں، اس کے بعد امام ابوحنیفہ فرماتے انا عالم بعلم اهل الكوفة (ملا علی قاری، مناقب الامام الاعظم، بحوالہ امام ابوحنیفہ اور علم حدیث ص ۹۵) میں اہل کوفہ کے علم حدیث کا عالم ہوں۔

امام اعظم کے شیوخ علم حدیث کے کبار حفاظ حدیث تھے۔ امام ذہبیؒ تذکرۃ الحفاظ میں امام صاحب کے بیس اکابر ومشائخ حدیث ذکر کئے ہیں۔ امام ذہبی لکھتے ہیں سمع الحديث من عطاء بمكة (مناقب ذہبی صفحہ ۱۱) واكبر شيخه عطاء بن ابی رباح

(دول الاسلام صفحہ /۴۷)

امام اعظم ابوحنیفہ نے ۹۸ھ سے علم حدیث کا آغاز کیا اور ۱۰۰ھ جس وقت آپ کی عمر بیس سال تھی پوری طرح اس کے حصول میں لگ گئے۔ اور ۱۰۴ھ تک یہ سلسلہ جاری رہا۔

اصحاب صحاح ستہ نے عطاء بن ابی رباح سے روایات لی ہیں۔

قاضی ابویوسف بھی امام اعظم کے واسطے سے عطاء سے روایت کرتے ہیں۔ مثلاً عن ابی حنیفة عن عطاء عن ابن عمرؓ انه قال لیس فی القبلة وضوء یہ اوپر والی مؤطا امام محمد میں بھی روایت آئی ہے۔

تذکرہ الحفاظ اور تہذیب التہذیب میں حضرت عطاء سے نقل کیا گیا ہے۔ حضرت عطاء کہتے ہیں ادرکت مائتی صحابی (تہذیب التہذیب ص۲۰۳) یعنی حضرت عطاء نے دو سو صحابہ کرام کو پایا ہے۔

امام اعظم کے استاذ حدیث حضرت عمرو بن دینار بھی ہیں۔ عمرو بن دینار بھی مشہور محدث ہیں حضرت سفیان بن عیینہ نے تصریح کی ہے کہ ہمارے نزدیک عمرو بن دینار سے زیادہ فقیہ اور زیادہ عالم اور زیادہ حافظ حدیث کوئی نہیں ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ صفحہ ۱۰۷)

یہ جلیل القدر تابعی، محدث سب امام صاحب کے استاد حدیث ہیں۔

نیز عمرو بن دینار امام اعظم کے استاذ ہیں چنانچہ کتاب الآثار میں یہ روایت موجود ہے عن ابی حنیفة عن عمرو بن دینار عن جابر عن زید انه قال اذا خیرت المراۃ نفسها فقامت من مجلسها قبل ان تختار فلیس بشیئ (کتاب آلاثار ص ۸۷)

چہل حدیث امام ابوحنیفہ میں تحریر ہے حافظ ابن حجر مکی کی تصریح کے مطابق امام ابوحنیفہؒ کے شیوخ کی تعداد چار ہزار ہے (ابن حجر مکی، خیرات الحسان ص ۲۳) اس میں تو کوئی شک نہیں کہ امام اعظم نے کئی صحابہ کی زیارت کی ہے چنانچہ ابن سعد نے طبقات میں، علامہ ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ میں، علامہ مزیؒ نے تہذیب الکمال میں، علامہ نوویؒ نے تھذیب الاسماء واللغات میں، علامہ سیوطیؒ نے تبییض الصحیفہ میں اسکی تصریح کی ہے۔ البتہ اس سلسلہ میں دو رائے ہیں کہ امام اعظم نے صحابہ سے روایت کی ہے، بعض حضرات انکار کرتے ہیں چنانچہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں "صاف بات یہ ہے کہ امام صاحب نے صحابہ سے ایک روایت بھی کی ہوتی تو سب سے پہلے امام صاحب کے تلامذہ خاص اس کو شہرت دیتے لیکن ان سے ایک حرف بھی اس واقعہ کے متعلق منقول نہیں" (شبلی نعمانی، سیرۃ النعمان)

لیکن علامہ سیوطیؒ نے تبییض الصحیفہ میں متعدد روایات ذکر کی ہیں، جو امام اعظمؒ نے حضرت انسؓ، عبداللہ بن ابی اوفیؓ، عبداللہ بن الحارثؓ، حافظ ابن عبدالبر کے تصریح کے مطابق وہ روایت جو امام ابوحنیفہ نے عبداللہ بن حارث سے سنا ہے یہ ہے من تفقه فی الدین کفاه الله همه ورزقه من حیث لایحتسب (جامع بیان العلم، سیوطی، تبییض الصحیفہ بمناقب ابی حنیفہ ٢٦، ٣٤) عبداللہ بن انیس، واثلہ بن اسقعؓ سے نقل کی ہیں۔ ابن کثیر کا کہنا ہے کہ لانه ادرک الصحابة ورأی انس بن مالک امام صاحب نے صحابہ کو پایا اور حضرت انسؓ کو دیکھا ہے (البدایہ والنہایہ ج ١٠/١٠٧) حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ حضرت انسؓ کی وفات بصرہ میں ٩٣ھ میں ہوئی ہے تو اس وقت امام صاحبؒ کی عمر ١٣ سال تھی اور امام صاحبؒ کا ان سے سماع حدیث بھی ثابت ہے۔ (بحوالہ چہل حدیث امام ابوحنیفہؒ)

حافظ ابومعشر عبدالکریم بن عبدالصمد طبریؒ نے وہ تمام روایات ایک رسالہ میں جمع کر دی ہیں جو امام اعظمؒ نے براہ راست صحابہ کرام سے سنیں، ان روایات کی سند پر اگرچہ کلام کیا گیا ہے تاہم ان میں ایک روایت کو حافظ سیوطیؒ نے صحیح کے ہم پلہ اور حافظ مزیؒ نے حسن کے ہم رتبہ قرار دیا ہے، علامہ خوارزمیؒ فرماتے ہیں اتفق العلماء علی أنه روی عن اصحاب رسول الله ﷺ لکنهم اختلفوا فی عدد هم (بدر عالم میرٹھی، ترجمان السنہ ج ا ص ٢٢٥) یعنی حضرات صحابہ کرامؓ سے امام اعظمؒ کی روایت کرنے پر علماء کا اتفاق ہے۔ تاہم ان کی تعداد میں اختلاف ہے۔

مولانا بدر عالم میرٹھیؒ اس سلسلہ میں قول معتدل ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں متوسط قول یہ ہے کہ رؤیت (صحابہ کی زیارت) سے تو انکار نہ کیا جائے، اور روایت کا قطعی طور پر دعویٰ نہ کیا جائے اس کے سوا جو کچھ ہے وہ افراط وتفریط کا میدان ہے (بدر عالم میرٹھی، ترجمان السنہ ج ا ص ٢٢٥)

امام اعظمؒ نے جن اساتذہ سے علم حدیث حاصل کیا وہ اپنے دور میں علم حدیث کے ستون سمجھے جاتے تھے۔ عامر شعبیؒ، ابراہیم نخعیؒ، ابواسحاق سبیعیؒ، قتادہؒ، نافعؒ، عکرمہؒ، طاؤس بن کیسانؒ اور حضرت حسن بصریؒ جیسے نابغہ روزگار اشخاص سے آپ نے حدیث میں شرف تلمذ حاصل کیا (تبییض الصحیفہ ٣٨، ٥٧)

امام اعظم کے خاص استاذ حماد بن سلیمان ہیں جو حدیث اور فقہ دونوں کے امام ہیں۔امام ابو حنیفہ نے ان سے دو ہزار احادیث روایت کی ہیں (زاھد الکوثریؒ،نصب الرایۃ ۴۰)

حدیث میں امام صاحبؒ کے تلامذہ:

فتاویٰ رحیمیہ میں مولانا مفتی عبدالرحیم ارقام فرماتے ہیں۔امام ابوحنیفہ کے شاگردوں کا وسیع حلقہ ہے جن حضرات نے آپ سے باقاعدہ شرف تلمذ حاصل کیا،انکی تعداد بعض اصحاب تراجم نے تین ہزار تک ذکر کی ہیں،جن میں سو افراد وہ ہیں جو علم حدیث میں ممتاز درجہ رکھتے ہیں اور مشہور محدثین میں ان کا شمار ہوتا ہے، **وقال بعض الائمة لم يظهر لاحد من الائمة الاسلام المشهورين مثل ما ظهر لابی حنيفة من الاصحاب والتلاميذ ولم ينتفع العلماء و جميع الناس بمثل ما انتفعوا به و باصحابه فی تفسير الاحاديث المشبهه والمسائل المستنبطه والنوازل والقضاء والاحكام** یعنی اسلام کے مشہور اماموں میں سے کسی امام کو اتنے زیادہ رفقاء اور تلامذہ نصیب نہیں ہوئے جتنے امام ابوحنیفہؒ کو ملے اور علماء اور تمام لوگوں نے مشکل احادیث کی تشریح اور مستنبط مسائل کی تخریج واحکام کے سلسلہ میں جتنا ان سے اور ان کے تلامذہ سے فائدہ اٹھایا اتنا کسی اور سے منتفع نہیں ہوئے (الخیرات الحسان فقہ اهل العراق وحديثهم صفحہ ۵۷ بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ ج:۴/۲۳۵)**عبداللہ بن مبارکؒ، يحيی بن سعيد القطانؒ، وكيع بن الجراحؒ، مكی بن ابراهيمؒ، مسعر بن كدامؒ، فضل بن دكينؒ** اور **صاحب مصنف عبدالرزاق** جیسے ائمہ حدیث امام اعظم کے تلامذہ کی فہرست میں شامل ہیں (تبییض الصحیفہ ۶۴،۹۴) حضرت عبداللہ بن مبارک کے متعلق خطیب بغدادی کا کہنا ہے **سمعت عبدالله بن المبارک يقول كتبت عن ابی حنيفة اربعمائة حديث تاريخ بغداد)** یعنی مشہور محدث خطیب بغدادیؒ کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن مبارک سے سناوہ کہتے تھے کہ میں نے امام ابوحنیفہ سے چارسو حدیثیں لکھی ہیں اسی طرح امام ابوحنیفہ کے ایک شاگرد امام علی بن عاصم ہیں،امام واسطی نے ان کے متعلق کہا ہے،کہ ان کے حلقہ درس میں تیس ہزار سے زائد طلبہ کا ہجوم ہوتا تھا۔(تذکرۃ الحفاظ ج ۴/۳۵۹)

اسی طرح امام ابوحنیفہ سے ایک شاگرد یزید بن ہارون ہیں جو فن حدیث کے مشہور امام ہیں ان کے درس میں بھی ستر ہزار طلبہ کی حاضری ہوتی تھی (تذکرۃ الحفاظ ج ۲۹۲/۲) امام عاصم ابوالنبیل جن کی وفات ۲۰۳ھ میں ہوئی ہے امام بخاری ان کے شاگرد ہیں ابوداؤد نے کہا ہے۔ ان کو ایک ہزار احادیث نوک زبان یاد تھیں۔

امام شافعی کے استاد وکیع بن الجراح نے امام صاحب سے نوسو احادیث نقل کی ہیں اس کے علاوہ اکثر اصحاب حدیث امام ابوحنیفہؒ کے بالواسطہ شاگرد ہیں، چنانچہ امام ترمذی نے کتاب العلل میں عبدالحمید رحمانی سے امام صاحب کا یہ قول نقل کیا ما رایت اکذب من جابر الجعفیؒ و لا افضل من عطاء ابن ابی رباح میں نے جابر جعفی سے بڑھ کر جھوٹا اور عطا بن ابی رباح سے افضل کسی کو نہیں دیکھا اس سے امام ترمذی کا امام صاحب کا بالواسطہ شاگرد ہونا تو ثابت ہوتا ہی ہے، تاہم اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ امام صاحبؒ کے اقوال جرح وتعدیل میں بھی معتبر ہیں۔ امام نسائی نے بھی ''سنن کبریٰ'' میں امام صاحب کی روایت نقل کی ہے اخبرنا عیسی بن حجر قال اخبرنا عیسی بن یونس عن النعمان ابن ثابت ابی حنیفة عن عاصم ابی رزین عن عبداللہ بن عباسؓ قال لیس علی من اتی بھیمة حد(ابو عبد الرحمن النسائی ،السنن الکبری،أبواب التعزیرات،با ب من وقع علی بھیمة ۲۲۳/۴)

مشہور محدث ابوداؤد طیالسی نے بھی اپنی مسند میں امام اعظم سے روایت نقل کی ہے چنانچہ انہوں نے حدیث حبک الشیء یعمی ویصم امام اعظم کے طریق سے صحابی رسول حضرت عبداللہ بن انسؓ سے روایت کی ہے۔ (خوارزمی جامع المسانید ۲۳/۱)

امام دارقطنیؒ کا تعصب کسی سے مخفی نہیں لیکن تعصب کے باوجود انہوں نے امام اعظم کے طریق سے متعدد مقامات پر احادیث روایت کی ہیں۔ چنانچہ زکوۃ الفطر میں فرماتے ہیں حدثنا بزاد بن عبدالرحمن حدثنا ابو سعید الأشج حدثنا یونس بن بکیر عن ابی حنیفة قال لو انک اعطیت فی صدقة الفطر ھلیلج لأجزأ. (سنن دارقطنی، کتاب

زکوۃالفطر ۲/ ۱۵۰، رقم الحدیث ۵۶)

اسکے علاوہ امام عبدالرزاق نے مصنف میں امام حاکم نے مستدرک میں، ابن حبان نے اپنی صحیح میں، امام بیہقیؒ نے سنن میں، امام طبرانی نے معاجم ثلاثہ میں اور امام ابن ابی شیبہ نے مصنف میں امام اعظم سے متعدد روایات نقل کی ہیں۔ (ظفر احمد عثمانی، قواعد فی علوم الحدیث ۱۹۳)

حافظ حارثی نے متصل سند کے ساتھ امام حفص بن غیاث سے نقل کیا ہے، کہتا ہے سمعت من ابیحنیفة حدیثا کثیرا یعنی میں نے ابوحنیفہ سے بہت کثرت سے احادیث سنی ہیں (مناقب موفق صفحہ ۴۰) علامہ کردری شیخ الاسلام عبداللہ بن زید مقری کے بارے میں کہتے ہیں سمع من ابی حنیفة تسعمائة حدیثا کہ انہوں نے امام ابوحنیفہ سے نوسو حدیثوں کا سماع کیا ہے۔ (کردری ص ۲۳۱) حافظ عبدالبر نے حماد بن زید کے بارے میں لکھا ہے روی حماد بن زید عن ابی حنیفة حدیثاً کثیرا یعنی حماد بن زید نے امام ابوحنیفہ سے بہت زیادہ حدیثیں روایات کی ہیں (الانتقاء صفحہ ۱۳۰) امام ذہبی کہتے ہیں روی عنه من المحدثین و الفقهاء عدة لایحصون یعنی بے شمار فقہاء اور محدثین نے امام ابوحنیفہؒ سے حدیثیں روایت کی ہیں۔ (مناقب ذہبی صفحہ ۱۱) حافظ عبدالبر نے یزید بن ہارون کے حوالے سے لکھا ہے ادرکت الف رجل فکتبت عن اکثرهم امام اعظم کے ایک شاگرد ہیں ابراہیم بن طہمان اور ان کے شاگرد ہیں بخاری و مسلم و ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ امام صاحب کے ایک شاگرد ہیں عبداللہ بن یزید مقری ان کے شاگرد ہیں امام احمد بن حنبل، امام بخاری، ایک شاگرد امام صاحب کے عبداللہ بن مبارک ہیں ان کے شاگرد یحیی بن معین ہیں ان کے شاگرد بخاری، مسلم، ابوداؤد ہیں۔

امام صاحبؒ کے مشہور شاگرد قاضی ابو یوسف ہیں ان کے شاگرد فی الحدیث امام احمد بن حنبل ہیں ان کے شاگرد امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی ہیں۔

امام اعظمؒ کے ایک شاگرد ہیں مکی ابن ابراہیم ان کے شاگرد ذہبی اور ابوکریب ہیں ابوکریب کے شاگرد امام بخاری مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ ہیں۔

امام صاحبؒ کے شاگرد حفص بن غیاث ہیں ان کے شاگرد اسحاق بن ابراہیم ہیں ان کے

شاگرد بخاری، مسلم ابوداؤد، ترمذی ہیں۔

امام صاحبؒ کے ایک شاگرد وکیع بن الجراح ہیں ان کے شاگرد علی بن المدینی ہیں ان کے شاگرد امام بخاریؒ ہیں۔

امام صاحبؒ کے ایک شاگرد مسعر بن کدام ہیں ان کے شاگرد سفیان ثوری ہیں ان کے شاگرد اصحاب ستہ امام بخاری مسلم، ابوداؤد، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ ہیں۔

امام صاحبؒ کے ایک شاگرد سفیان بن عینیہ ہیں ان کے شاگرد شافعی، حمیدی اور بخاری ہیں۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام صاحبؒ صحاح ستہ کے ائمہ کے استاد اور شیخ الشیوخ ہیں۔ (متفرق رسائل)

حدیث میں فقہی ترتیب پر سب سے پہلی تصنیف:

علم حدیث میں ''کتاب الآثار'' امام ابوحنیفہ کی وہ تصنیف ہے جو تمام کتب متداولہ میں سب سے پہلے فقہی ابواب پر مرتب کی گئی، یہ فضیلت کسی اور کو حاصل نہ ہوسکی، اسی کتاب کو ماخذ بنا کر امام مالک نے مؤطا ترتیب دی، چنانچہ علامہ سیوطی لکھتے ہیں من مناقب ابی حنیفة التی انفرد بها انه اول من دوّن علم الشریعة ورتبه ابو اباثم تابعه مالک بن انس فی ترتیب المؤطا ولم یسبق ابا حنیفة احد (تبییض الصحیفه بمناقب ابی حنیفه ۱۲۹) امام ابوحنیفہ کی ایک منفرد منقبت وخصوصیت یہ ہے کہ آپ نے سب سے پہلے علم حدیث کو مدون اور فقہی ابواب پر مرتب کیا۔ پھر امام مالک نے ''مؤطا'' میں ان کی اتباع کی لیکن امام ابوحنیفہ سے کوئی سبقت نہیں لے سکا''

صحاح ستہ کے ائمہ سب امام ابوحنیفہؒ کے تلامذہ ہیں:

امام مالکؒ امام ابوحنیفہؒ کی کتب سے برابر استفادہ کرتے رہتے تھے، علامہ کوثریؒ نے مشہور محدث دراوردی عبدالعزیزؒ کا قول نقل کیا ہے کان مالک ینظر فی کتب ابی حنیفة وینتفع بها (زاهد الکوثریؒ، تعلیقات الانتقاء ۱۴) امام مالکؒ امام ابوحنیفہ کی کتابوں کا مطالعہ کرتے اور ان سے استفادہ کرتے رہتے تھے۔

''کتاب الآثار'' چالیس ہزار احادیث سے منتخب کی گئی ہے ، چنانچہ صدر الائمہ مکیؒ فرماتے ہیں وانتخب ابو حنیفة الآثار من اربعین الف حدیث۔ (مناقب علی قاریؒ،بذیل الجواھر ۲/۴۷۴)

کتاب الآثار کے علاوہ علم حدیث میں امام ابوحنیفہ کی اپنی کوئی اور تصنیف نہیں ہے تاہم بڑے بڑے محدثین نے امام ابوحنیفہ کی مرویات کو جمع کر کے ''مسند امام ابی حنیفہؒ'' کے نام سے کتابیں مرتب کی ہیں، جن میں حافظ ابن مندہؒ ، حافظ ابن عساکرؒ ، ابو نعیم اصفھانیؒ اور حافظ ابن عدیؒ جیسے علم حدیث کے اساطین شامل ہیں۔ بیس (۲۰) کے قریب یہ تمام مسانید جامع مسانید الامام الاعظم کے نام سے یکجا جمع کر دی گئی ہیں۔

قبول روایت میں امام صاحبؒ کا حزم واحتیاط:

روایت حدیث کے متعلق جس قدر احتیاط کی ضرورت ہے وہ علم حدیث سے تعلق رکھنے والوں پر مخفی نہیں۔ حضرات محدثین اس سلسلہ میں انتہائی احتیاط سے اسلئے کام لیتے ہیں تاکہ کوئی غلط قول یا فعل حضور اکرم ﷺ کی طرف منسوب نہ ہو۔ اور اس احتیاط میں امام اعظمؒ نمایاں حیثیت رکھتے ہیں، چنانچہ امام اعظمؒ کے تلمیذ رشید اور امام شافعیؒ کے شیخ حضرت وکیع بن الجراحؒ جو'محدث العراق'' سے مشہور ہیں، امام ابوحنیفہ کے بارے میں فرماتے ہیں لقد وجد الورع عن ابی حنیفة مالم یوجد عن غیرہ۔ (مناقب صدر الائمہ ص ۱۹۷) یعنی امام ابوحنیفہ نے حدیث میں وہ احتیاط کی ہے جو کسی اور سے نہیں ہوئی۔ امام اعظمؒ نے صحت حدیث کیلئے جو شروط مقرر کی ہیں وہ نہایت ہی سخت ہیں، امام حاکمؒ المدخل میں قاضی ابو یوسفؒ کے حوالہ سے امام ابوحنیفہؒ کا قول نقل کرتے ہیں عن ابی حنیفة انه قال لا یحل للرجل ان یروی الحدیث الا اذا سمعه من فم المحدث فیحفظه ثم یحدث به (المدخل للحاکم ۱۵) یعنی کسی شخص کیلئے جائز نہیں ہے کہ وہ حدیث بیان کرے تاوقتیکہ محدث سے بالمشافہ وہ حدیث سن لے اور بیان کرنے کے وقت تک وہ حدیث اس کو یاد رہے۔ خطیب بغدادیؒ اپنی سند کے ساتھ امام یحییٰ بن معینؒ سے نقل کرتے ہیں انه سئل عن الرجل یجد الحدیث بخطه لا یحفظه فقال ابو زکریا

كان ابوحنيفة يقول لا يحدث الا بما يعرف ويحفظ (عبدالرشید النعمانی ،ماتمس اليه الحاجة ۱۱) یعنی یحیٰی بن معینؒ سے پوچھا گیا کہ کوئی شخص لکھی ہوئی حدیث پائے لیکن وہ اس کو یاد نہ ہو،توانہوں نے کہا کہ امام ابوحنیفہؒ فرماتے تھے کہ جب تک حدیث حفظ نہ ہو اس وقت تک حدیث بیان نہیں کی جاسکتی''

علامہ قرشیؒ نے بھی ''الجواهر المضيئه '' میں امام اعظم کے شروط روایت کے سلسلہ میں یہی شرط لکھی ہے (القرشی ،الجواہر المضیئہ ۱/۴۹۰) بلکہ امام شعرانی شافعی نے اس سے زیادہ سخت اور مستحکم شرط ذکر کی ہے،وہ فرماتے ہیں وقد كان الامام ابو حنيفه يشترط فى الحديث المنقول عن رسول الله ﷺ قبل العمل به ان يرويه عن ذالك الصحابى جمع اتقياء عن مثلهم وهكذا (الشعرانی ،الميزان الكبرى ۱/ ۹۳) کہ امام ابوحنیفہؒ رسول اللہ ﷺ سے منقولہ حدیث پر عمل کرنے سے پہلے یہ شرط لگاتے تھے کہ اس حدیث کو اس صحابی یعنی راوی اول سے پرہیز گاروں کی ایک پوری جماعت نے ان جیسے پرہیز گاروں سے اس حدیث کو نقل کیا ہو۔اور اسی طرح یہ سلسلہ آخر تک پہنچا ہو،علامہ سیوطی تشدید روایت کے بارے میں امام ابوحنیفہ کا مذہب نقل کرکے فرماتے ہیں هذا مذهب شديد وقد استقر العمل على خلافه فلعل الرواة فى الصحيحين ممن يوصف بالحفظ لا يبلغون النصف (السيوطی ،تدريب الراوی ۲/ ۹۳) یہ ایک سخت مذہب ہے،عمل اسکے خلاف ہے کیونکہ صحیح بخاری ومسلم کے راویوں کی شاید آدھی تعداد بھی حفظ والی شرط کے ساتھ متصف نہ ہوگی۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ روایت حدیث کے سلسلہ میں امام اعظم کی شروط ،امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کی شروط سے بھی زیادہ سخت اور کڑی ہیں۔احادیث کے ردوقبول اور صحت کیلئے دوسرے محدثین کے مقابلہ میں امام اعظم نے بہت اونچا معیار قائم کیا تھا،اسی احتیاط کی بدولت امام اعظم کی روایات کو وہ مقام حاصل ہے جو دیگر روایات کو حاصل نہیں۔چنانچہ امام بخاری اور امام ابوداؤد کے استاذ مشہور محدث علی بن الجعد امام ابوحنیفہ کی روایات کے متعلق فرماتے ہیں ابو حنيفة اذاجاء بالحديث جاء به مثل الدر (سرفراز صفدر ،مقام ابی حنیفة ۱۳۴) یعنی امام

ابوحنیفہ جب بھی حدیث پیش کرتے ہیں تو وہ موتی کی طرح آبدار ہوتی ہے

امام ابوحنیفہؒ کی توثیق اور صاحب تاریخ بغداد پر رد:

قال : الدكتور قاسم في الرد علىٰ صاحب هذا التاريخ : ان ذم ابى حنيفة اولىٰ بان يكون باطلاً واَولىٰ بان يكون مدسوساً فى كتب القوم . بل ان مقدمة تاريخ بغداد لتنطق صراحة . بان ترجمة ابى حنيفة مدسوسة فى تاريخ بغداد . كما حدث بذالك الشيخ الكوثرى فى تانيب الخطيب ترجمہ:-صاحب تاریخ بغداد نے جو کچھ کہا ہے امام ابوحنیفہؒ کے ذم اور قدح میں وہ سب کے سب باطل منکر باتیں ہیں بلکہ تاریخ بغداد کا مقدمہ خود اس پر تصریح کرتی ہے کہ امام اعظمؒ کا ترجمہ وسیرت وسوانح تاریخ بغداد میں مدسوس ہیں (یعنی غیر معروف طریقے سے جمع کیا گیا ہے)۔

باب چہارم

امام اعظم پر جرح و اعتراضات اور ان کے جوابات

یہ باب بھی دراصل امام ابوحنیفہؒ کی محدثانہ حیثیت پر پیش کردہ مختلف حضرات کے مقالات برائے پہلی بنوں فقہی کانفرنس 18-17 اپریل 1996ء، دوسری بنوں فقہی کانفرنس 18-17 اکتوبر 1998ء کا ایک حصہ ہے جسے کتابی ترتیب میں جدید اضافے کے ساتھ بحیثیت باب چہارم مستقل عنوانات کے ساتھ شامل کیا گیا ہے

(ادارہ)

نوٹ:- اس باب کے اکثر مندرجات امام ابوحنیفہ پر لکھے گئے عربی مراجع وماٰخذ کے ہیں جبکہ ان عبارت کا ترجمہ وتشریح خود مرتب نے کر لئے ہیں ساتھ ساتھ عربی مراجع کے نشاندہی بھی کر لی گئی ہے۔ (از مرتب)

امام ابوحنیفہؒ پر جارحین کی جرح معتبر نہیں؟

جیسا کہ ہر دور میں ہر ایک امام کے حق میں کچھ نہ کچھ اعتراضات اور جرح کی نقل مل جاتی ہے، امام ابوحنیفہ کی محدثانہ حیثیت پر بھی بعض حضرات سے جرح منقول ہے۔

پہلا اعتراض:

چنانچہ امام نسائی نے در کتاب الضعفاء میں، دارقطنی نے اپنی سنن میں، اور ابن عدی وغیرہ نے امام اعظمؒ پر جرح کی ہے اور حدیث میں انہیں ضعیف قرار دیا ہے (الذہبی، میزان الاعتدال ۵۲/۴، رقم الترجمہ ۹۰۹۲) لیکن ایسے ائمہ جن کی امامت اور جلالت قدر پر جمہور اہل علم متفق ہوں، اُنکے بارے میں بعض حضرات کی جرح کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا، ان کی عظمت اور جلالت اپنی جگہ برقرار رہتی ہے اور ان کی ثقاہت پر کوئی اثر نہیں پڑتا، ورنہ کسی بڑے سے بڑے محدث کی بھی عدالت اور ثقاہت ثابت نہ ہو سکے گی کیونکہ تمام بڑے بڑے ائمہ حدیث پر کسی نہ کسی کی جرح ضرور موجود ہے۔ امام شافعیؒ پر یحییٰ بن معینؒ نے، امام بخاریؒ پر امام ذہلیؒ نے، امام اوزاعیؒ پر امام احمدؒ نے، امام احمدؒ پر امام کرابیسیؒ نے اور امام مالکؒ پر ابن ابی ذئبؒ نے جرح کی ہے۔ ابن حزم نے ترمذیؒ اور امام ابن ماجہؒ کو مجہول کہا ہے۔ خود امام نسائیؒ پر شیعہ ہونے کا الزام عائد کیا گیا (التعلیق علی القواعد: ۹۶، امام ابوحنیفہ اور علم حدیث ۱۰۰) اب اگر ان تمام اقوال کا اعتبار کیا جائے تو ان میں کوئی بھی ثقہ قرار نہیں جا سکتا۔

چنانچہ مشہور شافعی عالم تاج الدین سبکیؒ اس سلسلہ میں ایک ضابطہ بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں الصواب عندنا ان من ثبتت امامته وعدالته وكثر مادحوه ومزكوه وندر جارحوه كانت هناك قرينة دالة على سبب جرحه من تعصب مذهبى او غيره فانا لانلتفت الى الجرح فيه و نعمل فيه با لعدالة والافلوفتحنا هذاالباب اواخذنا تقديم الجرح على اطلاقه لما سلم لنا احد من الائمة اذ ما من امام الا وقد طعن فيه طاعنون وهلك فيه هالكون (الطبقات الکبری للسبکی ۱۸۸/۱) یعنی ہمارے ہاں حق بات یہ ہے کہ جس شخص کی امامت وعدالت ثابت ہو۔ اور اس کی مداح اور تزکیہ

کرنے والے زیادہ ہو۔ اور جس پر جرح کرنے والے شاذ و نادر ہی ہو۔ تو یہاں پر یہ بات اس کی دلیل ہوگی۔ کہ یہ جرح مذہبی تعصب یا کسی اور وجہ سے کی گئی ہے۔ تو ہم ایسے شخصیت کے بارے میں جرح پر توجہ نہیں دیں گے۔ بلکہ عدالت کو ہی معیار بنائیں گے ورنہ اگر یہ دروازہ ہم نے کھول دیا۔ یا جرح کو علی الاطلاق ترجیح دینے لگے تو پھر ائمہ میں سے کوئی بھی نہ بچ سکے گا اسلئے کوئی بھی امام ایسا نہیں گزرا جس پر کسی نہ کسی نے طعن و تشنیع کر کے اپنے لئے ہلاکت کا سامان مہیا نہ کیا ہو۔''

دوسرا اعتراض:

امام اعظمؒ پر دوسرا بڑا اعتراض یہ ہے کہ حدیث کے بارے ثقہ نہ تھے۔ یہ ایک بلا دلیل اعتراض ہے کیونکہ امام ابوحنیفہؒ پر جرح مبہم بعض علماء نے کی ہے جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری کے مقدمہ میں امام صاحبؒ کے بارے فرمایا۔ **ومن ثم لم یقبل جرح الجارحین فی الامام ابی حنیفة حیث جرحه بعضهم بکثرة القیاس و بعضهم بقلة معرفة العربیة وبعضهم بقلة روایة الحدیث فان هذا کله جرح بما لا یجرح به الراوی** اسلئے امام ابوحنیفہؒ کے بارے جارحین کی جرح مقبول نہیں ہے کہ بعض کی جرح کثرت قیاس اور بعض کی جرح قلت عربیت اور بعض نے احادیث کے کم روایت کرنے کی وجہ سے جرح کی ہے اور یہ تمام ایسی باتیں ہیں جس کی وجہ سے راوی مجروح نہیں ہوتا۔ امام صاحبؒ کے بارے میں جرح کیسے مقبول ہو سکتا ہے جبکہ ان کے ہم عصر علماء نے ان کے بارے ایسے توثیقی الفاظ کہے ہیں۔

امام یحیٰی بن معینؒ سے امام صاحب کے بارے سوال کیا گیا تو فرمایا **عدل ثقة ما ظنک بمن عدله ابن المبارک و وکیع** عادل اور ثقہ ہیں جس شخص کی عدالت ابن مبارکؒ اور وکیع جیسے محدثین کریں اس کے بارے تیرا کیا خیال ہے (مقدمہ اعلاء السنن ۲۶/۳)

جمہور محدثین اور جرح و تعدیل کے ائمہ نے امام ابوحنیفہ کی نہ صرف توثیق کی ہے بلکہ علم حدیث میں ان کی امامت کا اقرار کیا ہے۔ علم جرح و تعدیل کے سب سے پہلے امام شعبہ ابن الحجاجؒ امام اعظم کے بارے میں فرماتے ہیں کان واللہ ثقة ثقة (الانتقاء ۱۲۷) بخدا امام ابوحنیفہ ثقہ تھے، ثقہ تھے۔

جرح وتعدیل کے دوسرے بڑے امام یحییٰ بن سعید القطانؒ امام ابوحنیفہؒ کے متعلق فرماتے ہیں انہ لأ علم هذه الأمة بما جاء عن الله ورسوله ﷺ (ابن ماجہ اور علم حدیث ۱۶۷) امام ابوحنیفہ اس امت میں قرآن وحدیث کے بڑے عالم تھے۔

جرح وتعدیل کے تیسرے بڑے امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کان ابو حنیفة ثقة حافظا لا يحدث الأ بما يحفظ ماسمعت احدا يجرحه (تاریخ بغداد ۳۱۹/۱۳) امام ابوحنیفہ ثقہ اور حافظ تھے وہ وہی حدیث بیان فرماتے جو انہیں یاد ہوتی، میں نے کسی کو ان پر جرح کرتے نہیں سُنا۔

امام ابوداؤد فرماتے ہیں عدل فما ظنک بمن عدله ابن المبارک (مناقب کردری ۹۱/۱) امام ابوحنیفہؒ ثقہ وعادل تھے، ابن مبارک نے جس کو عادل قرار دیا ہو اس میں کسی کو کیا شک ہوسکتا ہے۔

تعدیل ثوریؒ:

سفیان ثوری فرماتے ہیں کان ابو حنيفة شديد الأخذ بالعلم ذابا عن حرم الله ان تستحل يا خذ بما صح عنده من الاحاديث التى كان يحملها الثقات وبالآ خر من فعل رسول الله ﷺ و بما ادرک عليه علماء الكوفة ثم شنع عليه قوم يغفر الله لنا ولهم (الانتقاء:۱۴۲) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ علم کو مضبوطی سے تھامنے والے اور اللہ کے احکام کو پامالی سے بچانے والے تھے۔ ثقہ راویوں کی ان ہی احادیث کو لیتے جو ان کے نزدیک صحیح ہوتیں، اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے آخری فعل اور علمائے کوفہ کے مذہب کو بھی اختیار کرتے پھر بھی ان پر ایک طبقہ طعن وتشنیع کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی مغفرت فرمائیں۔

امام ابوحنیفہؒ افقہ اہل الارض تھے:

حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم لاجپوری امام ابوحنیفہ کے متعلق محمد بن منتشر کا روایت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

عن محمد بن المنتشر الصنعانى قال كنت اختلف اليهما فاذا جئت لابى

حنیفة قال لی من این اقبلت قلت من عند سفیان فیقول جئت من عند رجل لو کان علقمة والأسود حیین لاحتاجا الیه واذا اتیت سفیان قال من این جئت قلت جئت من عند ابی حنیفة قال جئت من عند افقه اهل الارض یعنی محمد بن منتشر صنعانی فرماتے ہیں کہ میں ابوحنیفہ اور سفیان ثوری کے پاس آیا جایا کرتا تھا۔ جب ابوحنیفہ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو دریافت فرماتے کہاں سے آرہے ہو میں کہا کرتا۔ سفیان کے پاس سے۔ آپ فرماتے تم ایسے شخص کے پاس سے آتے ہو کہ اگر علقمہ اور اسود بھی موجود ہوتے تو وہ ان کے محتاج ہوتے۔ اور جب سفیان کے پاس جاتا تو وہ پوچھتے کہاں سے آرہے ہو؟ میں کہتا ابو حنیفہ کے پاس سے۔ فرماتے تم ایسے شخص کے پاس سے آرہے ہو کہ روئے زمین پر ان جیسا کوئی فقیہ نہیں۔ (کردری جلد۲صفحہ۱۱) بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ ج:۴/۲۲۱)

امام ابوحنیفہ علوم شرعیہ والیہ کے دریائے ناپید کنارا ور امام بے بدل تھے:

حاصل کلام یہ ہے کہ امام اعظم سے روایت کرنے اور ان کی توثیق کرنے والے جمہور محدثین اور فن رجال کے ائمہ ہیں، جبکہ جرح کرنے والے تعداد اور رتبہ دونوں اعتبار سے کم ہیں۔ جن حضرات نے جرح کی ہے وہ درحقیقت اس پروپیگنڈے سے متاثر ہوئے جو امام صاحب کے بلند مقام کی وجہ سے حاسدین نے کیا تھا۔ چنانچہ حافظ ابن حجر مکی شافعیؒ لکھتے ہیں احذر أن تتوهم من ذلک ان اباحنیفة لم یکن له خبرة تامة بغیر الفقه حاشا لله کان فی العلوم الشرعیة من التفسیر والحدیث والآلة من العلوم الادبیة والمقاییس الحکمیة بحراً لا یجاری وإماما لا یماری وقول بعض اعد ائه فیه خلاف ذلک منشوه الحسد وحجته الترفع علی الأقران ورمیهم بالزور والبهتان (الخیرات الحسان ۲۵) اس تفصیل سے ہرگز یہ نہ سمجھا جائے کہ امام ابوحنیفہ کو فقہ کے علاوہ دوسرے علوم میں وسیع علم اور تجربہ نہیں حاشا للہ ایسا ہرگز نہیں امام ابوحنیفہ" تفسیر وحدیث، ادب وحکمت، غرضیکہ علوم شرعیہ اور آلیہ دونوں میں دریائے ناپیدا کنارا ور امام بے بدل تھے، اسکے برعکس انکے متعلق اُن کے مخالفین نے جو کچھ بھی کہا ہے وہ حسد، معاصرانہ چشمک اور جھوٹ و بہتان کے سوا کچھ نہیں"۔

امام اعظمؒ کے حاسدین:

امام اعظم کی رفعت شان اور ان کے کمالات علمیہ وعملیہ سے ناواقف لوگوں اور حاسدین کی غوغا آرائیاں امام صاحب کے بحر قبول کے سامنے کو بندھ نہ باندھ سکیں آج بھی چار دانگ عالم میں سیدنا امام اعظمؒ کی امامت مسلمہ امر ہے حاسدین کے زہریلے پروپیگنڈے سے امام صاحبؒ کی شخصیت اور آپکے عالی مقام پر کوئی ہلکا اثر نہیں پڑ سکا البتہ اندیشہ ہے کہ امام صاحبؒ پر طعن کرنے والے بدعتی جہلاء اپنی ہی عاقبت خراب کر بیٹھیں گے ایک مضبوط ترین پہاڑ کو توڑنے کیلئے جو شخص ٹکریں مارتا رہے وہ ظاہر ہے کہ اپنا سر ہی پھوڑے گا پہاڑ کا اس میں کیا نقصان۔ کس نے کیا خوب کہا ہے۔ **یانا طح الجبل العالی لکلیمة : اشفق علی الرأس ولا تشفق علی الجبل** ترجمہ: بلند پہاڑ کو ٹکرے مارنے والے تاکہ اُسے مجروح کردے اپنے سر کی فکر کر پہاڑ کا اندیشہ نہ کر۔ (بحوالہ چہل حدیث امام ابوحنیفہ ص ۷) مؤلفہ حضرت مولانا عبدالستار

امام اعظمؒ کے حاسدین مبتدعین تھے:

حضرت مولانا عبدالستار اپنے کتاب ''چہل حدیث امام ابوحنیفہ'' حاسدین امام اعظم کے متعلق یوں فرماتے ہیں۔ سیدنا امام اعظمؒ کے ساتھ محبت رکھنا اہل سنت والجماعت کی علامت ہیں۔ امام حافظ عبدالعزیز بن ابی رواد فرماتے ہیں **من احب ابا حنیفة فهو سنی ومن ابغضه فهو بدعی من تمام السنة حب ابو حنیفة** ترجمہ: جس نے ابوحنیفہ سے محبت کی وہ سنی ہے اور جس نے آپ سے بغض رکھا وہ بدعتی ہے ابومعاویہ فرماتے ہیں یعنی امام صاحبؒ سے محبت رکھنا کمال سنت سے ہے

امام اسد بن حکیم فرماتے ہیں **لایقع فی ابی حنیفة الا جاهل او مبتدع ذلک نجم یهتدی به الساری** امام ابوحنیفہ کی غیبت و بدگوئی صرف جاہل یا مبتدع ہی کرسکتا ہے۔ سیدنا امام داؤد بن نصیر طائی فرماتے ہیں امام ابوحنیفہ روشن ستارے ہیں جس سے رات کے مسافر راہ پاتے ہیں۔ مؤرخ کبیر محدث جلیل عارف باللہ شیخ امام شمس الدین محمد بن یوسف صالحی شافعی نے تحقیقات کے بعد خوب فیصلہ دیا ہے **الطاعنون علیه اما حساد واما جهال بمواقع**

الاجتھاد (صـــ ۴۲) ترجمہ: امام ابوحنیفہ پر طعن کرنیوالے یا حاسدین ہیں یا جھلاء جو مواقع اجتہاد سے بے خبر ہیں۔ (چہل حدیث امام ابوحنیفہ ص ۷،۸)

حقیقت یہ ہے کہ امام اعظمؒ کے بلند رتبہ اور عظیم مقام کی وجہ سے حاسدین نے آپ کے خلاف زبردست پروپیگنڈہ کیا، یہاں تک کہ امام بخاری کے شیخ نعیم بن حماد کا امام اعظمؒ کے ساتھ تعصب کا حال یہ تھا کہ آپ کے معاملہ میں جھوٹی روایت نقل کرتا تھا۔ حافظ ابن حجرؒ، نعیم بن حماد کے متعلق لکھتے ہیں **یروی حکایات فی صلب ابی حنیفة کلھا کذب** (تھذیب التھذیب ۴۶۳) تاج الدین سبکیؒ، علامہ سیوطی شافعیؒ، اور علامہ ابن عبدالبر مالکیؒ نے امام ابوحنیفہؒ کے حاسدین کا ذکر کرتے ہوئے یہ شعر لکھا ہے

حسدوا الفتی اذلم ینالوا سعیه　　　فالناس اعداء له وخصوم

(مکانۃ الامام ابی حنیفۃ: ۲۵۸)

''نوجوان کی کوشش اور رتبہ کو نہ پانے کی وجہ سے لوگوں نے اسکے ساتھ حسد کیا چنانچہ وہ لوگ اسکے دشمن اور مقابل بن گئے۔'' امام اعظم کے حاسدین چونکہ بے شمار تھے اسلئے انہوں نے امام صاحبؒ کے خلاف طرح طرح کی باتیں مشہور کر رکھی تھیں اور ان باتوں سے بہت سے ایسے اہل علم بھی متاثر ہوئے جو امام اعظمؒ سے ذاتی طور پر واقف نہیں تھے۔ اُن اہل علم میں سے جن حضرات کو حقیقت حال کا علم ہو گیا، انہوں نے بعد میں امام صاحب کی مخالفت سے رجوع بھی کر لیا ہے۔ یہاں اس کی چند مثالیں دی جاتی ہیں۔

(اضافہ از مرتب)

امام اوزاعیؒ کا اعتراف:

امام اوزاعیؒ نے عبداللہ بن مبارکؒ سے ایک مرتبہ دریافت کیا کہ کوفہ میں ابوحنیفہؒ نام کا یہ بدعتی کون نکلا ہے؟ عبداللہ بن مبارکؒ نے اس وقت جواب نہیں دیا اور آ کر امام ابوحنیفہ کے مستنبط کئے ہوئے فقہی مسائل کا ایک چھوٹا سا مجموعہ تین دن میں تیار کیا اور شروع میں **قال ابو حنیفة** کی بجائے **قال النعمان بن ثابت** لکھ دیا اور اسے امام اوزاعیؒ کے پاس لے گئے۔ امام اوزاعیؒ نے

مطالعہ کیا تو بہت متاثر ہوئے دریافت کیا نعمان کون ہے؟ عبداللہ بن مبارک نے کہا: یہ وہی ابو حنیفہ ہے جن کا آپ نے ذکر کیا تھا. بعد میں امام اوزاعیؒ اور امام اعظمؒ کی ملاقات ہوئی، فقہی مسائل زیر بحث آئے ۔مجلس کے اختتام پر امام اوزاعی سے امام اعظم کے متعلق پوچھا گیا تو فرمانے لگے **غبطت الرجل لکثرۃ علمہ و وفور عقلہ استغفر اللہ لقد کنت فی غلط ظاھر فانہ بخلاف ما بلغنی عنہ** (الخیرات الحسان:۳۰) اس آدمی کے کثرت علم اور کمال عقل پر مجھے رشک آیا، اللہ مجھے معاف کرے، میں تو بڑی غلط فہمی میں تھا ان کے متعلق جو باتیں مجھے پہنچیں ہیں یہ تو ان باتوں کے بالکل برعکس ہیں''

آپ ﷺ تو علماء کے سردار ہیں:

اسطرح مشہور محدث حضرت سفیان ثوریؒ بعض لوگوں کے اس خیال سے متاثر ہوگئے تھے کہ امام ابوحنیفہؒ قیاس کو نصوص پر مقدم رکھتے ہیں چنانچہ ایک دن امام سفیان ثوری، حماد بن جعفر صادق ،امام اعظمؒ کے پاس گئے اور مسائل پر طویل گفتگو ہوئی، یہ حضرات امام صاحب سے اتنے متاثر ہوئے کہ سب نے آخر میں آپ کے ہاتھ چومے اور کہا **انت سید العلماء فاعف عنا فیما مضیٰ منا من وقیعتنا فیک بغیر علم** (المیزان الکبری للشعرانی ص ۶۵ ج ۱ ،بحوالہ امام ابو حنیفہ اور وعلم حدیث ۱۰۸) غلط فہمی کی وجہ سے آپ کے بارے میں ہم سے جو غلطی ہوئی ہے، ہم اسکی معافی چاہتے ہیں، آپ تو علماء کے سردار ہیں ۔سفیان ثوری بعد میں امام صاحب کے شاگرد بنے ۔ان کا ایک قول امام صاحب کے متعلق پہلے گزر چکا ہے۔ اسی طرح حافظ ابن عدیؒ ابتداء میں بے خبری کی بناپر امام اعظمؒ کے مخالف تھے بعد میں امام طحاویؒ کے شاگرد بنے تب امام صاحب کی جلالت قدر کا اندازہ ہوا اور انہوں نے امام اعظم کی مرویات کو مسند ابی حنیفہ کے نام سے ایک کتاب میں جمع کیا۔

وفی تبیض الصحیفۃ : عن الحسن بن الحارث قال : سمعت النضر بن شمیل یقول:" کان الناس نیاماً فی الفقہ حتی ایقظھم ابو حنیفۃ بمافتقہ ، وبینہ ولخصہ /صفحہ ۲۴۰) ترجمہ: لوگ فقہ کے بارے میں غفلت کی نیند سوئے ہوئے

تھے۔ یہاں تک امام ابوحنیفہؒ نے ان کوقرآن وحدیث سے استنباط انکے بیان وتلخیص کے ذریعے سے ان کو جگایا۔

وقال ابو داؤد: رحم الله ابا حنيفة كان اماماً (تذكرة الحفاظ ۱/۱۶۰) ترجمہ: امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ ابوحنیفہؒ تو فقہ میں امام تھے۔

قال الامام محمد بن الحسن: ومن كان عالماً بالكتاب والسنة وبقول اصحاب رسول الله ﷺ وسعه ان يجتهد رأيه في ما ابتلى به (من اعلام الموقعين ا. ۲۳) قال: العلامة ظفر احمد عثمانى تحت هذا لقول: فلما اذعنت المحدثون واكابرهم لفقه الامام بل لكونه افقه الناس • و اعترفوا بكونه مجتهدا اماماً من ائمة المسلمين فقد التزموا كونه حافظا للاحاديث متقناً متشبساً فيها (مقدمه اعلاإلسنن صفحه ۱۵)

ترجمہ: امام محمد ابن الحسن فرماتے ہیں کہ جوشخص کتاب وسنت اور اقوال صحابہ پر عالم ہوتو اس کو بتلا بہ مسائل میں اجتہاد کی گنجائش ہے علامہ ظفر احمد عثانی اس کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ جب محدثین کبار کو امام کی فقہ کا یقین ہوگیا۔ بلکہ اس کو افقہ الناس یعنی سب سے بڑا فقیہ تسلیم کیا۔ اور وہ اس بات کی حقیقت تک پہنچ گئے۔ کہ امام ابوحنیفہ ائمہ مسلمین میں سے ایک مجتہد امام ہے۔ تو انہوں نے امام صاحب کا احادیث کا حافظ ہونا مضبوط اور اس میدان میں استقامت سے کاری گر ہونے کا بھی کا التزام مانا ہوگا۔ (ترجمہ از مرتب)

وقال ابن القيم في اعلام الموقعين: قال يحيىٰ بن آدم كان النعمان جمع حديث بلده كله فنظر رأى آخر ماقبض عليه النبى ﷺ آه وذكره بعض افاضل العلم في كتابه تذكرة الامام الاعظم (ص. ۱۰۱) ترجمہ: ابن القیم نے اعلام الموقعین میں بحوالہ یحییٰ بن آدم فرماتے ہیں کہ امام اعظمؒ حضرت نعمان نے اپنے شہر کے تمام احادیث کو جمع کیا اور پھر حضور ﷺ کے سب سے آخری زمانے کے احادیث پر نظر جمائی۔ (ترجمہ از مرتب)

وفى حاشية مسند الامام الاعظم (ص ۲۱) لبعض فضلاء ديارنا، ودل

قول ابن معین : "وکان قدسمع من ابی حنیفة حدیثا کثیرا " علیٰ ان ابا حنیفة لم یکن قلیل الحدیث

حاشیہ مسند امام اعظم میں ہے(کہ ابن معین کا یہ قول (وکان قد سمع من ابی حنیفة حدیثا کثیرا اس پر دلالت کرتا ہے کہ امام موصوف قلیل الحدیث نہیں تھے۔

قال : ابن عیینه اول من صیر نی محدثا ابو حنیفة (ص۱۰۳) قال العلامة ظفر احمد عثمانی تحت قول ابن عیینه هذا وفیه دلیل عظیم علیٰ جلالة ابی حنیفة فی علم الحدیث واعتماد الناس علیٰ قوله : فی تعدیل الرجال فلم یکن محدثا فقط بل کان ممن یجعل الرجال محدثین (مقدمة اعلاء السنن /ص ۱۷)

ترجمہ: علامہ ظفر احمد عثمانیؒ ابن عیینہ کے اس قول کے ذیل میں فرماتے کہ ابن عیینہ کا یہ قول علم حدیث میں امام ابوحنیفہ کی جلالت قدر اور تعدیل الرجال کے بارے میں لوگوں کا امام صاحب کے قول پر اعتماد کرنے کے بارے میں بہت بڑی دلیل ہے۔ امام صاحب نہ صرف یہ کہ علم حدیث کا تاج زیب تن کیے ہوئے تھے۔ بلکہ وہ دوسروں کو بھی یہ تاج پہنانے والے تھے۔(ترجمہ از مرتب)

(۱) قال الامام ظفر احمد عثمانی قوله : قلت فاذ الخصنا من اجوبة الامام مایوافق الاحادیث والآثار صراحة . بدون احتیاجه الی الاستنباط الدقیق لتلخص لنا ما یزید علی الوف کثیرة فهٰذه المسائل کلها فی الحقیقة احادیث رسول اللّٰه رواها الامام بطریق الافتاء لابطریق التحدیث (مقدمه صفحه ۲۰)

ترجمہ: علامہ امام ظفر احمد عثمانی فرماتے ہیں اس کے قول قلت الخ یعنی امام صاحب کے ان جوابات پر نظر ڈالتے ہیں جو احادیث اور آثار صحابہ کے ساتھ صراحتاً موافقت رکھتے ہیں اس کی تعبیر کہ امام صاحب کے باریک بینی کے ساتھ استنباط کو محتاج ہو۔ تو ہمیں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ امام صاحب کے وہ ہزاروں سے زائد مسائل درحقیقت احادیث نبوی ﷺ ہیں جن کو امام صاحب نے حدیث کے طرز سے ہٹ کر بطرز افتاء نقل کیا ہے۔ (ترجمہ از مرتب)

(۳) ونقل بعض العلماء عن قلائدابن حجر قال سفیان الثوری کنابین یدی

ابو حنیفة کالعصافیر بین یدی البازی . وان اباحنیفة . سید العلماء . وعن تاریخ ابن خلکان و غیره من قول یحییٰ بن معین "القراء ة عندی قراء ة حمزة والفقه فقه ابی حنیفة وعلی هذا ادرکت الناس (تنسیق النظام /مقدمة مسند الامام صہ ۹۱۸) ترجمہ: بعض علماء نے قلائد ابن حجر کے حوالے سے حضرت سفیان ثوری کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ہماری حیثیت امام ابوحنیفہ کے سامنے ایسی ہوتی جیسے شاہین کے سامنے چڑیا کی ہوتی ہے۔ اور بیشک امام ابوحنیفہ علماء کے سردار ہیں اور تاریخ ابن خلکان کے حوالہ سے یحییٰ ابن معین کا قول نقل کیا ہے۔ کہ قراءۃ میرے نزدیک حمزہ کی قراءۃ ہے اور فقہ صرف ابوحنیفہ کا۔ اور اسی پر میں نے لوگوں کو پایا۔

جواهر المضیئه میں ہے: قال محمد بن شجاع : قال ابن حبان : کان ابوحنیفة لایفزع الیه فی أمر الدین والدنیا الاوجد عنده فی ذالک اثر حسن اه (۱۱ . ۱۸۳) قال العلامة عثمانی وفیه دلیل علیٰ کثرة جمعه للحدیث (مقدمه /ص ۳۸) جواهر المضیئه میں محمد بن شجاع کے حوالے سے ابن حبان کا قول نقل کیا ہے۔ کہ امام ابوحنیفہ کے استانے پر کسی بھی دینی یا دنیوی امر میں رجوع کیا جاتا تو اس مسئلے کے بارے میں اس کے پاس ضرور کوئی حسن اثر موجود ہوتا علامہ عثمانی اس قول کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ یہ امام صاحب کے کثرت احادیث کے جامع ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کے شان پر بعض اعتراضات سے جوابات:

الجواب عن بعض المطاعن فی ابی حنیفة ان قال بعضهم ان ابا حنیفة کان من اصحاب الرأی کما قاله الذهبی فی المیزان

بعض نے ابوحنیفہ کے بارے میں یہ کہا ہے کہ موصوف اصحاب الرائے میں سے تھا جیسا کہ امام ذہبیؒ نے (المیزان) میں رقمطراز ہیں کہ ابوحنیفہ تو اہل الرأی کے امام تھے۔ ان النعمان بن ثابت بن زوطی ابو حنیفه الکوفی(امام اهل الرأی الخ) قلت : ان أرادو بالرأی العقل الصائب و الفهم الثاقب فهو منقبة شریفة جواب: اگر رائے سے مراد عقل صحیح اور

فہم سلیم لیا جائے تو یہ ابوحنیفہ کے حق میں بہت اچھا تاثر ہے اسلئے کہ یہ امام موصوف کیلئے بہترین خصلت اور منقبت ہے۔فان من لاعقل له لاعلم له ولن يتم امر المنقول الابالمعقول اه اس لئے کہ جس کی عقل نہ ہو اس کا علم بھی نہیں ہوگا اور منقول معقول کے بغیر تام نہیں ہوسکتا وان ارادوبه القياس الذى هواحد الحجج الاربعة فليس هذا باول قارورة كسرت فى الاسلام ولا خصوصية لابى حنيفة الامام فى القياس بشرطه المعتبر عند الاعلام ، بل جميع العلماء يقيسون فى مضائق الاحوال اذا لم يجدوا فى المسألة نصاً من كتاب ولاسنة ولا اجماع ولا اقضية الصحابة كماصرح به الشعرانى فى الميزان لا سيما اذاكان الرأى محمودا وهورای افقه الأمة وابرها قلوباً واعمقهم علماً (مقدمة اعلاء السنن صـ ۵۴) واقلهم تكلفاً واصلحهم قصوداً واكملهم فطرة واتمهم ادراكا ، واعلاهم ذهنا الذين شاهدوالتنزيل وعرفوا التاويل وفهموا مقاصد الرسول قال العلامة ظفرؒ قلت و ابوحنيفه اكبر الآخذين بهذاا لنوع فان اقوال الصحابة وفتاواهم حجة عنده يترك به القياس اه مقدمه /۵۵) ترجمہ اور اگر مطعنین کا مقصد اس سے وہ قیاس ہے جو دلائل اربعہ میں سے ایک دلیل ہو یہ کوئی نئے پھول نہیں جو اسلام میں کھلائے گئے ہوں اور نہ ہی امام ابوحنیفہ علماء کے مقرر کردہ شرائط کے ساتھ منفرد ہے۔ بلکہ تمام علماء امت کو جب مشکل حالات میں کسی مسئلہ میں کتاب وسنت واجماع امت یا آثار صحابہ میں کوئی نص نہ ملے تو قیاس کی راہ اختیار کرتے ہیں۔جیسا کہ المیز ان میں امام شعرانی نے اس پر تصریح کی ہے خصوصاً جبکہ رائے محمود ہو۔اور اس کی رائے ہو جو سب سے بڑا فقیہ ہو۔اور سب سے زیادہ نیک دل ہو اور سب سے زیادہ گہرا علم رکھنے والا، سب سے کم تکلف والا ،سب سے زیادہ بہترین عزم والا ،سب سے زیادہ کامل الفطرت ،سب سے اکمل سمجھ والا اور سب سے اعلیٰ ذہن والا ہے یہ وہ لوگ ہے جنہوں نے قرآن کو اترتے دیکھا۔ اسکے منشا کو سمجھا اور رسول اللہ ﷺ کے مقاصد کو جانا۔علامہ ظفر احمد عثانی نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہ اس میں سے سب سے زیادہ حظ وافر پانے والے تھے۔کیونکہ اس کے نزدیک اقوال صحابہ اور ان

کے فتاوی ایسی حجت ہے۔ جس کی وجہ سے قیاس کو ترک کیا جائے گا۔ (ترجمہ از مرتب)

امام ابوحنیفہ کی کہانی خود اُن کی زبانی:

ابومطیعؒ فرماتے ہیں کہ میں کوفہ کی جامع مسجد میں امام ابوحنیفہ کی مجلس میں شریک تھا۔ اچانک سفیان ثوری، مقاتل بن حبان، حماد بن سلمۃ، جعفر الصادق وغیرہ علماء داخل ہوئے تو انہوں نے امام ابوحنیفہ کے ساتھ بات کی اور کہا کہ ہمیں یہ بات پہنچ چکی ہے کہ تم دین میں قیاس کو زیادہ دخل دیتے ہوں اور ہم تو اس سے بہت ڈرتے ہیں اس لئے کہ اول قائس ابلیس تھا۔ تو امام ابوحنیفہؒ نے ان کے ساتھ جمعہ کی صبح سے لیکر زوال تک بحث کی اور ان کو اپنا مذہب پیش کیا اور کہا انی اقدم العمل بکتاب الله، ثم بالسنة ثم باقضية الصحابة مقدما ما اتفقوا عليه على ما اختلفوا فيه وحينئذ أقيس فقاموا كلهم وقبلوا يديه وركبتيه وقالوا له انت سيد العلماء فاعف عنا فيما مضى من وقيعتنا فيك بغير علم فقال غفر الله لنا ولكم اجمعين ترجمہ: کہ میں سب سے پہلے کتاب اللہ پر عمل کرتا ہوں۔ پھر سنت رسول ﷺ پر پھر صحابہ کے فیصلوں پر اور ان میں بھی صحابہ کے متفق علیہ فیصلوں کو مختلف فیہ پر مقدم رکھتا ہوں اور اس کے بعد میں قیاس کرتا ہوں تو سب یکدم اٹھے اور امام صاحب کے ہاتھوں اور پاؤں کو بوسہ دیا۔ اور اقرار کیا کہ آپ علماء کے سردار ہیں لہٰذا آپ کے بارے میں نادانی کی وجہ سے سرزد گذشتہ لغزشوں کی معافی فرما تو امام صاحب نے فرمایا اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو معاف فرمائے۔

وروى الامام ابو جعفر الشيزاماری بسنده المتصل الى الامام انه كان يقول كذب والله وافترى علينا من يقول عنا اننا نقدم القياس على النص وهل يحتاج بعد النص الىٰ قياس؟ كان رضی الله عنه يقول (نحن لانقيس الاعند الضرورة الشديدة، وذالک انا ننظر اولاً فی دليل تلك المسئله من الكتاب والسنة واقضيه الصحابة فان لم نجد دليلا قسنا حينئذ مسكوتا عنه على منطوق به بجامع اتحاد بينهما (من ميزان الشعرانی صـ۵۳) ترجمہ: امام ابوجعفر اپنے سند متصل کے ساتھ امام صاحب سے نقل کرتے ہیں کہ امام صاحب فرمایا کرتے تھے جو لوگ ہمارے بارے میں

یہ کہتے ہیں کہ ہم نص پر قیاس کو مقدم کرتے ہیں اور کیا نص کی موجودگی میں قیاس کی کوئی حاجت ہے؟ (راوی کہتے ہیں کہ) امام صاحب فرمایا کرتے تھے۔ کہ ہم صرف شدید ضرورت کے وقت قیاس کرتے ہیں جبکہ اس مسئلے میں سب سے پہلے کتاب وسنت اور صحابہ کے فیصلے پر نظر ڈالتے ہیں۔ پھر جب ہمیں کوئی بھی دلیل نہیں ملتی تو مسکوت عنہ مسئلے کو منصوص علیہ پر علت جامعہ کی بنیاد پر قیاس کرتے ہیں۔

وروی السیوطی من تاریخ بخاری عن نعیم بن عمر قال سمعت اباحنیفة یقول عجباً للناس یقولون انی افتی بالرأی ما افتی الا بالاثر (تبیض الصحیفة صـ۳۸ للامام سیوطی) ترجمہ: علامہ سیوطی نے تاریخ بخاری میں نعیم بن عمر کا یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے امام ابوحنیفہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ تعجب ہے لوگوں کی اس بات پر کہ وہ کہتے ہیں کہ میں رائے کی بنیاد پر فتوی دیتا ہوں۔ میں تو صرف اور صرف صحابی کے اثر پر فتوی دیتا ہوں۔

وفی مناقب القاری عن ابی یوسف انه کان اذاوردت حادثة قال الامام: وهل عندکم اثر؟ فان کان عنده أوعندنا اثر اخذبه، وان اختلف الاثار اخذبالاکثر والااخذ بالقیاس اه(ص ۴۷۳) مناقب القاری میں امام ابی یوسف سے مروی ہے۔ کہ جب کوئی حادثہ (واقعہ پیش ہوتا) تو امام ابوحنیفہ فرماتے تھے کہ کیا تمہارے پاس کوئی اثر موجود ہے پس اگر اسکے پاس یا ہمارے پاس کوئی اثر (قول صحابی) ہوتا تو اس پر عمل کرتے تھے اور اگر آثار میں اختلاف پایا جاتا تو اکثر کو معمول بہ بناتے ورنہ بصورت دیگر قیاس پر عمل فرماتے۔

وقال: شیخ محی الدین فی الفتوحات المکیة لما الفت کتاب ادلة المذاهب فلم اجد قولا من اقواله أواقوال اتباعه الا وهو مستند الیٰ اية او حدیث او اثر او الیٰ مفهوم ذلک اوحدیث ضعیف کثرت طرقه او الیٰ قیاس صحیح علی اصل صحیح (صـ۵۲) وقال نضر بن المروزی لم ار رجلاً الزم للاثر من ابی حنیفة (کذافی جواهر المضیة) امام محی الدین ارشادفرماتے ہیں کہ جب میں نے کتاب ادلۃ المذاہب کی تالیف کی تو میں نے امام صاحب یا اس کے اتباع کرنے والوں

کے اقوال میں سے ایک بھی قول ایسا نہیں پایا جسکا کسی آیت، حدیث، اثر صحابی یا اس کے مفہوم یا کسی حدیث ضعیف جسکے طرق زیادہ ہوں یا کسی ایسے صحیح قیاس کی طرف استناد نہ کیا گیا ہو۔ جس کی بنیاد کسی اصل صحیح پر ہو۔ اور نظر بن المروزیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی کو بھی امام ابوحنیفہؒ سے زیادہ اثار صحابہ کو لازم پکڑتے نہیں دیکھا۔

وقال الخوارزمی: فی جامع المسانید : ومما شنع الخطیب وغیرہ علیٰ ابی حنیفةؒ انه لایعمل بالحدیث وانما یعمل بالرأی وهذا قول من لایعرف شیأً من الفقه : ومن شم رائحته وانصف اعترف ان ابا حنیفة من اعلم الناس الأخبار واتباع الاثار (مقدمة اعلاء السنن صـ ۶۲) ترجمہ: امام خوارزمی نے جامع المسانید میں فرمایا ہے کہ خطیب وغیرہ نے امام ابوحنیفہ پر یہ طعن وتشنیع کی ہے کہ وہ حدیث پر عمل نہیں کرتے اور رائے کو اختیار کرتے ہیں۔ امام خوارزمی کہتے ہیں کہ یہ ان لوگوں کا قول ہوسکتا ہے کہ جن کو فقہ سے کوئی دور کا بھی واسطہ نہیں جبکہ کوئی بھی آدمی جسکو فقہ کی ہوا لگی ہو اور انصاف سے کام لیتا ہو۔ تو وہ یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہوگا۔ کہ ابوحنیفہ لوگوں میں حدیث کے سب سے بڑے عالم ہیں اور آثار صحابہ کے سب سے زیادہ متبع ہیں۔

(ترجمہ از مرتب)

قلت حدیث کا الزام اور اُس کا جواب:

سب سے پہلا اور بڑا الزام یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کو احادیث کا اتنا زیادہ علم نہ تھا اور نہ ہی ان کو احادیث یاد تھیں۔ شاید ان حضرات کا متدل علامہ ابن خلدونؒ کا یہ قول ہے یقال بلغت روایاته الی سبعة عشرة حدیثا کہا جاتا ہے۔ کہ امام ابوحنیفہؒ کی مرویات کی تعداد صرف سترہ (۱۷) احادیث تک پہنچی ہے۔ (مقدمہ ابن خلدون)

اس قول کے معتبر نہ ہونے کی یہی وجہ کافی ہے کہ ابن خلدون نے یقال کے صیغہ سے اس کا ذکر کیا ہے جو کہ خود اس کے کمزور ہونے کی دلیل ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ خود علامہ ابن خلدونؒ علوم شرعیہ میں مہارت نہیں رکھتے تھے جیسا کہ علامہ سخاویؒ نے الضوء اللامع فی اعیان قرن

التاسع میں لکھا ہے وان کان ماھرا فی الامور التاریخیة الا انه لم یکن ماھرا بالعلوم الشرعیة ترجمہ اگر چہ علامہ ابن خلدون تاریخی امور میں ضرور ماہر تھے لیکن شرعی امور میں ماہر نہ تھے جبکہ مؤرخ ہونا اور ہے محدث ہونا اور ہے (امام اعظم ابو حنیفہ ص ١٣٨) جب کہ خود علامہ ابن خلدون نے امام صاحبؒ سے روایات کم ہونے کی یہ توجیہ پیش کی ہے والامام ابوحنیفة انما قلت روایته لما شدد فی شروط الروایة والتحمل وضعف روایة الحدیث الیقینی اذا عارضها الفعل النفسی وقلت من اجلها روایته لا لانه ترک روایة الحدیث متعمدا فحاشاه من ذلک ویدل علی انه من کبار المجتهدین فی علم الحدیث امام صاحبؒ کی روایات اس وجہ سے کم ہیں کہ انہوں نے روایت اور اس کی تحمل میں بڑی سخت شرائط عائد کی ہیں اور وہ یہ کہتے ہیں کہ حدیث یقینی کی روایت جب کہ اس کے مقابلے میں حدیث نفسی واقع ہو ضعیف ہو جاتی ہے اس وجہ سے انکی روایات اور حدیث میں کمی واقع ہوئی ہے نہ اس وجہ سے کہ انہوں نے جان بوجھ کر روایت حدیث کو ترک کر دیا تھا ان کی ذات اس قسم کی فعل سے بلند و بالا ہے اور یہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ امام صاحب علم حدیث کے بہت بڑے مجتہدین میں سے تھے۔ اس کے علاوہ قلیل الحدیث ہونا خود کوئی عیب نہیں ہے۔ حضرت صدیق اکبرؓ سے ١٤٢ حضرت عمر فاروقؓ سے ٥٣٩ حضرت عثمانؓ سے ١٤٦ حضرت علیؓ سے ٥٨٦ اور حضرت عبداللہ مسعودؓ سے ٨٤٨ احادیث منقول ہیں (خلاصہ تہذیب الکمال ٢٠٦) یہ وہ صحابہ ہیں جنہوں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک طویل عرصہ گزارا اور جن کے علم وفقہ پر سب کا اتفاق ہے۔ لیکن ان سے مروی احادیث کی تعداد کم ہے۔ لیکن شاہ ولی اللہؒ کے نزدیک ان حضرات سے احادیث بڑی کثرت سے موجود ہیں۔ کیونکہ جو احادیث بظاہر موقوف ہوئی ہیں۔ وہ بھی حقیقتاً وحکماً مرفوع ہیں اور ان حضرات سے جو احادیث باب فقہ، باب احسان اور باب حکمت میں جس قدر ارشادات مروی ہیں وہ بہت سے وجوہ سے مرفوع کے حکم میں ہیں لہذا ان حضرات کو مکثرین کے حکم میں داخل کرنا زیادہ موزون ہیں (ازالة الخفاء ص ٢١٣)

تاہم امام اعظم کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ قلیل الحدیث تھے ایک ایسا الزام ہے جسکی کوئی

حقیقت نہیں، حسن بن زیادؒ امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں فرماتے ہیں کان ابو حنیفة یروی اربعة آلاف حدیث الفین لحماد والفین لسائر المشیخة (مناقب موفق ۱/۹۶) امام ابوحنیفہؒ چار ہزار احادیث روایت کرتے تھے جن میں دو ہزار حمادؒ کی اور دو ہزار باقی دوسرے مشائخ کی ہیں۔ اور رسول اللہ ﷺ سے مروی اصل روایات کی تعداد بھی چار ہزار سے کچھ اوپر ہے چنانچہ علامہ امیر یمانی فرماتے ہیں إن جملة الأحادیث المسندة عن النبی ﷺ یعنی الصحیحة بلا تکرار أربعة الاف واربعمائة حدیث (توضیح الافکار: ۶۳) نبی کریم ﷺ سے مروی صحیح احادیث کی تعداد بغیر تکرار کے چار ہزار چار سو ہے۔

شیخ الاسلام ابن عبداللہ المکی فرماتے ہیں وروی حماد بن زید عن ابی حنیفة احادیث کثیرة حماد بن زید نے امام ابوحنیفہ سے بہت سی حدیثیں روایت کی ہیں کثیر کا لفظ بھی دلالت کرتا ہے کہ امام صاحب کے پاس کافی احادیث کا ذخیرہ تھا۔

بلکہ ملا علی قاریؒ نے محمد بن سماعہؒ سے نقل کیا ہے ان الامام ذکر فی تصانیفه نیفا وسبعین الف حدیث (مناقب علی القاری بذیل الجواہر ۴۷۴) یعنی امام صاحب کی تصانیف میں ستر ہزار احادیث ملتی ہیں۔ بظاہر امام صاحب کی تصانیف میں اتنی احادیث نظر نہیں آتیں لیکن اگر متقدمین کا طریقہ کار ذہن میں ہو تو اس بات کی صداقت واضح ہو جاتی ہے۔ اور وہ یہ کہ متقدمین بعض اوقات حدیث کو احتیاط کے پیش نظر حضور اکرم ﷺ کی طرف منسوب کرنے کی بجائے خود اپنا قول قرار دے کر فقہی مسئلہ کے طور پر بیان کرتے ہیں اگر اس اعتبار سے دیکھا جائے تو امام ابوحنیفہ کی مرویات کا ستر ہزار تک پہنچ جانا کوئی مستبعد نہیں، امام محمدؒ نے ایسے بیشمار مسائل امام ابوحنیفہؒ سے نقل کئے ہیں جو براہ راست حدیث سے منقول ہیں۔ اور امام صاحب روایات حدیث کے بجائے چونکہ استنباط احکام میں لگ گئے تھے اسلئے ان کی بہت سی روایات، حدیث کی حیثیت میں باقی نہ رہ سکیں بلکہ فقہی مسائل کے طور پر باقی رہیں۔ چنانچہ شافعی عالم حافظ محمد یوسف صالح فرماتے ہیں وانما قلّت الروایة عنه وان کان متسع الحفظ لا شتغاله بالاستنباط وکذلک لم یرو عن مالک والشافعی الا القلیل بالنسبة الی ما سمعاه وکان ابو حنیفة من

كبار حفاظ الحديث واعيانهم ولو لا كثرة اعتنائه بالحديث ماتهيأله استنباط مسائل الفقه (عقود الجمان باب ۲۳ بحوالہ تانیب الخطیب للکوثری ۱۵۲) حدیث میں وسعت حفظ کے باوجود امام ابوحنیفہ سے روایات کی تعداد کم ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ استنباط احکام میں لگ گئے تھے، اسی طرح امام مالک اور امام شافعیؒ سے بھی ان کے سماع احادیث کے مقابلہ میں روایات کی تعداد کم ہے۔ امام ابوحنیفہؒ حدیث کے بڑے حفاظ اور کبار رجال میں سے تھے۔ اگر حدیث کے ساتھ انہیں زیادہ شغف نہ ہوتا تو فقہی مسائل کا استنباط ان کیلئے ممکن نہ ہوتا۔

امام ابوحنیفہؒ عمر میں سب سے بڑے تھے:

نیز جس روز امام ابوحنیفہ کی وفات ہوئی اس روز امام شافعیؒ پیدا ہوئے اور امام شافعیؒ کی وفات کے وقت امام بخاری کی عمر دس سال تھی اور ابوداؤد چھ سال کے تھے ابن ماجہ تو پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔

مندرجہ ذیل نقشہ کو غور سے پڑھیں اور دیکھیں کہ امام صاحب نبی کریم ﷺ کے دور مبارک سے سب سے زیادہ قریب تر تھے۔ چنانچہ امام ابوحنیفہؒ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور امام مالک ۹۵ھ میں پیدا ہوئے۔ تو امام ابوحنیفہؒ امام مالکؒ سے عمر میں ۱۵ سال بڑے ہوئے۔ امام شافعیؒ ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے تو امام صاحبؒ امام شافعیؒ سے عمر میں ۷۰ سال بڑے ہوئے اس سے امام شافعیؒ کی طرف، امام ابوحنیفہؒ پر تنقیص کا جھوٹا ہونا ثابت ہوا اس لئے کہ امام شافعیؒ نے امام ابوحنیفہ کو بالکل پایا ہی نہیں اور اگر بالفرض اس کے ادراک زمانہ بھی تسلیم کرلیا جائے تو امام شافعیؒ خود امام اعظمؒ کی عظمت شان، جلالت قدر کے معترف ہیں فرماتے ہیں کہ جو شخص ابوحنیفہ کے کتابوں کو نہ دیکھے وہ نہ تو علم میں تبحر ہوگا اور نہ فقیہ بنے گا۔ یہ بھی فرمایا کہ ابوحنیفہ خاندان فقہ کے مربی اور مورث اعلیٰ ہیں (تذکرۃ الحفاظ حدائق صفحہ ۷۷) اس طرح ان اقوال کا بھی کوئی اعتبار نہیں جو امام احمدؒ کی طرف منسوب تنقیص ابوحنیفہؒ کے حق میں نقل کئے گئے ہیں اس لئے کہ امام احمدؒ ابوحنیفہؒ کی وفات کے بعد ۱۶۴ھ میں پیدا ہوئے۔ امام احمد بن حنبلؒ ۱۶۴ھ میں پیدا ہوئے تو امام اعظمؒ عمر میں ان سے ۸۴ سال بڑے ہوئے۔ اس کے علاوہ امام احمدؒ امام اعظمؒ کی

توصیف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ابوحنیفہ علم، تقویٰ، زہد اور اختیار آخرت میں اس درجہ پر تھے کہ کوئی ان کو نہیں پہنچ سکا (شامی و خیرات الحسان)

امام بخاری علیہ الرحمۃ ۱۹۴ھ میں پیدا ہوئے تو امام صاحب عمر میں امام بخاریؒ سے ۱۱۴ سال بڑے ہوئے۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ ۲۰۲ھ میں پیدا ہوئے تو امام صاحب عمر میں ان سے ۱۲۲ سال بڑے ہیں امام نسائی رحمہ اللہ ۲۱۵ھ میں پیدا ہوئے تو امام صاحب ان سے ۱۳۵ سال بڑے ہوئے۔ امام ترمذیؒ ۲۰۹ھ میں پیدا ہوئے تو امام صاحب ان سے ۱۲۹ سال بڑے ہوئے۔ امام ابن ماجہ رحمہ اللہ ۲۰۹ھ میں پیدا ہوئے تو امام صاحب ان سے ۱۲۹ سال بڑے ہوئے

الغرض حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ تمام ائمہ مجتہدین اور ائمہ محدثین اصحاب ستہ سے عمر میں سب سے بڑے ہیں اور زمانہ نبوتؐ سے سب سے زیادہ قریب ہیں حتّٰی کہ خود صحابہ کرام سے بھی حدیث کا سماع کیا ہے۔ والصحابہ کلہم عدول اس لئے ان کو احادیث کی چھان بین یا تدوین جرح و تعدیل کی ضرورت نہ ہوئی وہ قوانین اسلام کو مدون کرنے اور مسائل فقہ کے اجتہاد میں لگ گئے۔ آخر ان کا یہ مکمل فقہ اسلامی اور اس کا پھیلاؤ جو انہوں نے اصول مقرر کر کے مدون کیا ہے۔ کیا یہ شاہد نہیں ہے کہ ان کو قرآن و حدیث پر کتنا عبور تھا۔ یہ فقہ حنفی ان کے محدث ہونے پر پورا شاہد عدل ہے جو لوگ ان پر طعن و تشنیع کو روا رکھتے ہیں ذرا سوچیں ان کے سامنے اپنی استعداد پر نگاہ کر کے ان کے اس احسان عظیم کو جو امت پر کیا ہے دل سے ان کا شکریہ ادا کریں، احسان اور اطمینان سے عمل کریں۔

(بشکریہ ماہنامہ بینات)

چالیس ہزار احادیث سے کتاب الآثار کا انتخاب:

ملا علی قاریؒ امام محمد بن سماعہؒ سے نقل کرتے ہیں انہوں نے فرمایا ان الامام ذکر فی تصانیفہ نیفا و سبعین الف حدیث و انتخب الآثار من اربعین الف حدیث (مناقب القاری بذیل الجواہر ص ۴۷۴ بحوالہ مقام ابی حنیفہ ص ۱۱۴) کہ امام اعظمؒ نے ستر ہزار سے زائد

روایات ذکر کی ہیں ۔ اور چالیس ہزار احادیث میں سے کتاب الآ ثار کا انتخاب کیا ۔ امام صدر الائمہ مکیؒ فرماتے ہیں وانتخب ابو حنیفة الآثار من اربعین الف حدیث (مناقب موفق ص ۹۵ بحوالہ مقام ص ۱۱۴، مسانید الامام ابی حنیفہ ص ۴۴) یادر ہے کہ محدثین عظام کی یہ اصطلاح ہے کہ سند کے بدلنے اور اسی طرح سند کے کسی راوی کے بدلنے سے حدیث کی گنتی اور تعداد بدل جاتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام کے دور میں احادیث کی تعداد کم تھی کیونکہ سند مختصر تھی اور ائمہ حدیث کے زمانے میں احادیث کی تعداد لاکھوں سے متجاوز ہوگئی کیونکہ جوں جوں سند بڑھتی گئی اور راوی بدلتے گئے تو احادیث کی تعداد بھی بڑھتی گئی نہ یہ کہ متون حدیث بڑھ گئے ۔ محدثین کی اس اصطلاح کو نہ سمجھنے کیوجہ سے بعض لوگوں کو سخت ٹھوکر لگی ہے اور انہوں نے محدثین عظام کو بلاوجہ موردطعن ٹھہرایا۔ دیگر محدثین کی طرح جہاں کہیں امام صاحب کی طرف حدیثوں کی نسبت ہوتی ہے تو اس سے بظاہر یہی متون حدیث مراد ہیں اور جہاں چالیس ہزار ستر ہزار کا ذکر آتا ہے تو وہاں اسانید اور طرق متعددہ سے مروی احادیث مراد ہیں۔

خطیب بغدادیؒ یحییٰ بن معین کی سند سے روایت کرتے ہیں **کان ابو حنیفة لا یحدث بالحدیث الا ما یحفظ ولا یحدث بما لا یحفظ**. ترجمہ: امام ابوحنیفہ صرف ان احادیث کو بیان فرماتے جوان کو زبانی یاد ہوتیں ۔ اور جو انہیں یاد نہ ہوتی اُسے بیان نہ کرتے تھے ۔ (مکانہ ص ۱۹۲)

امام صاحبؒ کی جلالت علیا تک متعصبین کے نہ پہنچنے والے پتھر:

علامہ دکتور احمد قاسم اپنے کتاب ''مکانۃ الامام ابوحنیفہ'' میں ارقام فرماتے ہیں۔

قال النسائی فی الضعفاء ابو حنیفة النعمان بن ثابت لیس بالقوی فی الحدیث (الضعفاء والمتروکین ص ۳۳۳) ولکن کلام النسائی هذا لایعتبر جرحاً لان هذا الجرح لیس بمفید واذاتعارض الجرح الذی لم یفسر مع التعدیل المفسر وکان المعدل عارف بما قیل فلاشک اننا نقدم التعدیل علیٰ التجریح دون تردد:

ترجمہ: لیکن امام نسائی کا یہ کلام بطور جرح کے معتبر نہیں کیونکہ یہ جرح مفید نہیں اور جب غیر واضح اور غیر مفسر کلام جارح کا ایسی تعدیل مفسر کیساتھ تعارض آ جائے جسکا معدل عارف بھی ہو تو اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم بلاتردد تعدیل کو تجریح پر مقدم رکھیں گے۔

(ترجمہ از مرتب)

(۱) ابن حبان اپنی کتاب (المجروحین میں ابوحنیفہؒ کی شان میں ارقام فرماتے ہیں) کان رجلاً جدلاً ظاهر الورع لم يكن الحديث صناعته حدث بمائة وثلاثين حديث مسانيد منها حديث فى الدنيا غيرها اخطأ منها فى مائة وعشربن حديثا اما ان يكون اقلب اسناده اوغيرسنده من حيث لا يعلم فلما غلب خطاهٔ علىٰ صوابه استحق ترك الاحتجاج فى اخباره (المجروحين ٣/ ٦١) والجواب من كلام ابن حبان ان قوله لم يكن الحديث صناعته فهذا خلاف ما هو المتعارف عليه عند الائمه ان الفقيه لايكون فقيها الااذا اخذالكتاب والسنة وتفقه فيهما وعلم اصول ذلك تماماً والا فلايصلح ان يكون فقيهاً وكيف يسلم الناس له بالفقه وهولايعرف صناعة الحديث وكيف يقول الشافعى الناس فى الفقه عيال ابيحنيفة وابوحنيفة لاعلم له با لحديث هذا كلام متناقض مرفوض جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کی فقاہت تمام ائمہ کے نزدیک مسلم ہے اس کیلئے جم غفیر من المحدثین شہادت دیتے ہیں کہ حدیث میں اس نے اپنا لوہا منوالیا۔ ورنہ پھر یہ فقاہت کہاں سے؟ دوسرے یہ کہ جرح بھی غیر مفسر ہے جو کسی طرح بھی قابل قبول نہیں

وبالغرض ان ابن حبان لاتقوم له حجة مطلقة فى كل ماذكره من جرح ابى حنيفة والصاق التهم الخطيرة به ونسبة الطامات اليه بل اننانرى اباحنيفة يظل شامخ الرأس لاتناله حجارة المتعصبين ولا يؤثرفيه افك الافاكين المتحللين (مكانة ص ٢٣٣)

(٢) جرح ابن عدى: وقال عمرو بن على ابوحنيفة صاحب الرأى

واسمه النعمان بن ثابت ليس بالحافظ مضطرب الحديث واهى الحديث (الكامل ٧ / ٢٤٧٣) الجواب عنه ان هذا خبر مقطوع بين ابن عدى وعمرو بن على وبين ومن عاصر ابا حنيفةؒ لان الجرح لايقبل الاممن عاصر الرجل ولايقبل الامفسرا وبطريق صحيح فاذا كان غير ذالک فلا نقبله ولانأخذبه

ترجمہ: ابن عدی امام ابوحنیفہ پر جرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ابوحنیفہ جس کا نام نعمان بن ثابت ہے ایک صاحب الرائے غیر حافظ اور مضطرب الحدیث آدمی ہے جس کا جواب یہ ہے کہ یہ خبر ابن عدی اور عمرو بن علی اور امام صاحب کے معاصرین کے درمیان مقطوع خبر ہے اور جرح بغیر معاصر بغیر تفسیر اور طریقہ صحیح کی قابل قبول نہیں لہذا جب ایسے جرح نہ ہوں تو نہ ہم اس کو قبول کرتے ہیں اور نہ اس کو جرح مانتے ہیں۔ (ترجمہ از مرتب)

(۳) قيل لابن المبارک فلان يتكلم فى ابيحنيفة فأنشد بيت ابن الرقيات يحسدوک اذا رأو فضلک الله بما فضلت به النجباء (مكانة الامام ص ۲۵۲) ابن مبارک کو کہا گیا کہ فلاں آدمی ابوحنیفہ کے بارے میں کلام کرتا ہے تو ابن مبارک نے ابن الرقیات کا یہ شعر پڑھا جس کا مطلب یہ ہے کہ لوگ جب شریف و نجیب لوگوں پہ اللہ تعالی کی طرف سے آپ کو بخشی گئی فضیلت کو دیکھتے ہیں تو حسد کرنے لگتے ہیں۔ (ترجمہ از مرتب)

(۴) امام ابوحنیفہ کے اکثر جارحین اور طاعنین تعصب مذہبی کا شکار ہیں) لہذا ان میں کسی کا جرح قبول نہیں بلکہ اس طرح یہ جرح رد ہوگا۔ ورنہ رائے اور مذہب کے تعصب کو اگر قبول کیا جائے تو کوئی بھی اس سے بالاتر نہ رہے گا۔ جیسا کہ دکتور احمد قاسم اپنی کتاب مکانۃ الامام میں تقی الدین عبدالوہاب کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں قوله وخاتمة القول فان التعصب للرأى والمذهب سبب لرد الجرح مهما كان ولذايقول ابن السبكى با الصواب عندنا ان من ثبت امامته وعدالته وكثر مادحوه ومزكوه وندر جارحوه وكانت هناک قرينة دالة على سبب جرحه من تعصب مذهبى او غيره فانا لا نلتفت الى الجرح فيه ونعمل فيه بالعدالة والا فلو فتحنا هذا الباب واخذنا

تقدیم الجرح علی الاطلاق لما سلم لنا احد من الائمة اذما من امام الا وقد طعن فیه طاعنون وهلک فیه هالکون (قاعدہ الجرح والتعدیل لابن السبکی ص ۱۰٫۹)

(۵) امام ابوحنیفہ کی محدثانہ شان اور علم حدیث میں عالی مقام اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ بعض اہل علم وفضل امام اعظم کو اپنے لئے علم حدیث کے طلب اور تلاش میں اول امام مانتے ہیں چنانچہ عمرو بن دینار ارقام فرماتے ہیں۔ اول من اقعدنی للحدیث ابو حنیفة اسی طرح جرح وتعدیل میں اول متکلم خود اس کے ذات گرامی ہیں۔ ان اول من تکلم فی الجرح والتعدیل ابوحنیفة فجرح الجعفی واثنیٰ علی عمرو بن دینار وحدیث ابن المبارک (مکانة الامام ص ۲۷۳)

فائدہ: اس مقام پر یہ بھی معلوم کر لینا چاہئے کہ تعدیل کے مراتب میں امام ابوحنیفہ کی تعدیل کس مرتبہ کی ہوگی۔ مقدمہ ابن صلاح صفحہ ۵۵ میں ہے اما الفاظ التعدیل فعلی مراتب الأولیٰ قال ابن حاتم اذاقیل للواحد انه ثقه او متقن فهو ممن یحتج بحدیثه کسی کی تعدیل کیلئے مختلف الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں ابن ابی حاتم فرماتے ہیں کہ اگر کسی کے لئے لفظ ثقہ اور متقن استعمال کیا جائے تو اس کی حدیث حجت ہے اور تدریب الراوی صفحہ ۱۲۲ میں ہے اما المرتبة التی زادها الذهبی والعراقی فانها اعلیٰ من هذه وهو ما کرر احدهذه الالفاظ اما بعینه کثقة ثقة او لا کثقة ثبت وثقة حجة و ثقة حافظ فتح المغیث میں ہے قال الخطیب ابو بکر ارفع العبد فی احوال الرواة ان یقال حجة او ثـــقة خطیب ابوبکر نے فرمایا کہ راویوں میں سب سے اعلیٰ وہ ہیں جس کیلئے لفظ حجت یا ثقہ استعمال کیا جائے اور حافظ عراقی الفیہ میں صفحہ ۱۵۶ پر فرماتے ہیں فارفع التعدیل ما کررہ ثقة ثبت سب سے اعلیٰ تعدیل کو مکرر بیان کرے جیسے ثقة ثبت اور تدریب الراوی صفحہ ۲۱۴ میں ہے المرتبة التی زادها شیخ الاسلام اعلیٰ مرتبة التکرار وهی الوصف بافعل کا وثق الناس و اثبت الناس ونحوه شیخ الاسلام نے تکرار بھی اعلیٰ مرتبہ بیان فرمایا ہے جیسے او ثق الناس اثبت الناس وغیرہ چونکہ امام کی شان میں تعدیل کے کلمات ہر قسم کے جیسے ثقہ اور

ثقہ ثقہ وعدل ثقہ بتکرار اور احفظ صیغہ افعل منقول ہیں اس وجہ سے تمام اقوال سے اعلیٰ درجہ کے ثقہ اور عادل ثابت ہوتے ہیں اور آپ کی روایت یقیناً جملہ اقوال کے لحاظ سے قابل احتجاج کہی جائے گی۔ **ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء** اور یہ بھی یاد رکھنے چاہئے کہ امام المحدثین یحییٰ بن معین سے تعدیل کے کلمات مختلف مروی ہیں از ان جملہ لاباس بھی ہے اور یہ خاص اصطلاح ہے ابن معین کی لفظ لاباُس سے وہ ثقہ مراد لیتے ہیں۔ چنانچہ خود ابن معین نے اس کی تصریح کی ہے۔ مقدمہ ابن صلاح صفحہ ۵۶ میں ہے۔ **عن ابی حنیفة قال قلت لیحیٰی بن معین انت تقول فلان لیس بہ بأس و فلان ضعیف اذا قلت لک لیس بہ بأس فھو ثقة و اذاقلت لک ھو ضعیف لیس ھو ثبت لا تکتب حدیثه و ھکذا فی تدریب الراوی صـ ۱۲۶ و فتح المغیث صـ ۱۵۹)** ترجمہ: ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن معین سے کہا کہ آپ بعض کیلئے کہتے ہیں (لیس بہ بأس) اور بعض کیلئے ضعیف کا لفظ استعمال فرماتے ہیں اس کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا جس کیلئے میں لیس بہ بأس کہوں سمجھ لو کہ وہ ثقہ ہے اور جس کیلئے ضعیف کہوں وہ قابل حجت نہیں اس کی حدیث نہ لکھو یہی تدریب الراوی اور فتح المغیث میں ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کا حدیث ضعیف میں موقف:

حدیث ضعیف کی تعریف وہ ہے جس میں صفت حسن اور صحیح کی شرائط نہ پائی جاتی ہو جو اتصال، عدالت، ضبط، متابعت وغیرہ ہیں۔ قبول حدیث میں امام ابوحنیفہؒ شدت سے احتیاط فرماتے تھے خاصکر حدیث ضعیف کے قبول میں امام ابوحنیفہؒ کے زمانے میں وہ امور (فتن) پیدا ہوئے جو عبداللہ بن مسعودؓ کے دور میں نہ تھے کذابین اور وضاعین کا بھرمار تھا جھوٹ بولنے والے ہر جگہ میں اپنی جھوٹ کی زہر اور موضوعی احادیث پر اعتماد کیا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب ہم قدیم کتب فقہ حنفی کے مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں وہاں تعلیل احکام نظر نہیں آتے یا دلیل قیاس ہوتا ہے جس میں حدیث کا تذکرہ نہیں ملتا۔ لیکن جب ہم متاخرین فقہاء احناف کے کتب دیکھتے ہیں جنہوں نے التزام تعلیل کا حوالہ کر رکھا ہے جسے کتاب (الاختیار لتعلیل المختار) اسی طرح الھدایة فی الفقه الحنفی) تو

ان میں ہمیں ہر حکم کے لئے استدلال بالحدیث المرفوع یا باثر الصحابی نمایاں نظر آتی ہے۔اس کا سبب یہی ہے کہ ان لوگوں کا فتاویٰ صحابہ پر اور نفس قیاس جسکے اصل حدیث صحیح سے ثابت ہو، اعتماد بیٹھ چکا تھا۔لیکن اس اعتماد کا تمام امام ابوحنیفہ کے دور سے بعد میں برقرار پائی۔جیسا کہ شیخ ابوزہرہ ارقام فرماتے ہیں او لذالک لما اخلفت المدارس وتبادلت المعارف وانتشر احادیث کل العلیم لدی الحضر تقاربت الاراء وآخذ کل ماعند الاخرین فالتقی فقه العراقی والحجازی، وتدانت الاتجاهات المختلفة، ولکن تم ذالک بعد ابی حنیفة (بو حنیفة لابی زهرة ص ۳۳۱ بحوالة مکانة ص ۵۵۲)

امام ابوحنیفہ حدیث ضعیف پر عمل کرتے تھے اور اسکو رائے پر مقدم سمجھتے تھے: امام ذھبی جو حنبلی المذہب ہے وہ فرماتے ہیں: ان اباحنیفة کان یقدم الحدیث الضعیف علی الرأی (تاریخ الاسلام للذهبی ۱۳۸/۲)

امام ابوحنیفہ حدیث ضعیف کو رائے پر مقدم رکھتے تھے۔چنانچہ اس بات کی گواہی امام ابوحنیفہؒ اور امام محمد بن جعفر الباقر کے درمیان ایک مباحثے سے بھی ملتی ہے۔(جب ایک مرتبہ امام جعفر باقر نے امام اعظم کو مخاطب کر کے کہا۔کیا تم ہی وہ آدمی ہو جس نے میرے دادا کی دین کو بدل ڈالا؟ امام ابوحنیفہؒ نے جواب میں ارشاد فرمایا(معاذ اللہ میں کیسے اس طرح کر سکتا ہوں؟ بلکہ تم نے خود اس میں تبدیلی لائی ہے۔جعفر باقر نے کہا (اجلس) یہاں تک کہ ہمیں حق واضح ہو جائے امام صاحب بیٹھے تھے اور اس سے بار بار سوال کیا کرتے تھے: سوالات یہ تھے البول اشد نجاسة ام المنی ؟ قال بل البول : قال : لو حولت دین جدک بالرأی لکان البول اولی بالاغتسال ثم قال له الصلاة افضل واهم ام الصیام ؟ قال بل الصلاة قال لوحولت دین جدک لقلت ان الحائض تقضی الصلوٰة دون الصوم وهکذالی اخر اللقاء (مکانة ص ۵۵۲) ولا یحدث بمالا یحفظ ص ۱۹۲) ترجمہ: امام صاحب نے پوچھا کہ پیشاب نجاست میں سخت ہے یا منی؟ امام باقر نے کہا کہ پیشاب: پھر امام صاحب نے فرمایا اگر میں تیرے نانا کے دین کو بدل دیتا تو میرے نزدیک منی کے بجائے پیشاب سے غسل کرنا بہتر ہوتا۔پھر پوچھا

نماز افضل ہے یا روزہ؟ امام جعفر نے فرمایا نماز۔ اس پر امام صاحب نے فرمایا کہ اگر میں تیرے نانا کے دین کو بدل ڈالتا تو رائے اور قیاس کے تقاضے کے مطابق یہ تھا کہ حائضہ عورت روزہ کے بجائے نماز کی قضا کرے اور اس آخر ملاقات تک یہ سوال وجواب ہوتا رہا۔

کان ابو حنیفة ثقة صدوقا فی الفقه والحدیث قامونا علی دین الله (مکانۃ ۱۹۲ تاریخ بغداد ۱۳/۳۵۰) یحییٰ بن معین فرماتے ہیں **هو ثقة ما سمعت احدا ضعفه** (مکانۃ ص ۱۹۳) ترجمہ: خطیب بغدادی یحییٰ بن معین کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ فقہ و حدیث میں بہت سچے تھے۔ اللہ کے دین پر بہت زیادہ قائم رہنے والے تھے ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ وہ ثقہ ہیں میں نے کسی کو اس کی تضعیف کرتے نہیں سنا۔ (ترجمہ از مرتب)

كان ابو حنيفة أفقه أهل الأرض كان نعم الرجل النعمان ما كان أحفظ لكل حديث فيه فقه وأشد فحصه عنه وأعلم بما فيه من الفقه (مکانہ ص ۱۹۵) ترجمہ: امام ابوحنیفہ کتنے ہی اچھے آدمی تھے اس کے ان حدیثوں کو یاد کر لینے کو کیا کہیے جس میں فقاہت ہو اور اس کے بارے میں اس کی تلاش وجستجو بہت زیادہ تھی۔ اور وہ ان احادیث کیلئے جس میں فقاہت ہوتی ہے سب سے بڑے عالم تھے۔

امام حدیث اسرائیل بن یونس کی رائے گرامی:

فهو رجل فقيه لا يبحث إلا عن الحديث الفقهي لأنه رجل متخصص فقد كان يأخذ الحديث ويضبط بقيده ويسأل عن طرقه كما توحى بذلك كلمة وأشد فحصه فاذاماوجده صحيحها وهؤلاء يجهل الرجال ولا يخفىٰ عليه حالهم ترجمہ: وہ فقہی آدمی ہیں فقہی حدیث سے ہی بحث کرتے ہیں اسلئے کہ وہ متخصص آدمی ہیں جب حدیث سنتے تھے تو اُسے ضبط کر لیتے تھے پھر اس کے طرق (سند) کے متعلق پوچھتے اور تحقیق کرتے۔ اور انکو راویوں کے حالات بھی معلوم تھے ان کے حالات ان پر مخفی نہ تھے۔

(ترجمہ از مرتب)

ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن داؤد الحریبی فرماتے ہیں **ينبغى للناس أن يدعوا فى**

صلاتهم لأ بيحنيفة لحفظه الفقه و السنن عليهم (مکانۃ ص۱۹۶) ترجمہ: امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ لوگوں کو چاہیے کہ وہ اپنی نمازوں میں ابوحنیفہ کیلئے دعا کریں کیونکہ اس نے ان کیلئے فقہ اور حدیث کو محفوظ کیا ہے۔ امام اعظم کی موجودگی میں ایک مرتبہ امام اعمشؒ سے کسی نے ایک مسئلے کے متعلق پوچھا تو امام اعمشؒ جواب نہ دے سکے امام صاحب نے اس مسئلہ کا جواب دیا امام اعمشؒ نے امام صاحب سے پوچھا کہ آپ کو یہ مسئلہ کہاں سے معلوم ہوا؟ امام صاحب نے فرمایا کہ فلاں دن میں نے فلاں سے جو حدیث سنی تھی اس سے مستنبط کیا بہت سی احادیث ذکر کر دی امام اعمشؒ نے امام صاحب کو کہا یا ابا حنیفة ما حدثناک به شهور احدثتنا به فی ساعته (مکانۃ ص۱۹۷) ترجمہ: اے ابوحنیفہ جو احادیث ہم نے آپ کو مہینوں میں سنائیں وہ آپ نے ہمیں ایک ساعت میں سنائی۔

(ترجمہ از مرتب)

اور امام شعبیؒ ہی نے ایک دوسرے موقعہ پر فرمایا یامعشر الفقهاء انتم الأ طباء ونحن الصيادلة (مکانۃ ص۱۹۷) اور یہی جملہ سفیان بن عیینہ نے بھی ایک موقعہ پر فرمایا تھا یعنی اے فقہاء کی جماعت تم طبیب ہو اور ہم تو صرف شکاری ہیں۔ اور جب ان سے مسئلہ پوچھا جاتا تھا اور ان کے ذہن میں اس کا جواب نہ ہوتا تو فرماتے کہ ابوحنیفہؒ سے پوچھو اس لئے کہ " بورک فی علمه " اس کے علم میں برکت عطا کی گئی ہے۔ اتنے بڑے حضرات کا امام اعظمؒ کی شخصیت کا اعتراف کرنا امام اعظمؒ کے اس علمی مقام کی کافی ووافی دلیل ہے۔

امام ابو یوسف امام صاحب کے منصب علم حدیث کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں ما رأيت أعلم بتفسير الحديث من ابيحنيفة و كان أبصر بالحديث منى الخیرات الحسان میں ہے کہ امام ابی یوسف فرمایا کرتے تھے ما رایت احدا اعلم بتفسير الحديث من ابی حنيفة و كنا نختلف في المسئلة فناتي ابا حنيفة فكان يخرجها من كمه فيدفعه الينا۔ اور ایک دوسرے موقع پر عصام کے سوال کے جواب میں فرمایا قلت لابی یوسف اجتمع الناس على انه لا يتقدمک احد في المعرفة و الفقه فقال مامعرفتی عند

معرفة ابی حنیفه الا کنهر صغیر عند نهر الفرات عصام بن یوسف کا بیان ہے کہ میں نے ابو یوسفؒ سے کہا کہ علماء وقت کا اتفاق ہے کہ آپ سے بڑھ کر علم حدیث وفقہ میں کوئی عالم نہیں تو فرمایا میرا علم امام اعظمؒ کے علم کے مقابلے میں بہت کم ہی ہے آپ سمجھے جیسے دریائے فرات کے پاس ایک چھوٹی سی نہر (موفق جلد۲ صفحہ ۴۳)۔ (ترجمہ از مرتب)

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے امام اعظمؒ کے متعلق حسب ذیل اشعار میں آپ کے مقام حدیث کو بیان فرمایا ہے۔

روی آثاره و أجاب فيها　　　کطيران العصفور من المنيفة

ولم يک بالعراق نظيره　　　ولا بالمشرقين ولا بکوفه

کہ آپ نے آثار کو روایت کرنے میں ایسی بلند پروازیں دکھائی ہیں جیسا کہ پرندے بلند مقام پر پرواز کرتے ہیں ممالک مشرقیہ، کوفہ اور عراق میں تو آپ کی نظیر نہیں (مقام حنفیت ص ۷۱)

امام بخاری نے اپنے رسالہ رفع یدین میں بیان فرمایا ہے کہ ابن مبارک اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم تھے امام ابوحنیفہ کی تعدیل میں فرماتے ہیں وذکر الامام النسفی باسناده عن احمد بن محمد البغدادی قال سالت يحيیٰ بن معين عنه فقال عدل ثقة ماظنک من عدله ابن المبارک و وکيع (مناقب الامام اعظم کردری جلد ۱ ص ۹۱) و عن يحيیٰ بن معين قال کان وکيع جيدالرأی فيه (ای فی ابی حنيفة) و يضافيه عن ابن المبارک قال غلب علی الناس بالحفظ والفقه والعلم والصيانة والديانة و شدة الورع (مناقب الامام اعظم کردری حوالہ بالا)

امام یحییٰ بن معینؒ کا ارشاد:

یحییٰ بن معین سے امام صاحب کی ثقاهت فی الحدیث کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا نعم ثقة ثقة و کان يحيی والله أرفع من ان يكذب وهو أجل قدرا من ذلک چنانچہ موصوف ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کان ابو حنيفة ثقة صدوقا فی الفقه والحديث مامونا علی دين الله (مكانة ص ۱۹۲)

وقال یحییٰ بن معین اصحابنا یفرطون فی ابی حنیفة و اصحابه فقیل له اکان یکذب قال انبل من ذالک یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ ہمارے آدمی امام ابوحنیفہ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں زیادتی سے کام لیتے ہیں ان میں سے کسی نے کہا کہ کیا وہ جھوٹ بولتے تھے فرمایا وہ اس سے بالاتر تھے۔ (ترجمہ از مرتب)

اور عمدۃ القاری ص ۲۶ جلد ۳ اور نہایہ شرح ہدایہ میں ہے: سئل ابن معین عنه فقال ثقة ما سمعت احدا ضعفه

الدکتور محمد قاسم عبدہ الحارثی نے بڑی اچھی بات لکھی ہے فرماتے ہیں لأنه ماالمقصود من حفظ السنن هل المقصود ان نحفظها ونضبطها ثم نترکها فی بطون الکتب ؟ ان المطلوب تدبرها والغوص فی معانیها کلا بل المقصود التدبر والتفقه وهو المقصود من تبلیغ السنة وحدیث رسول الله ﷺ بدلیل قوله ﷺ نضر الله امرأ سمع مقالتی فوعاها فاداها کما سمعها وفی روایة فرب حامل فقه الی من هو افقه منه وهکذا کان ابوحنیفةؒ یبحث عن الفقه فی الحدیث الذی هو المصدر الثانی للفقه وهل یصدر الفقه الا عن هذین الاصلین (مکانة صـ۱۹۶، ۱۹۷) ترجمہ: احادیث کو یاد کرنے کا کیا مقصد ہے کیا اس کا مقصد یہ ہے کہ ہم اس کو یاد کر لیں اور پھر ان کو کتابوں کے سفینوں میں چھوڑ دیں احادیث کا مقصد یہ ہے کہ ان میں تدبر کرنا اور ان کے معانی میں غور وخوض کرنا بلکہ مقصود حدیث میں تدبر کرنا اور اس میں تفقہ حاصل کرنا ہے اور حدیث وسنت رسول اللہ ﷺ کی تبلیغ کا مقصد وحید بھی یہی ہے اور اسی دلیل کی طرف اس حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے کہ سرسبز وشاداب ہو وہ شخص جس نے میری بات سنی پھر محفوظ کی اور من وعن پھر دوسروں تک پہنچائے اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ بعض دفعہ سامع پہنچانے والے سے زیادہ فقیہ ہوتا ہے اور آگے راوی فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ فقہ کے بارے میں حدیث سے بحث کرتے تھے جو کہ فقہ کا دوسرا ماخذ ہے اور فقہ بغیر قرآن وسنت کے کسی اور جگہ سے مستنبط نہیں ہوتا۔

(ترجمہ از مرتب)

کیا امام ابوحنیفہؒ فقہی قیاس کو حدیث پر مقدم سمجھتے تھے؟

امام صاحب کی نسبت قیاس کو حدیث پر مقدم رکھنے کا تمام شوروغل بے اصل ہے امام صاحب کے مخالف اور ظاہر بین کہتے ہیں کہ آپ اس روایت کو تسلیم نہیں کرتے جو قیاس کے مخالف ہو۔ وہ قیاس کو حدیث پر مقدم سمجھتے ہیں۔ یہ محض بدگمانی اور امام صاحب پر اتہام ہے یا ان کے اقوال کی غلط تعبیر ہے۔ جس سے ان کا دامن پاک ہے اس بدگمانی کا جواب خود امام صاحب کی زبان سے سنیئے۔

۱) خطیب بغدادیؒ لکھتے ہیں۔ **اخذ بكتاب الله فمالم اجد فبسنة رسول الله فان لم اجد فی كتاب الله ولا سنة رسول الله ﷺ اخذت بقول اصحابه ثم بقول من شئت منهم وادع من شئت منهم ولا اخرج من قولهم الى قول غيرهم فاما اذا انتهى الأمر اوجاء الى ابراهيم والشعبى وابن سيرين والحسن وعطاء وسعيد بن المسيب وعدد رجالاً فقوم اجتهدوا فاجتهد كما اجتهدوا** (تاریخ بغداد ج ۳۶۸/۱۳ وحیات ابن القیم ۱۰۶) ترجمہ: کہ میں سب سے پہلے کتاب اللہ سے دلیل لیتا ہوں پھر جب اس میں نہیں پاتا تو سنت رسول سے دلیل پکڑتا ہوں۔ پھر جب کتاب اللہ میں کوئی چیز نہیں پاتا اور نہ ہی سنت رسول میں پاتا ہوں تو صحابہ کے قول پر عمل کرتا ہوں پھر صحابہ میں جب اختلاف ہو تو جس کا قول چاہتا ہوں لیتا ہوں اور جس کا چاہتا ہوں چھوڑتا ہوں۔ تاہم صحابہ سے کسی اور کے قول کی طرف نہیں جاتا پھر جب یہاں پر بات رک جائے ابراہیم شعبی، ابن سیرین حسن بصری، عطاء، سعید بن المسیب اور دوسرے لوگوں تک معاملہ پہنچ جاتا ہے تو اس جماعت قوم نے اجتہاد کیا پس جس طرح انہوں نے اجتہاد کیا میں بھی اجتہاد کرتا ہوں۔ (ترجمہ از مرتب)

۲) امام شعرانیؒ میزان کبریٰ میں شیخ محی الدین ابن العربیؒ کی فتوحات مکیہ سے نقل کرتے ہیں **قوله وقد روى الشيخ محى الدين فى الفتوحات المكية بسنده الىٰ الامام ابى حنيفة انه كان يقول اياكم والقول فى دين الله تعالىٰ بالرأى وعليكم باتباع السنة فمن خرج عنها ضل** (میزان کبری ج ۱/ ص ۵۰) فتوحات مکیہ میں شیخ محی

الدینؒ نے مسلسل امام ابوحنیفہ تک اپنی سند بیان کرنے کے بعد ان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ امام صاحب فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے دین میں محض رائے کی بنیاد پر حکم کرنے سے بچو اور اپنے اوپر سنت کی پیروی لازم کرلو۔ اس لئے کہ جو اس سے خارج ہوگیا۔ وہ گمراہ ہوا۔

۳) امام اعظمؒ نے فرمایا، میرے قول کو حدیث شریف اور قول صحابہ کے سامنے رد کردو اور جو حدیث سے ثابت ہے وہی میرا مسلک ہے (مظہری ج ۲/ص ۶۴)

۴) علامہ عینی عمدۃ القاری میں ارقام فرماتے ہیں (ان ابا حنیفة قال لا اتبع الرأی والقیاس الا اذالم اظفر بشیء من الکتاب اوالسنة او الصحابة رضی اللّٰہ عنھم (عمدة القاری ج ۴/ ۲۱۷) ترجمہ: امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا: میں رائے اور قیاس کی پیروی نہیں کرتا مگر اس وقت جبکہ مجھے قرآن یا حدیث یا اقوال صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے کچھ نہ ملے۔

۵) وقال ابن حزم جمیع اصحاب ابی حنیفة مجمعون علیٰ ان ضعیف الحدیث اولیٰ عنده من القیاس و ذاک مذھبه (الخیرات الحسان ص ۲۷)

ترجمہ: علامہ ابن حزم کا ارشاد ہے کہ امام اعظمؒ کے تمام اصحاب اس پر متفق ہیں کہ ضعیف حدیث امام صاحب کے ہاں قیاس سے بہتر ہے۔ اور یہی اس کا مذہب ہے۔

۶) علامہ ابن حجر مکی شافعیؒ لکھتے ہیں و قال ابوحنیفة عجباً للناس یقولون افتی بالرای مافتی الابالأخر (الخیرات الحسان ص ۲۷) ترجمہ: امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں لوگوں پر تعجب ہے جو یہ کہتے ہیں کہ میں رائے سے فتویٰ دیتا ہوں۔ حالانکہ میں تو آخری زمانے کی حدیث ہی سے فتویٰ دیتا ہوں۔ (حیات امام اعظم ابوحنیفہ ص ۱۵۰/۱۵۱)

۷) عبداللہ بن مبارک امام زفر سے نقل کرتے ہیں۔ سمعت زفر یقول نحن لا نأخذ بالرأی مادام اثرواذاجاء الأثر ترکنا الرأی (مناقب ابی حنیفة لملاعلی القاری بذیل الجواھر ص ۵۳۴ ج ۳) ترجمہ: میں نے امام زفرؒ سے سنا کہ جب تک کوئی حدیث موجود ہوتی ہے ہم رائے پر عمل نہیں کرتے اور جب کوئی اثر مل جاتا تو ہم اپنے رائے ترک کردیتے ہیں۔

(ترجمہ از مرتب)

۸) امام طحاوی حنفی المتوفی ۳۲۱ھ سے منقول ہے کہ امام ابوحنیفہ کسی مسئلہ میں ایک شخص سے بحث کرر ہے تھے اثناء گفتگو میں خاموش ہوا فسکت ابو حنیفة فقال بعض اصحابه الاتجیبه یا اباحنیفة فقال بما اجیبه وهو یحدثنی بهذا عن رسول الله ﷺ (شرح عقیدۃ الطحاویہ ۲۸۱) امام ابوحنیفہؒ خاموش ہو گئے۔ ان کے بعض اصحاب نے کہا اے ابوحنیفہؒ آپ اس کو کیوں جواب نہیں دیتے۔ انہوں نے فرمایا کہ وہ تو مجھ سے جناب رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کرر ہا ہے۔ میں اس کو کیا جواب دوں۔

(ترجمہ از مرتب)

فائدہ :۔ اس واقعہ کو مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی بھی نقل کرتے ہیں اور آگے لکھتے ہیں کہ امام طحاوی کے اس حوالے سے صاف معلوم ہو گیا۔ کہ حضرت ابوحنیفہؒ حدیث رسول اللہ ﷺ کی کتنی تعظیم کرتے تھے، اس کے سامنے کس طرح گردن جھکا دیتے ہیں۔ (حیات امام اعظم ابوحنیفہؒ، بحوالہ تاریخ اہل حدیث ص ۷۰)

حاسدین امام اعظمؒ کا ایک سنگین جرم:

حاسدین اور مخالفین ابتداء سے امام اعظم کی محدثانہ حیثیت کو مجروح کرنے کیلئے اس قسم کے بے سروپا اعتراضات کرتے رہے ہیں اور یہ سلسلہ تاہنوز جاری ہے۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ متکلم فیہ راویوں کے بارے میں لکھی گئی علامہ ذہبی کی مشہور کتاب میزان الاعتدال میں مخالفین نے امام اعظم کا ترجمہ بھی شامل کر دیا ہے اور مطبوعہ نسخوں میں یہ ترجمہ موجود ہے۔ (میزان الاعتدال ۲۵/۴) حالانکہ علامہ ذہبی نے ثقہ راویوں پر مشتمل اپنی شہرہ آفاق کتاب تذکرۃ الحفاظ میں امام اعظم کی نہ صرف توثیق کی ہے بلکہ بڑے جاندار الفاظ میں آپ کا ذکر کیا ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ: ا صفحہ ۱۵۸، ۱۵۹) اور امام اعظم کے حالات پر مستقل ایک رسالہ بھی لکھا ہے پھر وہ ضعیف اور متکلم فیہ راویوں کی اس کتاب میں امام صاحب کا ترجمہ کیونکر لکھتے۔ بلکہ علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال کے مقدمہ میں صراحۃً یہ بات لکھی ہے کہ میں اس کتاب میں ائمہ متبوعین کا تذکرہ نہیں کروں گا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں وکذالا أذکر فی کتابی من الائمة المتبوعین فی

الفروع احدا لجلالتهم فی الاسلام و عظمتهم فی النفوس مثل ابی حنیفة والشافعی والبخاری (مقدمہ میزان الاعتدال ۲/۱) اسی طرح میں اپنی کتاب میں ان ائمہ میں سے کسی کا بھی ذکر نہ کروں گا جو فروع و مسائل میں مقتدی اور پیشوا ہیں کہ اسلام میں ان کی جلالت شان اور دلوں میں ان کی عظمت ہے۔ جیسے امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام بخاری رحمہم اللہ۔''

یہ سب مخالفین کی کارستانیاں ہیں لیکن حق اور حقیقت بناوٹی اعتراضات کے غبار میں کبھی نہیں چھپ سکتی، وہ واضح ہوکر سامنے آتی ہے اور اسی کو دوام وثبات حاصل ہوتا ہے واما الزبد فیذهب جفاء واما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض (طبقات ابن سعد ۶/۳۶۸)

امام صاحب پر اہل الرأے کا الزام اور اس کا جواب:

کتب تاریخ اسلام، طبقات رجال اور مناقب وغیرہ میں امام اعظمؒ کا لقب امام اہل الرأے مذکور ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ اہل الرائی ہونا شرعی اور لغوی لحاظ سے کیا حیثیت رکھتا ہے؟ محمود اور باعث فضیلت ہے یا مذموم؟

رائے کا لغوی اور اصطلاحی معنی:

علامہ ابوالفتح ناصر الدین المطرزی الحنفیؒ لکھتے ہیں۔ الرای ما اختاره الانسان واعتقده وفيه ربيعة الرأی بالاضافة فقیه اهل المدینه (المغرب ص ۱۹۷ ج ا مقام ابی حنیفہ ص ۱۵۹) رائے اس نظریہ اور اعتقاد کو کہا جاتا ہے جس کو انسان اختیار کرتا ہے اور اسی اضافت کے ساتھ ربیعۃ الرای ہیں جو اہل مدینہ کے فقیہ تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر شخص کا کوئی نہ کوئی نظریہ اور اعتقاد ہوتا ہے جسے اس شخص کی رائے کہا جاتا ہے۔

علامہ ابوالفضل القرشیؒ تحریر فرماتے ہیں''رائے دیدن بدل، وبینائی دل''(صراح ص ۵۵۱ بحوالہ مقام ابی حنیفہ ص ۱۵۹) رائے دل کی بصیرت اور بینائی کو کہتے ہیں۔ ظاہر بات ہے کہ دل کی روشنی اور بصیرت خداوند کریم کا خالص تحفہ اور عطیہ ہے یہ کوئی مذموم شئی نہیں۔ شیخ الاسلام مولانا ظفر احمد عثانی مقدمہ فتح الملہم میں تحریر فرماتے ہیں والرای هو نظر القلب یقال رای رأیا کہ رائے کے معنی دل کی نظر اور بصیرت کے ہیں۔ علامہ ابن اثیر الجزری الشافعیؒ فرماتے ہیں

والمحدثون یسمون اصحاب القیاس اصحاب الرای یعنون انهم یاخذوا برأیهم فیمایشکل من الحدیث ومالم یات فیه حدیث ولااثر (تحفۃ الاحوذی ص ۲۰۶ بحوالہ مقام ابی حنیفہ ص ۱۶۰) کہ محدثین اصحاب قیاس کو اصحاب الرای کہتے ہیں، اس سے مراد یہ لیتے ہیں کہ وہ مشکل حدیث کو اپنی رائے اور سمجھ سے حل کرتے ہیں یا ایسے مقام پر وہ اپنے قیاس اور رائے سے کام لیتے ہیں جسمیں کوئی حدیث و اثر نہ ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ اصحاب الرائے وہ حضرات ہیں جو مشکل احادیث اور غیر منصوص مسائل کو اپنی تدبیر اور دل کی بصیرت (جو منجانب اللہ موہوب ہوتی ہے) سے حل کرنے کے قابل ہوتے ہیں اور محدثین کرام اس معنی کے لحاظ سے ان کو اصحاب الرای کہتے ہیں۔ حافظ ذہبی تذکرہ ص ۱۴۸ میں امام ربیعہ کے بارے میں لکھتے ہیں وکان اماما حافظا فقیها مجتهد ابصیرا بالرای ولذلک یقال لهٗ ربیعة الرای تفصیل بالا سے معلوم ہوا کہ اہل رائے شرعاً اور لغۃً مذموم نہیں بلکہ قابل مدح چیز ہے۔ بعض حضرات کو موجودہ المیزان للذهبی کی درج ذیل عبارت سے دھوکہ ہوتا ہے ابو حنیفة امام اهل الراي ضعفه النسائی من جهة حفظه وابن عدی وآخرون وترجم له الخطیب فی فصلین من تاریخه واستوفی کلام الفریقین معدلیه و مضعفیه ابو حنیفہؒ اہل رائے کے امام ہیں نسائیؒ ابن عدیؒ وغیرہ نے حافظہ کی وجہ سے انکو ضعیف قرار دیا ہے اور خطیبؒ نے ان کے حالات پر اپنی تاریخ میں دو فصلیں قائم کی ہیں اور ان کی توثیق و تضعیف کرنے والے دونوں فریقین پر تفصیل سے کلام کیا ہے۔

محققین نے اس عبارت کے بارے میں کہا ہے کہ یہ علامہ ذہبیؒ کے نہیں، بلکہ کسی نے اس کے حاشیہ پر لکھ دی تھی بعد میں ہوتے ہوئے یہ عبارت میزان کے متن میں شامل ہوگئی جیسا کہ علامہ عبدالحی لکھنویؒ نے لکھا ہے ان هذه العبارة لیس لها اثر فی بعض النسخ المعتبرة مارایتها بعینی بعض معتبر نسخے جو میں نے خود دیکھے ہیں ان میں اس عبارت کا وجود نہیں (بحوالہ امام ابوحنیفہؒ ص ۱۴۵)

اور یہ عبارت علامہ ذہبیؒ کی ہو بھی کیسے سکتی ہے، جبکہ انہوں نے خود میزان الاعتدال کے

مقدمہ میں اس بات کی صراحت کردی ہے کہ وہ اس کتاب میں ائمہ متبوعین کا ذکرنہیں کریں گے عبارت ملاحظہ ہو ولااذکر فی کتابی من الائمة المتبوعین فی الفروع احدا لجلالتهم فی الاسلام وعظمتهم فی النفوس مثل ابی حنیفة والشافعی (مقدمہ میزان الاعتدال) میں اپنی اس کتاب میں کسی بھی ایسے امام کا ذکرنہیں کروں گا جن کی فروع میں اتباع کی جاتی ہے۔ اسلام میں ان کی بزرگی اور لوگوں کی دلوں میں ان کی عظمت کی وجہ سے جیسا کہ امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ۔

اگر بالفرض امام ذہبیؒ اس کو میزان میں ذکرکرتے تو حافظ ابن حجرؒ اس کو لسان المیز ان میں ضرور ذکرکرتے کیونکہ لسان المیزان، میزان الاعتدال پر ہی لکھی گئی ہے،لیکن حافظؒ نے اس کا کوئی ذکرنہیں کیا۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر امام ابوحنیفہؒ بالفرض امام ذہبیؒ کے نزدیک ضعیف ہوتے تو پھر تذکرۃ الحفاظ میں ان کا ذکر نہ کرتے جبکہ تذکرۃ الحفاظ میں حافظ ذہبیؒ نے صرف حفاظ محدثین کا ذکر کیا ہے عام محدثین کا ذکر بھی نہیں کیا معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہؒ ان کے ہاں نہ صرف ثقہ بلکہ حافظ الحدیث بھی ہیں فالحمد للہ۔ اور حافظ الحدیث ہوتا وہی ہے جس کو ایک لاکھ احادیث مع متن ، سند، راویوں کے حالات و مقامات ان سب چیزوں کے ساتھ یاد ہو۔ بخلاف اس کے دل کا اندھا پن انتہائی طور پر مذموم ہے آخر اللہ تعالیٰ کا ارشاد بلاوجہ تونہیں کہ فانها لا تعمی الابصار ولكن تعمى القلوب التى فى الصدور .

علامہ شرف الدین الطیبی الشافعیؒ (المتوفی ۷۴۳ھ) نے ایک حدیث کی تشریح کرتے ہوئے کچھ ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں جن سے اہل الرائے کی کچھ تنقیص معلوم ہوتی ہے حضرت علامہ ملاعلی قاری ان کے ساتھ مناقشہ کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں یشم من كلام الطیبیؒ رائحة الكنائية الاعتراضية على العلماء الحنفية ظنامنه انهم يقدمون الراى على الحديث ولذا يسمون اصحاب الراى ولم يدرانهم انما سموا بذالك لدقة رايهم وحذاقة عقلهم (مرقات ج ۲ صـ۲۸) ترجمہ یعنی علامہ طیبی کے کلام سے علماء احناف پر کنائی اعتراض

کی بو آتی ہے۔ علامہ طیبی پر گمان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ حنفیہ رائے کو حدیث پر مقدم کرتی ہے۔ اور اسلئے وہ حنفیہ کو اصحاب الرائے کا نام دیتے ہیں حالانکہ ان کو اس بات کا علم نہیں کہ احناف کا یہ نام اپنی دقت رائے اور مہارت عقل کی بنیاد پر پڑ گیا۔ (ترجمہ از مرتب)

کیا رائے کے بغیر حدیث سمجھی جاسکتی ہے؟

رائے کے لغوی اور اصطلاحی معنے کے بعد اس امر پر بھی غور کرنا ہے کہ کیا رائے اور فہم کے بغیر حدیث سمجھی جاسکتی ہے؟ اگر سمجھی جاسکتی ہے تو ٹھیک ہے۔ پھر رائے کو لینے کی کیا ضرورت ہے؟ اگر رائے اور فہم کے بغیر حدیث نہیں سمجھی جاسکتی تو پھر وہ مذموم کیسے ہوگئی؟ کیا کوئی مذموم چیز بھی کسی مقبول ومحمود چیز کا ذریعہ اور موقوف علیہ بن سکتی ہے دیکھئے اس بات کی وضاحت کیلئے مولی طاش کبریٰ زادہ کی تحریر جو مفتاح السعادۃ صفحہ ۶۱ کتاب ادب القاضی میں تصریح فرماتے ہیں کہ **لا يستقيم الحديث الابالراى اى باستعمال الراى فيه بان يدرك معانيه الشرعية التى هى مناط الاحكام ولايستقيم الراى الا بالحديث اى لا يستقيم العمل بالراى والأخذ به الا بانضمام الحديث اليه (مقدمة فتح الملهم ص ۲۷)** حدیث رائے کے استعمال ہی سے درست ہوسکتی ہے بایں طور کہ حدیث کے شرعی معانی جو احکام کیلئے مناط ہیں، رائے ہی سے ادراک کئے جاسکتے ہیں اور رائے بھی بدون حدیث کے درست نہیں ہوسکتی یعنی محض رائے پر عمل کرنا درست نہیں ہوسکتا تاوقتیکہ اس رائے کے ساتھ حدیث نہ مل جائے (مقام ابی حنیفہ ص ۲۷)

حدیث سے رائے کی عمدگی کا ثبوت:

حقیقت یہ ہے کہ دلائل شرعیہ کے پیش نظر کتاب وسنت کے اصولی قوانین اور ضوابط کو لازمی اور قابل عمل قرار دے کر ہر ایسی پیش آمدہ ضرورت کے متعلق جس کی تفصیل وتشریح یا بصراحت تذکرہ قرآن وسنت میں موجود نہ ہو، قرآن وسنت کے جاننے والوں اور صحیح معنی میں مجتہدین کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے اجتہاد ورائے سے کام لے کر قرآن وسنت کی روشنی میں وقتی، ضروری اور ہنگامی مسائل کو حل کریں اسی کو تفقہ واجتہاد اور قیاس اور رائے کہتے ہیں اس بات کی ثبوت کیلئے سند حدیث معاذ کافی ہے جس کے بارے میں شیخ الاسلام ابوعمرؒ بن عبدالبر المالکیؒ ارقام فرماتے ہیں

کہ **وحدیث معاذ صحیح مشهور رواه الائمة العدل وهو اصل فی الاجتهاد و القياس علی الاصول** کہ یہ حدیث صحیح اور مشہور ہے اس کو عادل ائمہ نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث اجتہاد اور قیاس علی الاصول کے لئے ایک اصل اور مدار ہے۔

حضرت علی سے ایک روایت میں آتی ہے۔ **سئل رسول الله ﷺ عن العزم فقال مشاورة اهل الرای ثم اتباعهم** (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۲۵) آنحضرت ﷺ سے عزم کے بارے میں سوال کیا گیا ہے کہ وہ کیا ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اہل الرائے سے مشورہ کر کے پھر ان کی پیروی کرنا۔

حضرت ابوبکر کا یہ معمول تھا کہ **ان ابابكر اذا نزلت به قضية لم يجدلها فی كتاب الله اصلا ولا فی السنة اثراً فقال اجتهد برائی فان يكن صواباً فمن الله وان يكن خطأً فمنی واستغفر الله** (طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۳۶) جب ان کے پاس کوئی مقدمہ پیش آتا تو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں اگر ان کو وضاحت نہ ملتی تو فرماتے کہ میں اپنی رائے سے اجتہاد کرتا ہوں اگر درست ہو گیا تو اللہ تعالیٰ کی عنایت ہوگی ورنہ میری خطا ہوگی اور میں اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتا ہوں۔ (بحوالہ مقام ابی حنیفہ ص ۱۷۷) اسی طرح حضرت عمر جب لوگوں کو فتوی دیا کرتے تھے تو فرماتے تھے یہ عمر کی رائے ہے، اگر درست ہوئی تو اللہ تعالیٰ کا احسان ہوگا اور اگر خطا ہوئی تو عمرؓ کی **هذا رای عمرؓ فان كان صوابا فمن الله وان كان خطأً فمن عمرؓ** (میزان شعرانی ج ۱ ص ۴۹)

اور حضرت عمرؓ نے اپنی دور خلافت میں مشہور تابعی قاضی شریح (المتوفی ۸۵ ھ) کو ایک خط ارسال فرمایا تھا جس میں اس کی تصریح فرمائی تھی کہ اگر کوئی ایسا مقدمہ اور مسئلہ پیش آئے جس پر کتاب وسنت سے روشنی نہ پڑتی ہو اور اس کے بارے میں پہلے سے کسی نے گفتگو بھی نہ کی ہو۔ **تو فاختر الامرين شئت ان شئت ان تجتهد برايک ثم تقدم فتقدم اه** (دارمی ج ۱ ص ۶۵) ترجمہ: ان دو امور میں سے جونسا تم چاہو پسند کرلو یا تو اپنی رائے سے اجتہاد کرو اور اس میں جتنا آگے بڑھ سکتے ہو بڑھو!۔؟

مشہور محقق عالم اور صاحب قلم بزرگ ابومحمد زہرہ مصری ارقام فرماتے ہیں ان الحکم بالرای من اصحاب رسول اللہ مشہور و احتمال الخطاء فی اجتہادھم ثابت اذ لیسوا بمعصومین عن الخطاء (ابوحنیفہ حیاتہ وعصرہ وآراءہ ص ۳۰۷) رائے کے مطابق حکم کرنا آنحضرت ﷺ کے صحابہؓ سے مشہور ہے اور ان کے اجتہاد میں بھی خطا کا احتمال ثابت ہے کیونکہ وہ خطا سے معصوم تو نہ تھے الغرض غیر منصوص مسائل میں حضرات صحابہ کرامؓ نے جہاں رائے اور اجتہاد سے کام لیا ہے اگر ان کو جمع کیا جائے تو اچھا خاصا دفتر تیار ہو سکتا ہے اور درج بالا آثار و احادیث سے یہ حقیقت واضح ہو کر کھل کر سامنے آیا کہ قرآن اور حدیث اور اجماعی مسائل کے بعد رائے اور قیاس سے کام لینا خود مرفوع اور صحیح حدیث اور صحابہ کرام کے اقوال سے ثابت ہے اور جمہور امت بھی اس کی قائل ہے پھر رائے اور قیاس کی مذمت اور اہل الرائے اور صاحب قیاس کی توہین وتذلیل کیونکر قابل سماعت ہو سکتی ہے (مقام ابی حنیفہ ص ۱۸۱)

خطیب بغدادیؒ اور ابن خلدونؒ کے منقول الزامات کے تحقیقی جوابات:

اصل میں امام ابوحنیفہؒ پر مختلف قسم تہمتوں اور بے بنیاد الزامات کے تاریخی مأخذ خطیب بغدادیؒ کا نقل کردہ بے سند اقوال کاذبہ ہیں جو انہوں نے تاریخ بغداد میں ارقام فرمایا ہے ذیل میں ان کے یہ اقوال مع تحقیقی جوابات سپرد قرطاس کئے جاتے ہیں تاکہ حقائق کی کسوٹی پر اِن کی معیار صداقت واضح کیا جائے۔

خطیب بغدادیؒ امام ابوحنیفہؒ کے تنقیص فی الحدیث کرتے ہوئے رقمطراز ہیں و کان یتیماً فی الحدیث کان زمناً فی الحدیث لم یکن بصاحب حدیث)ابوحنیفہ علم حدیث میں یتیم تھے، ابوحنیفہ تو حدیث میں بالکل اپاہج تھے، وہ حدیث کے آدمی نہ تھے۔ آگے لکھتے ہیں لانہ لیس لہ رای ولاحدیث جمیع ماروی عن ابی حنیفة من الحدیث مائة و خمسون اخطا فی نصفھا (تاریخ بغداد ج:۳، ص ۴۴۴) ترجمہ: ابوحنیفہؒ کے پاس نہ تو رائے تھی اور نہ حدیث ابوحنیفہ سے مروی کل ڈیڑھ سو حدیثیں ہیں جن میں سے آدھی حدیثوں میں ان سے غلطیاں ہوئی ہیں۔ (ترجمہ از مرتب)

مؤرخین نے بھی بعض دانستہ برائے مخالفت اور بعض نادانستہ طور پر ان الزامات کو اپنی تاریخوں میں نقل کرتے چلے آئے ہیں۔ مثلاً ابن خلدون نے اپنی تاریخ کے مقدمہ میں لکھا ہے (ان مروياته بلغت علىٰ مايقال سبعة عشر حديثا) ترجمہ: ابوحنیفہؒ سے مروی احادیث کی تعداد جیسا کہ کہا گیا ہے۔ سترہ تک پہنچی ہے۔ مگر حقائق وواقعات کی دنیا میں ان الزامات میں کہاں تک صداقت ہے اسی سلسلہ میں گذشتہ بحثیں کافی ہیں۔ مگر مزید اطمینان خاطر کے لئے چند گزارشات معروف قلم نگار حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی کے کتاب ''دفاع امام ابوحنیفہ'' سے پیش خدمت ہیں۔

(الف) فقہ حنفی ابوحنیفہؒ کے مذہب کا تحقیقی مطالعہ کرنے والے کبار ائمہ کرام اور فقہاء عظام نے فقہ حنفی کے اصل تمام احادیث احکام کو (الدر المنيفة فى ادلة ابى حنيفة) کے نام سے ایک مستقل کتاب میں جمع کردیا ہے تو سوال یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے علم حدیث سے نابلد اور تہی دامنی ہونے کے باوجود ان کے استنباط کردہ مسائل واحکام صحیح احادیث کے موافق کیسے ہوگے۔

(ب) علم اصول حدیث وکتب مصطلح حدیث وکتب اسماء الرجال میں امام ابوحنیفہؒ کے آراء ونظریات کو مدون کیا جاتا ہے، ردوقبول کے اعتبار سے اس پر بھروسہ کیا جاتا ہے۔ یعنی جس حدیث یا راوی کو امام ابوحنیفہ رد کردیں اسی کو مردود سمجھا جاتا ہے اور جس کی وہ تائید کردیں اسے قبول کرلیا جاتا ہے۔ کیا ایسے عظیم علمی شخصیت کو علم حدیث سے کورا اور تہی دامن قرار دینا سراسر جھوٹ اور بہتان نہیں ہے۔ (دفاع امام ابوحنیفہ ص ۱۰۲)

علامہ ابن خلدونؒ کی منقول روایت کی توجیہات:

اس تفصیل سے ابن خلدون کے بیان کی حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے۔ تاہم ابن خلدون کی عبارت بہت مبہم ہے۔ انہوں نے اتنا لکھا ہے۔ کہ ابوحنیفہ کے مرویات کی تعداد سترہ ہے ہوسکتا ہے کہ۔

(ا) ابن خلدون نے امام ابوحنیفہؒ کے مرویات کی تعداد سے ان کے سترہ مسانید مراد لئے ہوں۔

(ب) اور یہ بھی ممکن ہے کہ امام محمد نے جو پورا موطا امام مالک سے روایت کیا ہے۔ مگر اس میں صرف تیرہ حدیثیں ایسی درج کئے ہیں جو ابوحنیفہؒ سے منقول ہیں اور چار حدیثیں ابویوسفؒ سے روایت کی ہیں ان سترہ کو دیکھ کر بعض اہل علم نے موطا میں درج شدہ احادیث کی تعداد سترہ

بتائی ہیں اور وہی نقل ہوئی چلی آتی ہو۔ مگر یاد رہے کہ سترہ احادیث والے بہتان اور بے بنیاد الزام کو ابن خلدون کے سوا کسی کتاب نے بھی ذکر نہیں کیا۔ (بحوالہ تانیب الخطیب ص ۱۵۶)

فقہ حنفی پر مخالفت حدیث کے الزام کی حقیقت:

بعض جہلاء نے امام صاحب اور فقہ حنفی کے بارے میں حدیث کی صریحاً مخالفت کا بے بنیاد پروپیگنڈا کیا۔ جس سے بعض بڑے بڑے علماء بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ حقیقت یہ ہے کہ امام صاحبؒ نے فروعی مسائل اور اصولی دلائل میں تفقہ کی راہ اختیار فرمائی۔ کیونکہ روایت لفظیہ سے یہ کام زیادہ اہم ہے، اور ان خطوط پر لوگوں کی رہنمائی اشد ضروری تھی۔ تفقہ ہی کو درایت کا نام دیا گیا۔ اپنی انہی خداداد صلاحیتوں کے سبب ہی تو آپؒ اپنے دور کے تمام محدثین پر فوقیت رکھتے تھے۔ (از مرتب)

صاحب مرقاۃ المفاتیح ملا علی القاریؒ نے ایک دلچسپ واقعہ نقل کیا ہے **وقد سأله الاوزاعی عن مسائل و ارادالبحث معه بوسائل فاجاب علی وجه الصواب فقال له الاوزاعی: من این هذا الجواب، فقال من الاحادیث التی رویتموها من الاخبار والاثار التی نقلتموها وبین له وجه دلالتها و طریق استنباطها، فانصف الاوزاعی ولم یتعسف فقال نحن العطارون وانتم الاطباء (مرقاۃ المفاتیح ج ۱/ ص ۲۸) کان عنده ان نقل الحدیث الشریف لایجوز الا باللفظ دون المعنی(مقدمه ابن خلدون ص ۴۴۴)** امام اوزاعیؒ نے آپ سے چند مسائل کے بارے میں پوچھا اور آپ سے بحث کا ارادہ کیا۔ آپ نے صحیح صحیح جواب دیدیئے تو کہنے لگے، یہ جوابات کہاں سے دیئے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ان احادیث وروایات اور آثار سے جنہیں آپ لوگ نقل کرتے امام اوزاعیؒ نے انصاف سے کام لیتے ہوئے اور بغیر کسی جھجک کے کہا: ہم لوگ تو جڑی بوٹیاں جمع کرنے والے ہیں اور آپ لوگ ماہر طبیب ہیں امام صاحبؒ نے یہ طریق اس لئے اختیار فرمایا کہ: آپ کے نزدیک روایت بالمعنی جائز نہ تھی الفاظ کی صراحت ضروری امر تھا۔ اس تقیید کے اختیار فرمانے میں وضاعین کی سازشوں کو ناکام بنانا مقصود تھا۔

(ترجمہ از مرتب)

وقال فیہ بالرای لکثرۃالوضاعین من زنادقۃ العراق وحرصہ علی ان لایأخذ بالشک فی دینہ (تاریخ الأدب العربی صـ ۳۸۲) تفقہ کے ذریعہ جزئیات نکالنے کا یہ طریق آپ نے وضاعین حدیث (جن کا تعلق زنادقہ عراق سے تھا) کی کثرت کے پیش نظر اختیار فرمایا۔ تاکہ وضاعین کی روایات کے سبب آپ کے فقہ مذہب میں کسی قسم کا شبہ نہ کیا جاسکے۔

امام صاحب کے پیش نظر یہ فرمان رسول بھی تھا کہ:عن عبداللّٰہ بن عمرو قال قال رسول اللہ ﷺ بلغوا عنی ولو آیۃ وحدثوا عن بنی اسرائیل ولاحرج ومن کذب علیّ متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار من حدث عنی بحدیث یری انہ کذب فھو احدالکاذبین او کما قال اخذ بکتاب اللہ فان لم اجد فبسنۃ رسول اللہ ﷺ فان لم اجد فی کتاب اللہ ولا سنۃ رسول اللہ ﷺ اخذت بقول الصحابۃ آخذ بقول من شئت منھم وادع من شئت منھم ولا اخرج من قولھم الی قول غیرھم فاما اذا انتھی الامر الی ابراھیم والشعبی وابن سیرین والحسن و عطاء وسعید بن المسیب وعدد رجالا فقوم اجتھدوا وانا اجتھد کما اجتھدوا (تاریخ بغداد ج ۳ ص ۳۶۸) ترجمہ: عبداللہ بن عمرو روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: مجھ سے جو حاصل کرو آگے پہنچاؤ اگرچہ ایک آیت ہی کیوں نہ ہو۔ اور بنی اسرائیل سے روایات نقل کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ البتہ جس نے مجھ پر میری طرف منسوب کرکے) جھوٹ باندھا تو وہ اپنا ٹھکانا آگ کو بنالیوے۔ جس نے کسی بات کو جھوٹ سمجھنے کے باوجود میری طرف منسوب کیا ایسا شخص جھوٹوں میں سے ہے۔ امام صاحبؒ قرآن مجید کے بعد نہ صرف سنت رسول اللہ ﷺ اور اجماع صحابہ کو حجت سمجھتے تھے بلکہ اختلاف صحابہؓ کی صورت میں بھی اقوال صحابہ سے خروج کو جائز نہیں سمجھتے تھے اپنے اصول استنباط پر خود امام صاحبؒ کی تصریح موجود ہے فرمایا: میں کتاب اللہ سے حکم معلوم کرتا ہوں پھر اگر وہاں سے نہ ملے تو سنت رسول اللہ کو تھام لیتا ہوں اگر وہاں بھی نہ ملے تو پھر صحابہ کرام میں سے کسی کے قول کو اختیار کرتا ہوں۔ جس کے قول کو چاہوں اختیار کر لیتا ہوں جسکے قول کو چاہوں اختیار نہیں کرتا بہرحال ان کے اقوال سے باہر نہیں نکلتا جب معاملہ یہاں سے ابراہیم، شعبی،

ابن سیرین، حسن، عطاء اور سعید بن المسیب وغیرہ تک آجائے تو ان لوگوں نے بھی اجتہاد کیا ہے انہی کی طرح میں بھی اجتہاد کرتا ہوں۔

(ترجمہ از مرتب)

وضاحت: یعنی رائے اور قیاس کا دخل وہاں سے شروع ہوگا جہاں قرآن وسنت اور سنت اصحاب النبی ﷺ کی تصریح موجود نہ ہو یہ رائے قرآن وسنت کے تابع ہے۔ مخالف وہ رائے ہے جو قرآن وسنت کی پرواہ کئے بغیر اختیار کی جائے۔

موجودہ دور کے زائغین کے لئے فقہ حنفی کی تائید میں تخریج احادیث کی کتب' احناف کی طرف سے واضح اور مدلل جواب ہیں۔

امام طحاویؒ کی ''شرح معانی آلاثار'' امام طحاویؒ کی مسند علامہ زیلعیؒ کی **نصب الرایة فی تخریج احادیث الهدایة** مولانا ظفر احمد عثمانی کی ''اعلاء السنن'' ان کے علاوہ مشہور کتب حدیث کی شروح میں ''شرح البخاری'' مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح '''' فتح الملہم شرح المسلم '''' فیض الباری شرح البخاری'' معارف السنن شرح جامع الترمذی'' وغیرہ کتب کا وجود فقہ حنفی کیلئے مؤید ہیں۔

(ترجمہ از مرتب)

امام ابوحنیفہؒ پر عقیدہ ارجاء کے الزام اور اس کے تحقیقی جواب:

نوٹ: عنوان ہذا کے ذیلی مضمون ادارے کی طرف سے اضافہ فی الافادہ ہے جو بسلسلہ امام ابوحنیفہؒ پر جرح واعتراضات اور ان کے تحقیقی جوابات کے ساتھ مناسبت کی وجہ سے اس باب کے ضمن میں شامل کرلیا گیا ہے۔ (مرتب)

مرجئہ مسلمانوں کا مشہور فرقہ ہے جو کئی شاخوں پر مشتمل ہیں اور یہ لوگ اسلام میں فلسفہ کے در آنے سے متاثر ہوئے تھے جیسا جبریہ قدریہ وغیرہ فرقے فروغ پذیر ہوئے مرجئہ، جبریہ، قدریہ ایک دوسرے سے قریب تر ہیں کیونکہ یونانی رومی، دہریہ اور مرجئہ خوارج کو ایک ہی صف میں شمار کرتے ہیں اور ایرانی فلسفوں نے ان کے خیالات پر براہ راست اثر ڈالا۔ مرجئہ ارجاء سے مشتق

ہے جو عربی میں تاخیر کے معنوں میں بولا جاتا ہے ان کے زعم کے مطابق ایمان مقدم ہے اور عمل مؤخر ہے ایمان کا تعلق قلب سے ہے عمل سے نہیں اور ایمان ہونے کے باوجود انسان بداعمال رہتا ہے لہذا بداعمالی پر سزا نہیں ہوسکتی بعض علماء نے اس فرقہ کو خوارج کا حصہ قرار دیا ہے ممکن ہے ابتداء میں خوارج نے بھی یہ فلسفہ اپنایا ہو مگر بعد میں ان کے بیشتر علماء نے امام ابوحنیفہؒ کی فروع میں تقلید کی اس بنا پر کچھ مؤرخین ان کو مرجیہ حنفیہ بھی لکھتے ہیں جیسا کہ سید عبدالقادر جیلانی کی کتاب غنیۃ الطالبین کے مترجم نے اپنے دیباچہ میں اس مفہوم کی تردید کی یہ فرقہ فرہد بن معاویہ کے عہد ۱۲ھ میں منظم ہوا چونکہ اسکے عقائد سے اس عہد کا حکمران مطمئن تھا یعنی اسے ان کی وجہ سے تقویت پہنچتی اور اسکا دفاع ہوتا تھا اسلئے اس نے اس فرقہ کی سرپرستی کی ان کے ابتدائی عقائد کا خلاصہ اسطرح ہے ایمان کا تعلق عمل سے نہیں دل سے ہے حکمران زانی، شرابی فاسق وفاجر ہی کیوں نہ ہو اسکی اطاعت فرض ہے۔ جس شخص نے ایک مرتبہ زبان سے کلمہ طیبہ پڑھ لیا وہ مسلمان ہے بے عمل مسلمان پر بھی دوزخ حرام ہے۔ ایمان محض ایک قول ہے جو خدا اور بندے کے درمیان ہوتا ہے اس میں شریعت کا کوئی دخل نہیں قول صرف توحید کے اقرار کا نام ہے۔ ایمان کا قدر سب کے ہاں برابر ہے۔ فرشتوں جنوں پیغمبروں رسولوں اور عام انسانوں کا ایمان ایک ہی نوعیت رکھتا ہے۔ زبان کا اقرار عمل صالح سے افضل ہے۔ گناہ کا کوئی علیحدہ وجود نہیں یہ انسانی افعال ہیں جن پر سزا و جزا نہیں ہوسکتی۔ انسان کو یہ تمیز ہی نہیں کہ کونسا فعل گناہ ہے اور کونسا ثواب یہ تمیز قرآن وحدیث سے قائم نہیں کی جاسکتی بلکہ عقل انسانی ہی اسکا صحیح فیصلہ کرسکتی ہے لہذا یہ انسان کسی ایک فعل کو عقل کی بنیاد پر ثواب کہے اور دوسرے گناہ دونوں کے پاس دلائل ہوں گے فیصلہ ممکن نہیں۔

(از مرتب)

بسلسلہ امام اعظمؒ پر جرح واعتراضات اور ان کے جوابات امام ابوحنیفہؒ اور عقیدہ ارجاء:

نوٹ:۔ امام ابوحنیفہ پر جرح واعتراضات کے سلسلے میں چونکہ امام صاحب پر عقیدہ ارجاء کا الزام اور اعتراض حاسدین امام اعظم کے کتب میں معروف ومشہور تھا اور ان کے طرف سے یہ الزام

امام ابوحنیفہ کی شخصیت کمزور کرنے کے لئے ایک کاری ضرب شمار کیا جاتا ہے ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ اس الزام کی اصل حقیقت اور مخالفین کے ہفوات اور مزعومات واضح کر کے اس کے مدلل اور مفصل جواب دیا جائے اسی ضرورت کے پیش نظر ذیل میں ماہنامہ بینات میں اس کے بابت شائع شدہ تفصیلی مضمون نقل کیا جاتا ہے عام افادیت کے پیش نظر اس علمی مجلے سے یہ مضمون من وعن قارئین کے استفادے کے لئے پیش خدمت ہے اُمید ہے قارئین حظ وافر حاصل کرلیں گے۔ (از مرتب)

قطب حقیقت ولی کامل حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''غنیۃ الطالبین'' میں تہتر (۷۳) فرقوں کی تفصیل ذکر کرتے ہوئے مرجۂ کا بھی ذکر کیا ہے اور ان (مرجہ) میں اصحاب ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کو بھی شمار کیا ہے جس سے بعض متعصب اور جذبات سے مغلوب غیر مقلدوں نے فائدہ اٹھاتے ہوئے امام صاحبؒ کو مرجۂ کہا اور لکھا ہے جن میں حقیقت الفقہ'' کے مؤلف غیر مقلد عالم مولانا محمد یوسف بھی شامل ہیں۔ آئندہ اوراق میں ہم انہی کی غلط فہمی کو دور کرتے ہوئے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا صحیح مطلب بیان کریں گے۔

نوٹ: آئندہ صفحات میں مؤلف حقیقت الفقہ'' کی عبارت ''م'' کے عنوان سے پیش کر کے ''الجواب'' سے اس کا جواب دیا جائے گا۔ موصوف مقدمہ ''حقیقۃ الفقہ'' ص ۲۶ پر غنیۃ الطالبین کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

م: ''چوتھا گروہ مرجیہ کا جس کے بارہ (۱۲) فرقے حسب ذیل ہیں۔

عموماً یہ گروہ قائل ہے کہ جب کسی نے ایک بار کلمہ پڑھ لیا پھر اگرچہ سارے ہی گناہ کرے ہرگز دوزخ میں نہ جائے گا۔ ایمان صرف قول کا نام ہے، اعمال ایمان سے خارج ہیں۔ وہ صرف احکام شریعت ہیں، لوگوں کا ایمان کم زیادہ نہیں ہوتا ہے (عام لوگ نیک ہوں یا بدفاسق ہوں یا فاجر) ان کا ایمان اور نبیوں اور فرشتوں کا ایمان ایک ہی ہے کم یا زیادہ نہیں اگرچہ عمل نہ کرے''۔

فرقہ کا نام	پیشوا کا نام	عقائد
حنفیہ	ابوحنیفہ نعمان بن ثابت	ایمان صرف معرفت الٰہی اور اقرار کرنا خدا اور رسول کا اور جو کچھ وہ خدا کے پاس سے لائے ہیں۔ اجمالی طور پر اسی طرح ذکر کیا بر ہوتی نے''۔ (غنیۃ صفحہ ۲۰۸)

صاحب حقیقۃ الفقہ کا تدلیس:

الجواب: مؤلف کا مقصد تہتر فرقوں کی تفصیل ذکر کرنے سے صرف اس قدر ہے کہ وہ اصحاب ابی حنیفہ کا تدلیس کریں کہ حنفیہ بھی دیگر فرق ضالہ کی طرح ایک گمراہ فرقہ ہے۔ چنانچہ انہوں نے اسی غرض سے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا کہ حنفیہ فرقہ جو امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کے پیرو ہیں ان کا یہ عقیدہ ہے جو اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ چونکہ حنفیہ کا ذکر مرجۂ فرقوں کے تحت کیا گیا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہ بھی مذہب ارجاء کے قائل تھے لیکن قبل اس کے کہ امام صاحبؒ پر وارد شدہ اس اعتراض کا جواب دیا جائے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف کی چابکدستی کی طرف اشارہ کردیں کہ وہ کس قدر ہوشیاری سے کام لیتے ہوئے عبارت کا صحیح مطلب تک نہیں لاتے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے ''الملل والنحل'' کی اصل عبارتیں پیش کرنے کے بجائے صرف ترجمہ پر اکتفا کیا ہے، اور غنیۃ الطالبین کا اصل عبارات وہ بھی اپنی فہم اور مرضی کے مطابق کر کے نقل کیا ہے غنیۃ کی اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

اما الحنفية فهم بعض اصحاب ابی حنيفة النعمان بن ثابت زعموا ان الايمان هو المعرفة والا قرار بالله ورسوله وبما جاء من عنده جملة على ما ذكره البر هوتی فی كتاب الشجرة لیکن حنفیہ وہ بعض اصحاب ابوحنیفہ نعمان بن ثابت ہیں جن کا عقیدہ یہ کہ ایمان صرف معرفت (دل سے پہچاننے) اور زبانی اللہ اور اس کے رسول کا اور جو کچھ وہ اس کے پاس سے لے کر آئے ہیں اجمالی طور پر اقرار کا نام ہے جیسا کہ برہوتی نے ''کتاب الشجرہ'' میں ذکر کیا ہے۔

لیکن مؤلف نے ترجمہ کرتے وقت ''کتاب الشجرۃ'' کا نام حذف کردیا جو ''غنیۃ'' کا ماخذ ہے لہذا سب سے پہلے یہ بتایا جائے کہ ''برہوتی'' کون ہیں اور ان کی ''کتاب الشجرہ'' معتمد بھی ہے یا نہیں؟ پھر ایک مجہول مصنف کی غیر معروف تصنیف کے حوالہ سے کوئی بات کیونکر ثابت ہوسکتی ہے۔ اس لئے کہ ''برہوتی'' اور اس کی کتاب الشجرہ دونوں (ہماری معلومات کے مطابق) مجہول ہیں۔

حقیقت پوشی کی ناکام کوشش:

اس کے علاوہ جب مؤلف ہر بات کی صحت کیلئے سند کا مطالبہ کرتے ہیں تو آخر امام اعظم رحمہ اللہ جیسی عظیم شخصیت پر ایک غلط الزام لگاتے وقت انہوں نے اس اصول کو کیوں نظرانداز کر دیا؟ واقعی ''کتاب الشجرہ'' اور اس کا مصنف معتمد علیہ تھا تو ان کا مفصل تذکرہ کر کے بقید صفحہ اس کا حوالہ اصل کتاب کی عبارت مع سند پیش کر دی جاتی جب ایسا نہیں کیا گیا تو واضح ہو گیا کہ یہ حقیقت تعصب کے شکار کم ظرف حضرات کی حقائق پوشی کی ناکام کوشش ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ ''غنیۃ'' میں تو بعض اصحاب ابی حنیفہ تحریر تھا جس کا مطلب یہ ہے کہ اس عقیدے کے حامل تھے مؤلف نے کمال دیانتداری سے ''بعض'' کا لفظ اڑا کر تمام احناف اس میں شامل کر دیا اور اس کو امام صاحبؒ کا مذہب بنا دیا۔

ایں کار از تو آید تو مرداں چنیں کنند

حقیقۃ الفقہ کی عبارت:

م: ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی مقتدا ہیں فرقہ حنفیہ کے اکثر اہل علم نے ان کو مرجیہ فرقہ میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ ایمان کی تعریف اور اس کی کمی و زیادتی کے بارے میں جو عقیدہ مرجئہ کا ہے انہوں نے بھی بعینہ وہی اپنا عقیدہ اپنی تصنیف فقہ اکبر میں درج فرمایا ہے۔ علامہ شہرستانی نے ''کتاب الملل والنحل'' میں بھی رجال المرجئۃ میں حسام الدین بن ابی سلیمان اور ابوحنیفہ اور ابویوسف اور محمد بن حسن وغیرہم کو درج کیا ہے۔ اسی طرح غسان بھی جو فرقہ غسانیہ کا پیشوا ہے۔ ابوحنیفہ کو فرقہ مرجئہ میں شمار کرتا ہے۔ (الملل والنحل ص ۱۸۸ و ص ۱۹۴ جلد اول مطبوعہ مصر) (حاشیہ حقیقۃ الفقہ ص ۴۷)

الجواب: مؤلف کا یہ قول کہ ''اکثر اہل علم نے ان کو مرجئہ فرقہ میں شمار کیا ہے محض دعویٰ ہے جس پر کوئی دلیل نہیں اولاً تو ہمیں یہ تسلیم نہیں کہ اکثر اہل علم نے ان کو مرجئۃ کہا ہو اگر ایسی ہوتی تو مؤلف ایسے ''حلیم اور بردبار'' آدمی سے اس کی توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ ان اکثر کا نام لئے بغیر آگے گذر جائیں کیونکہ امام ابوحنیفہ کی عداوت تو مؤلف موصوف کے رگ و ریشہ میں پیوست

ہو چکی ہے، چنانچہ انہیں امام صاحبؒ کے بارے میں جو کچھ بھی رطب و یابس غلط، صحیح ملا سب کو (بغیر جانچ پڑتال اور رد و قدح کے) اپنی تالیف میں درج کرتے جاتے ہیں۔ چنانچہ اس نے ص ۹۲ پر اسی (۸۰) علماء کی نام بنام فہرست پیش کی ہے (جو اپنے وقت کے امام علامہ حافظ و پیشوا تھے) جنہوں نے امام صاحب کو ناقص الحافظ، حدیث کا کم جاننے والا، اس کی جانچ پڑتال ناقص نیز عربی زبان میں ناقص بتلایا اور ان کے عقائد اور مسائل پر اعتراضات کئے ہیں۔ اس سے ہمیں یہاں تعجب ہے کہ انہوں نے (مؤلف حقیقۃ الفقہ) اس جگہ ان اکثر اہل علم کی فہرست پیش نہیں کی؟

ارجاء کی الزام حسد اور بغض پر مبنی ہے:

ثانیاً: جن لوگوں نے امام صاحبؒ کو مرجئہ کہا ہے یا تو حسد اور بغض کی بنا پر ان پر یہ الزام لگایا، یا ان کو امام صاحب کے بارے میں رائے قائم کرنے میں خطا واقع ہوئی ہے، چنانچہ علامہ حافظ عبدالبر مالکی تحریر فرماتے ہیں: **ونقموا ایضا علی ابی حنیفة الارجاء ومن اهل العلم من ینسب الی الارجاء کثیرا لم یعن قبیح ماقیل فیه کما عنوا بذالک فی ابی حنیفة وکان ایضا یحسد وینسب الیه مالا یلیق وقد اثنی علیه جماعة من العلماء وفضلوه** (جامع بیان العلم وفضلہ ج ۲/۱۴۸) بعض محدثین نے امام ابوحنیفہ پر ارجاء کا بھی الزام لگایا ہے۔ حالانکہ اہل علم میں تو ایسے لوگ بڑی کثرت سے موجود ہیں جن کو مرجیہ کہا گیا ہے لیکن جس طرح امام ابوحنیفہ کی امامت کی وجہ سے اس میں برا پہلو نمایاں کیا گیا ہے۔ دوسروں کے بارے میں ایسا نہیں کیا گیا، اس کے علاوہ یہ بھی بہت جلتے تھے اور ان کی طرف ایسی باتیں منسوب کرتے تھے جن سے ان کا دامن بالکل پاک تھا اور ان کے بارے میں نامناسب باتیں گھڑی جاتی تھیں حالانکہ علماء کی ایک بڑی جماعت نے ان کی تعریف کی ہے اور ان کی فضیلت کا اقرار کیا ہے۔

ارجاء کی حقیقت:

ثالثاً: جس معنی میں امام صاحبؒ کو مرجئہ کہا گیا ہے وہ ''ارجاء'' اہلسنت والجماعت کے عقیدہ کے خلاف نہیں اس لئے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ پہلے ارجاء کا معنی، مرجئہ کا حال اور انکے عقائد ذرا وضاحت سے ہدیہ ناظرین کردیں تاکہ امام صاحب کی طرف منسوب ''ارجاء'' کی حقیقت کھل کر

سامنے آ جائے۔

ارجاء کے معنی:

ارجاء کا اصلی معنی ہے تاخیر اور مہلت دینا، چنانچہ علامہ عبدالکریم شہرستانی ۵۴۷ھ اس کی تفصیلات بتلاتے ہوئے لکھتے ہیں

الارجاء علی معنیین احد هما التاخیر قالوا ارجه واخاه ای امهله واخره والثانی اعطاء الرجاء وقیل الارجاء تاخیر حکم صاحب الکبیرة الی القیامة فلا یقضی علیه بحکم مافی الدنیا من کونه من اهل الجنة ومن اهل النار وقیل الارجاء تاخیر علی رضی الله عنه عن الدرجة الاولی الی الرابعة ارجاء کے دو معنی ہیں (۱) تاخیر کرنا تو قرآن پاک میں ہے) قالوا ارجہ واخاہ (انہوں نے کہا کہ موسیٰ اور ان کے بھائی کو مہلت دے یعنی ان کے بارے میں فیصلہ کرنے میں تاخیر سے کام لینا چاہئے، اور ان کو مہلت دینا چاہئے۔ اور دوسرا امید دلانا ہے (یعنی محض ایمان پر نجات کلی کی امید دلانا اور یہ کہنا کہ ایمان کے ہوتے ہوئے معاصی کچھ ضرر نہیں۔ بعض کے نزدیک ارجاء یہ ہے کہ مرتکب کبیرہ کا فیصلہ قیامت پر چھوڑ دیا جائے اور دنیا میں اس پر جنتی یا جہنمی ہونے کا حکم نہ لگایا جائے۔ اور بعض کے نزدیک ارجاء یہ ہے کہ حضرت علیؓ کو پہلے خلیفہ کے بجائے چوتھا خلیفہ قرار دیا جائے۔

اب چونکہ ''ارجاء'' کے مفہوم میں تاخیر شامل ہے اس لئے جو حضرات گنہگار کے بارے میں اس سے کام لیتے ہیں اور اس دنیا میں اس کے جنتی یا جہنمی ہونے کا کوئی فیصلہ کرے خواہ اسے معاف کر کے جنت میں داخل کردے یا سزا بھگتنے کے لئے جہنم میں ڈال دے وہ سب مرجیہ اور اسی معنی کے اعتبار سے امام صاحب اور دیگر حضرات محدثین کو مرجیہ کہا گیا ہے۔ چنانچہ ملا علی قاری ''شرح فقہ اکبر'' میں فرماتے ہیں: **ثم اعلم ان القونوی ذکر ان ابا حنیفة کان یسمی مرجئا لتاخیره امر صاحب الکبیرة الی مشیة الله والارجاء التاخیر** (شرح فقه اکبر صفحه ۸۸) پھر معلوم رہے قونوی نے ذکر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ کو بھی مرجیہ کہا جاتا تھا کیونکہ وہ مرتکب کبیرہ کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف رکھتے تھے اور ارجاء کے معنی ہی مؤخر کرنے کے ہیں۔

اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ امام صاحب کا یہ عقیدہ قرآن وحدیث کی تصریحات کے خلاف ہے، یا صریح نصوص آیات اور احادیث سے امام صاحب کے اس عقیدے کی تائید ہوتی ہے۔ تمام اہلسنت کا یہی مذہب ہے، البتہ اگر غیر مقلدین کا عقیدہ اس کے خلاف ہوا اور وہ گنہگار جنتی یا قطعی جہنمی قرار دیتے ہوں تو اس کی وضاحت ضروری ہے

امام ابوحنیفہؒ کے مسلک کی وضاحت:

ملاحظہ ہو امام صاحب خود اپنے اس عقیدے کی وضاحت فرماتے ہیں **عن ابی مقاتل سمعت اباحنیفة یقول الناس عندنا علی ثلثة منازل، الانبیاء من اهل الجنة، والمنزلة الاخری المشرکون نشهد علیهم انهم من اهل النار والمنزلة الثالثة المؤمنون نقف عنهم ولا نشهد علیٰ واحد منهم انه من اهل الجنة ولا من اهل النار ولکنا نرجوا لهم و نخاف علیهم ونقول کما قال الله تعالیٰ (خلطوا عملاً صالحاً وآخر سیئا عسی الله ان یتوب علیهم) حتی یکون الله عزوجل یقضی بینهم وانما نرجوالهم لان الله عز وجل یقول (ان الله لا یغفر ان یشرک به ویغفر ما دون ذالک لمن یشاء) ونخاف علیهم بذنوبهم وخطایا هم ولیس احد من الناس اوجب له الجنة ولو کان صواماً قواماً غیر الانبیاء ومن قالت فیه الانبیاء (کتاب العالم و المتعلم صــ ۲۷۰** طبع حیدرآباد دکن) ابومقاتل کہتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ ہمارے نزدیک لوگ تین طرح کے ہیں (۱) انبیاء جو جنتی ہیں (۲) مشرکین، ان کے متعلق ہماری شہادت جہنمی ہونے کی ہے (۳) مومن جن کے متعلق ہم توقف اختیار کرتے ہیں اور ان میں سے نہ تو کسی کے جنتی ہونے کی شہادت دیتے ہیں اور نہ کسی کے جہنمی ہونے کی۔ ہاں ان کے بارے میں (جنت کی) امید اور دوزخ کا خوف رکھتے ہیں۔ اور وہی کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان کے بارے میں فرمایا ہے (ملا یا انہوں نے ایک کام نیک اور دوسرا بد قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ معاف کرے ان کو) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں کوئی فیصلہ فرمادیں اور ہم ان کیلئے امید عفو اسلئے رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے

فرمایا (تحقیق اللہ اس کو تو ہرگز معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک گردانا جائے اور اس سے کبیرہ وشرک سے کمتر گناہ جس کے چاہے معاف کردے) اور ان کے بارے میں گناہوں اور غلطیوں کے سبب عذاب کا خوف بھی رکھتے ہیں اور کوئی شخص ایسا نہیں کہ جس نے اپنے لئے جنت کو واجب کرلیا ہو اگرچہ وہ کتنا ہی روزہ رکھنے والا اور عبادت کرنے والا ہو بجز انبیاء اور ان حضرات کے کہ جن کو انبیاء نے جنتی کہا ہو۔

عبارت مذکورہ سے امور مستفادہ:

حضرت امام ابوحنیفہ کی عبارت بالا سے مندرجہ ذیل امور معلوم ہوئے (۱) مرتکب کبیرہ امام صاحب کے نزدیک کافر نہیں (۲) اس کا معاملہ اللہ کی مشیئت پر موقوف ہے چاہے تو از راہ عدل اس کو سزا دے یا از راہ فضل اس کی مغفرت فرما دے۔ ۳) اور یہ فیصلہ اس مسئلہ پر متفرع ہے کہ عمل ایمان کا جزء ہے یا نہیں اس میں دیگر ائمہ اور محدثین بظاہر امام ابوحنیفہؒ کے خلاف معلوم ہوتے ہیں لیکن یہ اختلاف صرف لفظی ہے فریقین کے نزدیک عمل ضروری ہے، امام صاحب کی مراد نفی جزء سے یہ نہیں کہ عمل کی ضرورت نہیں۔ حاشا وکلا امام صاحب اس کے ہرگز قائل نہیں بلکہ امام صاحب عمل کو ضروری قرار دیتے ہیں اور ان کے نزدیک اگر اللہ تعالیٰ نے مغفرت نہ فرمائی تو تارک عمل اپنے ترک عمل کی سزا بھگت کر جنت میں جائے گا۔

نزاع لفظی سے فساد اعتقاد نہیں آتا:

چنانچہ علامہ صدرالدین علی بن محمد الحنفی المتوفی ۷۹۶ھ فرماتے ہیں **والاختلاف الذی بین ابی حنیفة والائمة الباقین من اهل السنة اختلاف صوری فان کون اعمال الجوارح لازمة لایمان القلب او جزء من الایمان مع الاتفاق علی ان مرتکب الکبیرة لا یخرج من الایمان بل هو فی مشیئة اللّٰه ان شاء عذبه وان شاء عفا عنه نزاع لفظی لایترتب علیه فساد اعتقاد** شرح الطحاویہ ص ۲۷۹ طبع جدید۔ اور ایمان کے بارے میں امام ابوحنیفہ اور دیگر ائمہ اہل سنت کے درمیان جو اختلاف ہے وہ محض صوری ہے۔ یعنی لفظی اختلاف ہے۔ حقیقی نہیں اس لئے کہ اعمال جوارح یا تو لازم ایمان ہیں یا ایمان

کا جزء ہیں اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ مرتکب کبیرہ ایمان سے نہیں نکلتا بلکہ وہ اللہ کی مشیئت کے تحت ہے چاہے تو وہ اس کو عذاب دے اور چاہے تو معاف کر دے غرضیکہ یہ صرف لفظی اختلاف ہے جس سے عقیدے میں کوئی خرابی لازم نہیں آتی۔

اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی بھی یہی رائے ہے چنانچہ لکھتے ہیں: **ولیس النزاع الا راجعاً الی اللفظ (التفھیمات الالھیة صفحه ۲۸)** لیکن یہ نزاع صرف لفظی ہے۔

جس سے معلوم ہوا کہ امام صاحبؒ کے نزدیک **عمل** اگرچہ جزء ایمان نہیں تاہم ایمان کے لوازمات میں سے ہے اور اس پر ثواب وعقاب کا ترتب ہوگا برخلاف مرجئہ کے کہ ان کے نزدیک ایمان کے بعد عمل کی حیثیت ترتب ثواب وعقاب کے درجہ میں بھی نہیں ہے۔

مرجئہ مذموم کے مذموم عقائد:

ثم المرجئة المذمومة المبتدعة لیسوا من القدریة بل هو طائفة قالوا لایضر مع الایمان ذنب کما لا ینفع مع الکفر طاعة فزعموا ان واحدا من المسلمین لا یعاقب علی شئی من الکبائر فاین هذا الا رجاء عن ذالک الارجاء (شرح فقہ اکبر ص۸۹) پھر مرجئہ مذمومہ بدعتی فرقہ "قدریہ" سے الگ ایک فرقہ ہے جن کا عقیدہ یہ ہے کہ ایمان لے آنے کے بعد انسان کے لئے کوئی گناہ مضر نہیں جیسا کہ کفر کے بعد کوئی نیکی قبول نہیں اور ان کا نظریہ ہے کہ مسلمان جیسا بھی ہو کسی کبیرہ گناہ پر اس کو عذاب نہیں دیا جائے گا۔ پس اس ارجاء یعنی اہل بدعت کا ارجاء اور اس ارجاء (امام صاحب کے ارجاء) میں کیا نسبت۔

فقہ اکبر میں امام صاحبؒ کی طرف منسوب اصل عبارت:

نیز مؤلف کا یہ قول کہ "امام صاحب نے فقہ اکبر" میں وہی عقیدہ ذکر کیا ہے جو مرجئہ کا ہے بالکل غلط ہے "فقہ اکبر" کا وہ نسخہ جو امام صاحبؒ کی طرف منسوب ہے۔ جس کا مؤلف نے بھی ذکر کیا ہے اس کی عبارت یہ ہے **والایمان هو الاقرار والتصدیق وایمان اهل السماء والارض لایزید ولا ینقص والمؤمنون مستوون فی الایمان والتوحید متفاضلون فی الاعمال ولا نقول ان المؤمن لایضره الذنوب ولا نقول انه لا یدخل النار**

ولا نقول انہ یخلد فیھا وان کان فاسقا بعدان یخرج من الدنیا مؤمناً ولا نقول حسناتنا مقبولۃ وسیاتنا مغفورۃ کقول المرجئۃ اور ایمان نام ہے زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کرنے کا اہل سماء اور اہل زمین کا ایمان گھٹتا بڑھتا نہیں ایمان وتوحید میں سارے مومن برابر ہیں اور اعمال کے لحاظ سے ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ہیں۔ فقہ اکبر ص ۱۱ اور دوسرے مقام پر یہ تحریر ہے ا اور ہم یہ نہیں کہتے کہ مومن کے لئے گناہ مضر نہیں۔ اور نہ ہم اس کے قائل ہیں کہ مومن جہنم میں بالکل داخل ہی نہیں ہوگا اور نہ یہ کہتے ہیں کہ وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا اگرچہ فاسق ہو جب کہ وہ دنیا سے ایمان کی حالت میں نکلا اور نہ ہم یہ کہتے ہیں کہ ہماری تمام نیکیاں مقبول ہیں۔ اور تمام گناہ معاف ہیں جیسا کہ مرجئہ کا عقیدہ ہے۔ نیز مؤلف کا یہ کہنا'' کہ غسان (جوفرقہ غسانیہ کا پیشوا ہے) بھی امام صاحب کو مرجئہ میں شمار کرتا ہے'' یا انکے کتمان حقائق کی صریح دلیل ہے یا پھر ممکن ہے کہ انہوں نے'' الملل والنحل'' پوری عبارت نہیں پڑھی جس سے ان کو غلط فہمی ہوگئی۔ اب ذرا ملاحظہ فرمایئے کہ غسان کس وجہ سے امام صاحب کو مرجئہ میں شمار کرتا ہے۔

چنانچہ علامہ شہرستانی فرماتے ہیں ومن العجب ان غسان یحکی عن ابی حنیفۃ مثل مذھبہ ویعدہ من المرجئۃ ولعلہ کذب ولعمری کان یقال لابی حنیفۃ واصحابہ مرجئۃ السنۃ تعجب کی بات ہے کہ غسان بھی اپنے مذہب کو امام صاحب کا سا مذہب ظاہر کرتا تھا اور امام صاحب کو بھی مرجئہ میں شمار کرتا تھا غالبا یہ جھوٹ ہے مجھے زندگی عطا کرنے والے کی قسم کہ ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کو تو مرجئۃ السنۃ کہا جاتا تھا۔ (الملل والنحل علی ہامش کتاب الفصل ص ۱۸۹، ج ۱)

اب ناظرین غور فرمائیں تو معلوم ہو جاتا ہے کہ غسان کا امام صاحب کو مرجئہ کہنے کا مقصد صرف اپنے مذہب کی ترویج وتشہیر تھا۔ ورنہ درحقیقت غسان اور امام صاحب کے عقیدے میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ نیز کیا غسان کے کہنے سے امام صاحب مرجئہ بن جائیں گے غسان ایسے بدعتی کے کہنے سے امام صاحب کو مرجئہ کہنا اہل بدعت کا شیوہ ہو سکتا ہے، اہل سنت کا نہیں۔ اور جب خود علامہ شہرستانی امام صاحب کو اہل سنت میں شمار کرتے ہیں اور غسان کے اپنے

عقیدے اور امام صاحبؒ کی طرف منسوب کرنے کی بناء پر تعجب کا اظہار کرتے ہیں تو پھر مؤلف کا علامہ شہرستانی کے بحوالہ نے غسان کے قول کو نقل کرنا اور اس کو حجت کے طور پر پیش کرنا اور اس بناء پر امام صاحبؒ پر طعن کرنا صریح بددیانتی نہیں تو اور کیا ہے؟ اعاذنا الله منها ۔

غنیۃ الطالبین کی عبارت کا حل:

پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ مؤلف کا تہتر فرقوں کی تفصیل ذکر کرنے سے غرض صرف یہ ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی عبارت سے ثابت کریں گے کہ انہوں نے امام صاحبؒ کو مرجیۂ ضالہ میں شمار نہیں کیا۔

اس سلسلہ میں پہلی بات تو یہ قابل غور ہے کہ ''غنیۃ'' کا جو نسخہ ہمارے سامنے ہے وہ لاہور کا طبع شدہ ہے اور اس کے ساتھ مولانا عبدالحکیم سیالکوٹیؒ کا فارسی ترجمہ بھی ہے۔جس میں اس عبارت میں بعض کا لفظ موجود ہے۔اسی طرح کے مصری نسخہ میں بھی ''بعض'' کا لفظ موجود ہے جس کی عبارت یہ ہے۔

اما الحنفية فهم بعض اصحاب ابی حنيفة النعمان بن ثابت زعموا الخ

لیکن حنفیہ وہ ''بعض'' اصحاب ابوحنیفہ نعمان بن ثابت ہیں جن کا عقیدہ یہ ہے (الخ)

اور یہی بات مولانا محمود حسن خانصاب ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں واما اصحاب الامام فنسخة كتاب الغنية التی رجعت اليها ونقلت منها هی التی ذكرها فيها اما الحنفيه فبعض اصحاب ابی حنيفة ترجمہ: رہا امام صاحب کے مقلدین کے بارے میں ایسا لکھنا تو ''غنیۃ'' کا وہ نسخہ جس کو دیکھ کر ہم نے یہ عبارت نقل کی ہے اس میں یہ الفاظ ہیں اما الحنفية فبعض اصحاب ابی حنيفة اس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے مراد وہ بعض حنفی ہیں جو امام صاحب کے بعض فروع فقہیہ میں مقلد تھے مگر عقائد میں مرجۂ تھے چونکہ یہ لوگ فروع میں امام صاحب کے مقلد تھے اس لیے وہ بھی حنفی کہلاتے اور غسان بھی انہیں میں داخل ہے کہ وہ اپنے مذہب کو امام صاحب کی طرف منسوب کرتا تھا۔

چنانچہ مولانا عبدالحی فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ اسی اشکال کا جواب ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ان مراد الشيخ من الحنفية فرقة منهم وهم المرجئة وتوضيحهٔ ان الحنفية عبارة عن

فرقة تقلد الامام ابا حنیفة فی المسائل الفرعیه وتسلک مسلکه فی الاعمال الشرعیة سواء وافقتهٔ فی اصول العقائد ام خالفتهٔ فان وافقتهٔ یقال لها الحنفیة الکاملة وان لم توافقهٔ یقال لها (الحنفیة) مع قید یوضح مسلکه فی العقائد الکلامیة فکم من حنفی فی الفروع معتزلی عقیدة کالز محشری جار الله ومؤلف القنیة نجم الدین الزاهدی وکعبد الجبار وابی هاشم والجبائی وغیرهم وکم من حنفی فرعا مرجئی أو ازیدی اصلاً حضرت شیخ کی مراد حنفیہ سے وہ فرقہ ہے جو مرجۂ تھے وضاحت اس کی یہ ہے کہ حنفیہ تو اس جماعت کو کہتے ہیں جو مسائل فرعیہ میں امام ابوحنیفہ کی مقلد ہو اور اعمال شرع میں آپ کے مسلک پر چلے، چاہے اصول عقائد میں آپ کے موافق ہو یا مخالف، اب جو حضرات عقائد اور فروع دونوں میں امام صاحب کے موافق ہوں تو ان کو حنفیہ کاملہ کہا جائیگا اور اگر عقائد میں مخالف ہوں تو ان کو حنفی کہنے کے ساتھ ایسی قید بھی لگائی جائے گی جو ان کے مسلک کی وضاحت کرے چنانچہ ایسے بہت سے حنفی ہیں کہ جو فروع میں تو حنفی ہیں مگر عقیدہ میں معتزلی ہیں جیسے جار اللہ زمخشری نجم الدین زاہدی صاحب القنیہ ۔ عبدالجبار ۔ ابو ہاشم اور جبائی وغیرہ ہیں اور بہت سے حنفی ایسے ہیں جو فروع میں تو حنفی ہیں لیکن عقیدہ کے لحاظ سے مرجۂ ہیں یا زیدیہ ہیں۔

مذکورہ بالا عبارت سے معلوم ہوا کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں حنفیہ سے مراد مطلق حنفیہ نہیں کہ جو عقائد اور فروع دونوں میں امام صاحب کے مقلد تھے لہذا ان بعض کے مرجۂ ہونے سے امام صاحبؒ کا مرجۂ ہونا لازم نہیں آتا۔

صاحب حقیقۃ الفقہ کا ناقص ترجمہ:

ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ مؤلف نے کس طرح عوام کو دھوکہ دیا کہ '' غنیۃ'' کی عبارت کا ترجمہ کرتے وقت لفظ '' بعض'' کا ترجمہ حذف کر دیا اور اس طرح ان کو غلط فہمی کا شکار بنایا اور پھر حضرت شیخؒ حضرت امام ابوحنیفہؒ کو کیسے مرجۂ کہہ سکتے ہیں کہ وہ تو امام صاحبؒ کو '' امام'' کے لقب سے یاد فرماتے ہیں چنانچہ وقت فجر کے بارے میں امام احمدؒ کا مذہب نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں وقال الامام ابو حنیفة اور تارک صلوٰۃ کا حکم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں وقال الامام ابو حنیفة

لا یقتل امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ اسکو قتل نہ کیا جائے۔

اگر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک امام صاحب مرجۂ ضالہ میں سے ہوتے تو پھر ان کو امام کے لقب سے کیوں یاد فرماتے اور امور شرعیہ میں دیگر ائمہ کے اقوال کے ساتھ ان کے قول کو کیوں ذکر کرتے۔

اس جواب کا حاصل یہ ہوا کہ امام صاحب پر تو سرے سے اعتراض وارد ہی نہیں ہوتا جو اس کا جواب دیا جائے۔ افسوس ہے کہ مؤلف نے اپنے مقتدا حضرات کی کتابوں کا مطالعہ بھی نہیں کیا جو ان کو پتہ چلتا کہ ان کی اس بارے میں کیا رائے ہے۔ چنانچہ **دلیل الطالب علیٰ ارجح المطالب** میں نواب صدیق حسن خانصاحب فرماتے ہیں:

سوال: در "غنیۃ الطالبین" مرجۂ را اصحاب ابی حنیفۃ نعمانؒ ذکر کردہ وکذا غیرہ فی غیرہ وجہ آں چیست؟

جواب: شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ در تفہیمات نوشتہ اند کہ ارجاء دو گونہ است یکے ارجاء است کہ قائل را از سنت بیرون میکند۔ دیگر آنست کہ از سنت بیرون نمیکند۔ اول آنست کہ معتقد آن باشد کہ ہر کہ اقرار بلسان وتصدیق بجنان کرد، ہیچ معصیت اورا مضر نیست اصلاً، دیگر آنکہ اعتقاد کند کہ عمل از ایمان نیست ولیکن ثواب وعتاب برآں مرتب است۔ سبب فرق میان ہر دو آنست کہ صحابہؓ وتابعینؒ اجماع کردہ اند بر تخطیہ مرجۂ گفتہ اند کہ بر عمل ثواب وعذاب مرتب میشود پس مخالف ایشان ضال ومبتدع است ودر مسئلہ ثانیہ اجماع سلف ظاہر نشدہ بلکہ دلائل متعارض است بعض آیات وحدیث واثر دلالت میکنند برآنکہ ایمان غیر عمل است وبسیارے از دلیل دال است برآنکہ اطلاق ایمان بر مجموعہ قول وعمل است وایں نزاع راجع میشود بسوئے لفظ بجہت اتفاق ہمہ برآنکہ عاصی از ایمان خارج نمی شود اگر چہ مستحق عذاب ست وصرف دلائل دالہ برآنکہ ایمان عبارت از مجموع ایں چیز ہا است از ظواہرش بادنی عنایت ممکن ست۔ انتہی۔

واز ینجا معلوم شد کہ مراد حضرت شیخ رحمہ اللہ از مرجۂ بودن اصحاب ابی حنیفہ شق ثانی است و لا غبار علیہ اگر چہ ارجح از روئے نظر در دلائل ہماں مذہب اہل حدیث است کہ ایمان عبارت ست

از مجموع اقرار وتصدیق و بہ قال القاضی ثناء اللہ فی (مالا بدمنہ)

سوال: غنیۃ الطالبین'' میں اصحاب ابی حنیفہ کو مرجئہ میں ذکر کیا گیا ہے اسی طرح اور لوگوں نے بھی اپنی تصنیفات میں بیان کیا ہے اس کی وجہ کیا ہے؟

جواب: شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے ''تفہیمات'' میں لکھا ہے کہ ارجاء کی دو قسمیں ہیں (۱) ایک قسم تو وہ ہے کہ اس کا قائل اہلسنت سے خارج ہو جاتا ہے (۲) دوسری قسم وہ ہے کہ اس کا قائل اہلسنت سے خارج نہیں ہوتا۔ پہلی قسم یہ ہے کہ یوں اعتقاد رکھے کہ جس شخص نے ایمان کا زبان سے اقرار کر لیا اور دل سے تصدیق کر دی تو پھر چاہے کوئی گناہ کرے اس کو قطعاً کوئی مضر نہیں (۲) دوسری قسم یہ ہے کہ یوں اعتقاد رکھے کہ عمل ایمان میں داخل نہیں ہے لیکن ثواب اور عقاب اس پر مرتب ہوتا ہے۔ اور دونوں میں فرق یہ ہے کہ صحابہؓ اور تابعینؒ کا مرجئہ کے گمراہ ہونے پر اتفاق ہے۔ اور انہوں نے کہا ہے کہ عمل پر ثواب اور عذاب مرتب ہوتا ہے لہذا اس کے خلاف عقیدہ رکھنے والا گمراہ اور مبتدع ہے لیکن دوسرے مسئلہ میں سلف کا اجماع نہیں ہوا بلکہ دلائل متعارض ہیں۔ بعض آیات، احادیث، آثار، اس پر دال ہیں کہ ایمان کا اطلاق قول وعمل دونوں کے مجموعہ پر ہوتا ہے لیکن یہ نزاع صرف لفظی ہے اس لئے کہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ عاصی (عصیان کی وجہ سے) ایمان سے خارج نہیں ہو جاتا اگرچہ مستحق عذاب ہوتا ہے اور جو دلائل کہ ایمان، مجموعہ (اقرار وتصدیق وعمل) پر دلالت کرتے ہیں ان کو ادنیٰ تأمل سے ان کے ظاہر سے پھیرا جا سکتا ہے (انتہی)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی مراد اصحاب ابی حنیفہ کے مرجئہ ہونے سے دوسری شق ہے اور اس پر کوئی غبار نہیں (کیونکہ یہ اعتقاد سنت کے خلاف نہیں) اگرچہ دلائل کے اعتبار سے اہل حدیث کا مذہب راجح ہے کہ ایمان مجموعہ اقرار وعمل وتصدیق وعمل کا نام ہے اور یہی بات قاضی ثناء اللہؒ نے اپنی کتاب (مالا بدمنہ) میں ذکر کیا ہے۔

غیر مقلدین حضرات کے مقتدیٰ تو غنیۃ الطالبین کی اس عبارت کا حل پیش کر رہے ہیں جس سے ان جیسے بالغ نظر حضرات کو غلط فہمی ہوئی لیکن مؤلف ہی ہے کہ ان کو اپنے حضرات کی کتابیں دیکھنے کی توفیق نہیں ملی۔ (از غنیۃ الطالبین مؤلف شیخ عبدالقادر جیلانی، بحوالہ ماہنامہ بینات)

باب پنجم

امام ابو حنیفہؒ کی تصانیف

یہ باب دراصل حضرت مولانا مفتی حفیظ الرحمٰن دارالعلوم سعیدیہ اوگی مانسہرہ کا پیش کردہ مقالہ بعنوان '' امام ابوحنیفہ کی محدثانہ حیثیت '' برائے دوسری بنوں فقہی کانفرنس 18-17 اکتوبر 1998ء کا ایک حصہ ہے۔ ادارہ کی طرف سے کتابی شکل میں مرتب کرتے وقت اس کے ساتھ جگہ جگہ اضافہ اور عنوانات لگائے گئی تاکہ مسلسل مضمون پڑھنے سے قارئین کو دشواری نہ ہو۔ امید ہے ناظرین اس کو قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے۔ (ادارہ)

امام ابوحنیفہ جیسا کہ دوسرے علمی میدانوں میں اولیات کے حامل ہے اسی طرح تصنیف و تالیف کے میدان میں بھی اولیت کے حامل چنانچہ ابوبکر عتیق بن داؤ دالیمانی اپنی کتاب فضل ابی حنیفة میں لکھتے ہیں۔ اوّل من دون العلوم هذه الشريعة لم يسبق من قبله الى ان قاله فجعله ابوابا مبوبة و كتبا مرتبة فبدأ بالطهارة ثم بالصلوة ثم سائر العبادات و انما ابتدأ بالطهارة ثم بالصلوة لان المكلف بعد صحة الاعتقاد اول مايخاطب يخاطب الصلوة لانها اخص العبادات و اعم وجوبا واخر المعاملات لان الاصل عدمها و براءة الذمة منها وختمه بالوصايا والمواريث لانها آخر حيادة الانسان فما احسن ما بدأ به و ختم وما احذقه وما اهمه وامره واعلمه (ابو حنيفة النعمان) ترجمہ امام ابوحنیفہ وہ پہلی شخصیت ہیں۔ جنہوں نے شریعت اسلامیہ کے علوم کو مدون کیا آپ پر کوئی سبقت نہ لے سکا آپ نے کتابوں اور بابوں میں اسے تقسیم کیا طہارت سے ابتداء کی پھر نماز پھر باقی عبادات آپ نے پہلے طہارت اور پھر نماز سے ابتداء اس لئے کی کہ عقائد کی اصلاح کے بعد مسلمان کو سب سے پہلے جس عمل کا حکم دیا گیا ہے وہ نماز ہے کیوں کہ وہ عبادات میں خصوصی عبادت ہے۔ جبکہ فرضیت میں عام ہے اور معاملات کو اس لئے موخر کیا گیا کہ اصل ان کا عدم اور ان سے برأت ہے اور اسے وصایا اور مواریث پر ختم کیا کیونکہ انسان کے احوال میں آخری حالت ہے۔ اس بہترین انداز میں ابتداء کی اور کیسی اچھی انتہا کی ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کے تصانیف:

بعض لوگوں کا جس طرح خیال ہے کہ امام ابوحنیفہ کی کوئی تصنیف نہیں ہے یہ محض خیال ہی ہے جس کے متعلق کافی بیان ہو چکا ہے۔

علامہ ابوالفرج محمد بن یعقوب اسحٰق المعروف بادراق لکھتے ہیں کہ ولـه من الكتب كتاب الفقه الاكبر، كتاب رسالته الى البتى، كتاب العالم و المتعلم رواه عنه مقاتل كتاب الرد على القدرية والعلم برا وبحرا شرقا وغربا بعدا وقربا تدوينه رضى الله عنه کتاب الفہرست لابن الندیم صفحہ ۲۵۶

اور علامہ کوثری نے بلوغ الامانی کے حاشیہ میں کل گیارہ مصنفات کی تصریح فرمائی ہے جو مندرجہ بالا چار کتابوں کے علاوہ یہ ہیں (۵) کتاب الرائے (۶) کتاب اختلاف الصحابہؓ (۷) کتاب الجامع (۸) کتاب السیر (۹) الکتاب الابسط (۱۰) الفقہ الابسط (۱۱) مکاتیب و وصایا اور (۱۲) کتاب الآثار جو چالیس ہزار حدیثوں کا انتخاب ہے۔

مولانا محمود حسن ٹونکی نے آپ کی تصنیفات کی فہرست میں درج ذیل اضافہ بھی فرمایا کتاب الشرط، کتاب الفرائض، کتاب الرد علی الاوزاعی، کتاب الراعی، کتاب الاصحاب، کتاب الجامع، کتاب السیر، کتاب رسالہ علامہ طاش کبری زادہ تحریر فرماتے ہیں کہ: خود امام ابوحنیفہؒ نے اپنی کتاب ''الفقہ الاکبر'' اور ''کتاب العالم والمتعلم'' میں علم کلام کی اکثر بحثیں کی ہیں اور جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ یہ ان کی تصنیف نہیں ہے بلکہ یہ ابوحنیفہ البخاری کی ہیں تو یہ بات معتزلہ کے مخترعات میں سے ہے ان کا یہ باطل خیال ہے کہ امام ابوحنیفہؒ ان کے مسلک پر تھے۔

نیز علامہ حافظ الدین البرازیؒ نے اپنی کتاب مناقب ابی حنیفہؒ میں لکھا ہے کہ میں نے خود یہ دونوں کتابیں علامہ شمس الدین الکردری البراتقینی العمادیؒ کے ہاتھ سے لکھی ہوئی دیکھی ہیں اور ان کتابوں کے بارے میں انہوں نے صاف لکھا ہے کہ یہ دونوں کتابیں امام ابوحنیفہ کی تصنیف ہیں اور اس امر پر مشائخ کی ایک بہت بڑی جماعت کا اتفاق ہے۔ جن میں امام فخر الاسلام بزدوی ہیں جنہوں نے اپنی کتاب ''اصول'' میں ان دونوں کا ذکر کیا ہے اور ان میں امام الشیخ عبدالعزیز بخاری بھی ہیں جنہوں نے شرح الاصول میں ان دونوں کا ذکر کیا ہے۔ فقط واللہ اعلم

علاوہ ازیں امام محمد اور امام ابی یوسف کی تصانیف بھی درحقیقت امام ابوحنیفہ کی تصانیف ہی شمار ہوتی ہیں۔ کیونکہ ان حضرات نے اسکی صراحت کی ہے۔ کہ ہم جو کچھ کہتے ہیں یا لکھتے ہیں۔ وہ امام ابوحنیفہ سے ہی سنا ہوا اور انہیں کا فرمایا ہوا ہوتا ہے۔ اولیات امام ابوحنیفہ ذکر کرنے کے بعد علامہ یمانی فرماتے ہیں۔ ولیس العجب بمن جاء فتعملها وهي موضوعة وانما

العجب بمن ابتدأها و وضعها فان باهت احد و ادعى ان ابا حنيفة قد سبق الى تدوينها فقل له ارنا كتابا ممن تقدمه من الصحابة و التابعين فيما ذكرنا فانه يبقى مبهوتا . ترجمہ: وہ شخص قابل تعجب نہیں ہے جوان مرتب کردہ علوم کوسیکھ لیتا ہے بلکہ قابل تعجب تو وہ ہے جس نے سب سے پہلے ان کو وضع کیا اور انہیں ترتیب دیا اگر کوئی شخص حیران و پریشان ہوکر یہ دعوی کرنے لگے کہ یہ سب علوم تو امام ابوحنیفہ سے پہلے مدون ہو چکی ہیں۔تو اس سے کہو کہ آپ سے پہلے صحابہ یا تابعین میں سے کسی کی تصنیف کردہ کوئی کتاب ان موضوعات پر دکھادو؟ اسکے جواب میں یقیناً وہ لاجواب رہ جائے گا۔ (ابو حنيفة النعمان صفحہ ۲۸۶)

کتاب الآثار:

امام ابوحنیفہؒ کے ان خصوصی مناقب میں سے کہ جن میں وہ متفرد ہیں ایک یہ بھی ہے کہ وہی پہلے شخص ہیں جنہوں نے علم شریعت کومدون کیااوراس کے ابواب پر ترتیب دی۔

پھر امام مالکؒ بن انس نے موطا کی ترتیب میں انہی کی پیروی کی ۔ اور اس بارے میں امام ابوحنیفہؒ پر کسی کو سبقت حاصل نہیں ۔ امام مالکؒ ، اما صاحب کی کتابوں سے استفادہ کیا کرتے تھے كما هو مصرح

الغرض: کتاب الآثار قرآن مجید کے بعد کتب خانہ اسلام کی دوسری صدی کی کتاب ہے جو ابواب پر مرتب اور مدون ہوئی اور جس میں صرف انہی احادیث اور اثار وفتاوی نے جگہ پائی کہ جن کی روایت ثقات واتقیاء امت میں برابر چلی آتی تھی۔

کتاب الآثار کا موضوع صرف احادیث احکام یعنی سنن ہیں جن سے مسائل فقہ کا استنباط ہوتا ہے۔

اسلئے وہ سینکڑوں مختلف ابواب جوصحیح ہیں اور جامع ترمذی وغیرہ دیگر کتب حدیث میں مذکور ہیں ۔کتاب الاثار میں نہیں ملیں گے کیونکہ ان ابواب کا تعلق فقہیات سے نہیں ہے اس بناء پر محدثین کی اصطلاح میں کتاب الاثار، کتب سنن میں داخل ہے۔ چنانچہ بعض محدثین نے اسی نام سے اس کا ذکر کیا ہے۔

کتاب الآثار کی امتیازی خصوصیات:

کتاب الآثار کا ایک نمایاں امتیاز یہ ہے۔ کہ اسکی مرویات اس عہد کی دیگر تصانیف کی طرح اپنے ہی شہر اور اقلیم کی روایات میں منحصر نہیں بلکہ اسمیں مکہ، مدینہ، کوفہ، بصرہ غرضیکہ حجاز وعراق دونوں جگہ کا علم تحریر وتدوین میں یکجا موجود ہے۔

حافظ ابن القیمؒ لکھتے ہیں والدین والفقه والعلم انتشر فی الامة عن اصحاب ابن مسعودؓ واصحاب زید بن ثابتؓ واصحاب عبدالله بن عمرؓ واصحاب عبدالله بن عباسؓ فعلم الناس عامة عن اصحاب هؤلاء الأربعة فاما اهل المدينة فعلمهم من اصحاب زید بن ثابت وعبدالله بن عمر واما اهل مكة فعلمهم من اصحاب عبدالله بن عباس واما اهل العراق فعلمهم عن اصحاب عبدالله بن مسعود رضی الله عنهم (اعلام الموقعین ا ص ۸) دین، فقہ اور علم کی اشاعت امت میں اصحاب عبداللہ بن مسعودؓ، اصحاب زید بن ثابتؓ، اصحاب عبداللہ بن عمرؓ اور اصحاب عبداللہ بن عباسؓ سے ہوئی ہے اور لوگوں کا عام علم ان چار کے اصحاب سے لیا ہوا ہے۔ چنانچہ مدینہ والوں کا علم زید بن ثابتؓ اور عبداللہ بن عمرؓ کے اصحاب سے اور مکہ والوں کا علم عبداللہ بن عباسؓ کے اصحاب سے اور عراق والوں کا علم عبداللہ بن مسعودؓ کے اصحاب سے لیا ہوا ہے۔

کتاب الآثار کے رواۃ میں کوفی یا عراقی کی تخصیص نہیں، بلکہ حجاز، شام اور جملہ بلاد اسلامیہ کے شیوخ سے اس میں روایتیں موجود ہیں۔

کتاب الآثار بروایت امام محمدؒ میں جن شیوخ سے امام ابوحنیفہؒ نے روایت کی ہے اُن کی تعداد ایک سو پانچ ہے اور ان کے اوطان وبلاد کی تعداد تیس تک ہے جو کوفہ رہنے والے نہ تھے۔

حضرات صحابہؓ میں جن بزرگوں سے مسائل فقہ وفتاوی منقول ہیں ان کی تعداد پچھاوپر ایک سو تیس ۱۳۰ ہے ان میں مرد اور عورتیں دونوں شامل ہیں۔

الفتوی کے بارے میں بعض صحابہؓ مکثر تھے بعض متوسط اور بعض مقل جو سب سے زیادہ کثیر الفتوی تھے وہ یہ حضرات تھے۔ حضرت عمر بن الخطابؓ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت عبداللہ بن

مسعودؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ، حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ ان سات میں بھی اول الذکر چار بزرگ زیادہ ممتاز گذرے ہیں:

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے فرمایا ہے: واکابر ھذا الوجه عمر وعلي وابن مسعود ترجمہ: کہ اکابر یہی چار ہیں حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ حضرت ابن مسعود وابن عباس۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

امت مرحومہ کا سواد اعظم تقریباً دو تہائی اکثریت بارہ سو سال سے فقہ میں جس مذہب کا پیرو ہے وہ مذہب حنفی ہے اس مذہب کے مسائل فقہ کا مبنی اسی ''کتاب الآثار'' کی احادیث و روایات ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے فرمایا: مسند ابی حنیفہ و اثار محمد مبنائے فقہ حنیفہ است۔ فقہ حنفی کی بنیاد مسند ابی حنیفہ اور آثار امام محمد پر ہے (قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین بحوالہ ابن ماجہ اور علم حدیث صفحہ ۱۷۰)۔

کتاب الآثار کے رواۃ کے تعدد سے اس کے نسخے بھی متعدد ہیں اسلئے ان کا تذکرہ ضروری ہے۔ فقط واللہ اعلم

کتاب الآثار کے نسخے:

امام ابوحنیفہؒ سے جن راویوں نے کتاب الآثار کی روایت کی ہے وہ متعدد ہیں جسکی وجہ سے نسخے بھی متعدد ہیں جن میں مشہور نسخے چار ہیں۔ ان کے راویوں کے نام سے ہی یہ نسخے مشہور ہیں۔

(۱) کتاب الآثار۔ بروایت امام زفر بن الھذیلؒ۔ (المتوفی ۱۵۸)

ان کے نسخے کا ذکر حافظ امیر بن ماکولاؒ (المتوفی ۴۵۷) نے اپنی مشہور کتاب '' الاکمال فی رفع الارتیاب عن الموتلف والمختلف من الاسماء والکنیٰ والانساب '' کے باب الحصینی والحصینی میں کہا ہے۔ چنانچہ محدث احمد بن بکر حصینی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں: احمد بن بکر بن سیف ابو بکر الجصینی ثقة یمیل میل اھل النظر روی عن

ابی وھب عن زفر بن الھذیل عن ابی حنیفة کتاب الآثار ترجمہ احمد بن بکر بن سیف ابوبکر جصینیؒ ثقہ ہیں۔ اہل نظر (یعنی فقہاء حنفیہ) کی طرف میلان کو بواسطہ زفر بن الھذیلؒ ان کے شاگرد ابووہب سے روایت کرتے ہیں۔

امام زفرؒ کے اس نسخہ کا ذکر حافظ ابوسعد سمعانی شافعیؒ نے ''کتاب الآثار'' میں اور حافظ عبدالقادر قرشی حنفی نے "الجواھر المضیة فی طبقات الحنفیة میں بھی کیا ہے۔

جبکہ امام زفرؒ سے کتاب الآثار کی روایت تین تلامذہ نے کیا ہے ایک تو یہی ابو وھب محمد بن مزاحم مروزیؒ ، دوسرے شداد بن حکیم بلخیؒ جن کے نسخے سے '' جامع المسانید للخوارزمیؒ میں مسند حافظ ابن خسروبلخیؒ وغیرہ کے حوالہ سے بکثرت روایتیں منقول ہیں۔ اور تیسرے راوی حکم بن ایوبؒ ہیں۔ پہلے دو نسخوں کا ذکر محدث حاکم نیشاپوریؒ نے بھی اپنی مشہور کتاب معرفۃ علوم الحدیث میں ان الفاظ سے کیا ہے کہ نسخة لزفر بن الھذیل الجعفی تفرد بھا عنه شداد بن حکیم البلخی ونسخة ایضاً لزفر بن الھذیل الجعفی تفرد بھا ابو وھب محمد بن مزاحم المروزی عنه ترجمہ زفر بن ہذیل جعفی کا ایک نسخہ ہے جس کو ان سے صرف شداد بن حکیم بلخیؒ نے روایت کیا ہے اور زفرؒ ہی کا ایک نسخہ اور ہے جس کو ان سے صرف ابووھب محمد بن مزاحم مروزیؒ روایت کرتے ہیں۔ (معرفة علوم الحدیث ص ۱۶۴)

امام زفرؒ کے تیسرے نسخے کا ذکر حافظ ابوالشیخ بن حبانؒ نے اپنی کتاب " طبقات المحدثین باصفھان والواردین علیھا" میں احمد رستہ کے ترجمہ میں کیا ہے۔ چنانچہ ان کی عبارت یہ ہے احمد بن رسته بن بنت محمد المغیرہ کان عندہ السنن عن محمد عن الحکم بن ایوب احمد بن رستہ جو محمد المغیرہ کے نواسے ہیں ان کے پاس '' سنن '' تھی جسے وہ اپنے نانا عن زفر عن ابی حنیفة محمدؒ سے وہ حکم بن ایوبؒ سے وہ زفرؒ سے اور وہ اسے امام ابوحنیفہؒ سے روایت کرتے ہیں۔

حافظ ابوالشیخؒ نے یہاں کتاب الآثار کو '' السنن '' کے نام سے ذکر کیا ہے اور چونکہ وہ اس

کتاب میں ہر راوی کے ترجمہ میں اسکی روایت سے ایک دو حدیثیں بھی ذکر کرتے ہیں اسلئے اپنے معمول کے مطابق اس نسخہ سے بھی دو حدیثیں درج کی ہیں۔

اسی طرح حافظ ابونعیم اصفہانیؒ نے '' تاریخ اصفہان '' میں اس نسخہ کی روایتیں نقل کی ہیں۔

امام طبرانیؒ کی " المعجم الصغیر '' میں بھی اس نسخہ کی ایک روایت موجود ہے۔

(۲) کتاب الآثار بروایت امام ابی یوسفؒ (المتوفی صفحہ۱۸۳)

اس نسخہ کا ذکر حافظ عبدالقادر قرشی حنفیؒ نے " الجواهر المضیئة فی طبقات الحنفیة '' میں کیا ہے۔ چنانچہ امام یوسف بن ابی یوسفؒ کے ترجمہ میں رقمطراز ہیں: روی کتاب الاثار عن ابیه عن ابی حنیفة وهو مجلد ضخم امام یوسفؒ اپنے والد (امام ابو یوسفؒ) کی سند سے امام ابو حنیفہؒ سے '' کتاب الاثار '' کی روایت کرتے ہیں جو ایک ضخیم جلد ہے۔ (الجواہر المضیئہ ص۲۵۲)

اللہ تعالیٰ جزاء خیر دے مولانا ابوالوفاء افغانی صدر مجلس احیاء المعارف النعمانیة حیدر آباد دکن کو کہ انہوں نے بڑی تلاش اور کوشش سے اس نسخہ کو فراہم کر کے تصحیح وتحشیہ کے اہتمام کے ساتھ نہایت عمدہ کاغذ پر ۱۳۵۵ھ میں مصر سے طبع کرا کر شائع کیا

امام ابو یوسفؒ سے کتاب الآثار کو دو شخص روایت کرتے ہیں۔

(۱) ایک یہی ان کے صاحبزادے امام یوسفؒ مذکور۔ اور

(۲) دوسرے عمرو بن ابی عمرو محدث خوارزمیؒ نے عمرو کی روایت کو '' جامع المسانید '' میں نسخہ ابی یوسفؒ سے موسوم کیا ہے۔ اور اس کتاب کے باب ثانی میں اس نسخہ کی اسناد بھی امام ابو یوسفؒ تک نقل کر دی ہے۔

(۳) کتاب الآثار بروایت امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ (المتوفی ۱۸۹ھ)

کتاب الآثار کا یہ نسخہ جو ہمارے نصاب درس میں شامل ہے تمام نسخوں میں متداول ترین مشہور ترین اور مقبول ترین ہے۔ اور اسی کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے '' تعجیل المنفعة بزوائد الائمة الاربعة " کے مقدمہ میں یہ لکھا ہے کہ الموجود من حدیث ابی

حنیفة انما ھو کتاب الاثار التی رواھا محمد بن الحسن عنه حدیث میں امام ابوحنیفہؒ کی جو مستقل کتاب موجود ہے وہ "کتاب الاثار" جسے امام محمد بن الحسنؒ نے ان سے روایت کی ہے۔

(۴) کتاب الآثار بروایت امام حسن بن زیاد لؤلؤیؒ المتوفی ۲۰۴ھ)

اس نسخہ کا ذکر حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے لسان المیزان میں کیا ہے، چنانچہ محدث محمد بن ابراہیم بن حسن بغویؒ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ: محمد بن ابراھیم بن حبیش البغوی روی عن محمد بن شجاع الثلجی عن الحسن بن زیاد عن ابی حنیفة کتاب الآثار ترجمہ محمد بن ابراہیم بن حبیش بغویؒ، محمد بن شجاع ثلجیؒ سے وہ امام حسن بن زیادؒ سے اور وہ امام ابوحنیفہؒ سے "کتاب الآثار" کو روایت کرتے ہیں۔ حافظ ابن القیمؒ کی "اعلام الموقعین" کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ نسخہ ان کے بھی پیش نظر تھا چنانچہ انہوں نے اس نسخہ سے حسب ذیل حدیث نقل کی ہے۔ قال الحسن بن زیاد اللؤلؤی ثنا ابو حنیفة قال کنا عند محارب بن دثار وکان متکئاً فاستوی جالساً ثم قال سمعت ابن عمر یقول علی الناس یوم تشیب فیه الولدان وتضع الحوامل مافی بطونها (اعلام الموقعین ج ۱ ص ۴۳) حضرت حسن بن زیاد لؤلؤیؒ نے کہا ہمیں امام ابوحنیفہؒ نے حدیث بیان کی فرمایا: ہم حضرت محارب بن دثار کے پاس تھے وہ تکیہ لگائے ہوئے تھے تو سیدھے بیٹھ گئے پھر فرمایا میں نے حضرت ابن عمرؓ سے سنا ہے کہ ضرور لوگوں پر ایک دن آئے گا جس میں بچے بوڑھے ہو جائیں گے اور حاملہ عورتیں اپنے حمل کو گرا دیں گی۔

ان حضرات کے علاوہ خود امام ابوحنیفہؒ کے صاحبزادے امام حماد بن ابی حنیفہؒ المتوفی ۱۷۰ھ اور مشہور محدث محمد بن خالد الوھبی المتوفی قبل ۱۹۰ھ کی روایت سے بھی "کتاب الآثار" کے نسخے مروی ہیں۔ چنانچہ جامع المسانید میں محدث خوارزمیؒ نے ان دونوں نسخوں سے حدیث کی روایت کی ہے۔ اور کتاب مذکور کے باب ثانی میں اپنی اسناد بھی ان دونوں حضرات تک نقل کر دی ہے۔ خوارزمیؒ نے ان دونوں نسخوں کا ذکر بھی "مسند ابی حنیفہؒ" کے نام سے کیا ہے۔

ابوحنیفہؒ سے دیگر راویان حدیث:

مذکورہ بالا چھ حضرات کے علاوہ جن کے ذریعہ سے ''کتاب الآثار'' کا سلسلہ امت میں باقی رہا۔ کتب تاریخ میں اور جن محدثین کے متعلق یہ پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے اس کتاب کا سماع کیا ہے وہ یہ ہیں:

(۱) امام عبداللہ بن مبارکؒ:

موصوف نے خود لکھا ہے کہ کتبت کتب ابی حنیفة غیر مرّة کان یقع فیها زیادات فاکتبها (مناقب صدر الائمہ ج ۲ ص ۶۷) میں نے امام ابوحنیفہ کی تصانیف کو کئی بار نقل کیا کیونکہ ان میں اضافے ہوتے رہتے تھے اور مجھے انہیں لکھنا پڑھتا اور محدث خطیب بغدادیؒ نے تاریخ بغداد میں امام حمیدیؒ شیخ بخاریؒ کی زبانی نقل کیا ہے کہ سمعت عبداللّٰه بن المبارک یقول کتبت عن ابی حنیفة اربعما ته حدیث میں نے عبداللہ بن مبارکؒ کو یہ کہتے سنا کہ امام ابوحنیفہؒ سے میں نے چار سو حدیثیں لکھی ہیں۔

(۲) امام حفص بن غیاثؒ:

ان سے حافظ حارثیؒ نے بسند نقل کیا ہے کہ: سمعت من ابی حنیفة کتبهٗ و اثاره میں نے امام ابوحنیفہؒ سے ان کی کتابوں کو اور ان کے آثار کو سنا ہے

(۳) شیخ الاسلام عبداللہ بن یزید المقریؒ:

ان کے بارے میں علامہ کردریؒ لکھتے ہیں سمع من الامام تسعمائة حدیث (مناقب الامام الاعظم از امام کردری ج ۲ ص ۲۳۱) کہ انہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے نو سو حدیثیں سنی ہیں۔

(۴) امام وکیع بن الجراحؒ:

ان کے متعلق حافظ ابن عبدالبر'' جامع بیان العلم'' میں سید الحفاظ حضرت یحیی بن معینؒ سے ناقل ہیں کہ: مارأیت احدا اقدمه علی وکیع وکان یفتی برأی ابی حنیفة وکان

یحفظ حدیثه کله میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا کہ جسے وکیعؒ پر مقدم کروں، اور وہ ابوحنیفہؒ کے قول پر فتوی دیتے تھے وکان قد سمع من ابی حنیفة حدیثا کثیرا انہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے بہت حدیثیں سنی تھیں۔

(۵) امام حماد بن زیدؒ:

حافظ ابن عبدالبرؒ الانتقاء فی فضائل الائمة الثلاثة الفقهاء میں رقمطراز ہیں وروی حماد بن زید عن ابی حنیفة احادیث کثیرة حماد بن زیدؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے بہت سی حدیثیں روایت کی ہیں

(۶) امام اسد بن عمروؒ:

محدث صیمریؒ نے ابو نعیم فضل بن دکینؒ سے بسند ان کے متعلق تصریح نقل کی ہے کہ اول من کتب الی ابی حنیفة اسد بن عمرو (الجواهر المضیئة ترجمہ اسد بن عمرو) اسد بن عمروؒ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے امام ابوحنیفہؒ کی کتابوں کو لکھا ہے۔

(۷) امام خالد الواسطیؒ:

ان کے بارے میں علامہ ابن عبدالبرؒ نے "الانتقاء" میں لکھا ہے کہ روی عنه خالد الواسطی احادیث کثیرة (الانتقاء صفحہ ۱۳۶) خالد الواسطیؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے بہت سی حدیثیں روایت کی ہیں۔

یہ وہ تیرہ ارکان کا نقل ہیں کہ جن میں سے ہر ایک علم فقہ وحدیث آفتاب و ماہتاب ہے۔ یاد رہے کہ بجز موطا امام مالکؒ کے اور کسی کتاب کے راوی اس قدر جلالت علمی کے حامل نہیں ہیں۔ یہ بھی خیال رہے کہ یہ صرف ان لوگوں کا ذکر ہے جنہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے صرف کتاب الآثار کو سنا ہے ورنہ امام ممدوح سے روایت حدیث کا سلسلہ تو اتنا وسیع ہے کہ بقول ذہبیؒ روی عنه من المحدثین والفقهاء عدة لایحصون (مناقب ابی حنیفہ از ذہبی صفحہ ۱۱) ان سے محدثین اور فقہاء کی اتنی بڑی تعداد نے حدیثیں روایت کی ہیں جن کا شمار نہیں ہوسکتا۔

کتاب الآثار کے شروح ،تعلیقات اور تراجم:

کتاب الاثار للامام محمد بن الحسن الشیبانی کے شروح اور تعلیقات کے سلسلہ میں جو کام مناسب تھا وہ تو ہو چکا ہے۔جس طرح دیگر کتب حدیث کی علمی خدمات کافی حد تک کی گئی ہیں اور ہو رہی ہیں۔اس لحاظ سے کتاب الاثار کی ایسی خدمت بھی ہو چکی ہے۔ ہمارے سامنے جو شرحیں یا تعلیق وتراجم ہیں اور خصوصاً پاکستان میں بہت ہی کم ہیں جسکی وجہ شاید یہی ہے کہ یہ کتاب ابھی وفاق المدارس العربیہ پاکستان نے شامل نصاب کی ہے۔امید ہے کہ اب خصوصاً پاکستان میں اس اہم کتاب کی طرف علماء محدثین و مصنفین توجہ فرمائیں گے۔ اس وقت کتاب الآثار پر جو کچھ ہمارے سامنے ہے وہ یہ ہے:۔

حافظ ابن حجر عسقلانی (المتوفی ۸۵۲ھ) نے اس کتاب میں جن راویوں سے حدیثیں مروی ہیں ان کے حالات میں دو اہم کتابیں لکھی ہیں۔

(۱) پہلی تصنیف جو مستقل طور پر رجال کتاب الآثار سے متعلق ہے اس کا نام'' الایثار بمعرفۃ رواۃ الآثار'' ہے یہ کتاب کراچی پاکستان کے دو اداروں ،ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ'' اور''الرحیم اکیڈمی'' نے طبع کی ہے جو کتاب الآثار کے نسخہ کیساتھ ہے۔

(۲) دوسری کتاب علامہ ابن حجرؒ کی'' تعجیل المنفعة '' ہے جسمیں ان رواۃ حدیث کا تذکرہ ہے جن سے ائمہ اربعہ امام اعظمؒ ،امام مالکؒ ،امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی اپنی تصانیف میں حدیثیں نقل کی ہیں مگر صحاح ستہ میں انکے سلسلہ سے کوئی حدیث مروی نہیں چنانچہ اس ذیل میں انہوں نے''تعجیل المنفعة میں'' کتاب الآثار'' امام محمدؒ کے زوائد رجال کو بھی جمع کیا ہے۔

(۳) اسی طرح بقول علامہ محدث سخاویؒ ۔حافظ زین الدین قاسم بن قطلوبغا (المتوفی ۸۷۹ھ) نے بھی رجال کتاب الآثار امام محمدؒ پر ایک مستقل کتاب تصنیف کی ہے۔

(۴) علاوہ ازیں بقول علامہ تقی الدین احمد بن علی مقریزیؒ ۔حافظ زین الدین کی کتاب التعليق على المختار كتاب الآثار کا ذکر کیا ہے اول الذکر کے علاوہ راقم الحروف نے'' رجال کتاب الآثار'' کے سلسلہ میں انہیں مذکورہ اور دیگر کتب اسماء الرجال سے اخذ کر کے قدرے

تفصیل سے احوال بیان کئے ہیں۔

(۵) ملا کاتب چلپیؒ نے کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون'' میں'' کتاب الاثار'' امام محمد پر امام طحاوی کی شرح کا بھی ذکر کیا ہے۔

(۶) حضرت شمس الائمہ سرخسیؒ نے بھی اپنی معروف کتاب مبسوط میں کتاب الآثار کے متعلق خود امام محمد کی شرح کا حوالہ دیا ہے۔

(۷) اسی طرح علامہ مرادی نے بھی سلک الدرر فی ایسان القرن الثانی عشر میں شیخ ابوالفضل نورالدین علی بن مراد موصلی عمری شافعیؒ (المتوفی ۱۱۴۷ھ) کے ترجمہ میں ان کی شرح'' کتاب الآثار'' امام محمد کا ذکر کیا ہے۔

(۸) علامہ محدث مولانا عبدالرشید نعمانی مدظلہ نے اس نسخہ کے رجال پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے اور اس نسخہ کی احادیث کو مسانید صحابہؓ پر مرتب کیا ہے اور یہ الایثار بمعرفه رواة الآثار پر حواشی کی صورت میں طبع ہو چکی ہے۔

(۹) نیز موجودہ نسخوں (جو الرحیم اکیڈمی کراچی سے طبع ہوئی ہیں) کے ساتھ محدث العصر علامہ محمد عبدالرشید نعمانی کا ایک مقدمہ ہے جو نہایت محققانہ اور مدلل ہے اور نت نئے معلومات کا خزینہ ہے راقم الحروف (مولانا حفیظ الرحمٰن) نے اس سے کتاب (الازھار) کے مقدمہ میں کافی مدد لی ہے۔

(۱۰) مولانا قیام الدین عبدالباری فرنگی محلی (المتوفی ۱۳۴۴ھ کی ایک نادر تالیف'' التعلیق المختار علی کتاب الآثار'' ہے جسے الرحیم اکیڈمی کراچی نے شائع کی ہے۔ جسکی چند اہم خصوصیات درجہ ذیل ہیں

حنفی مذہب کی تاریخ، مرکز اشاعت مذہب حنفی، کتب حدیث کی اہمیت اور ان کے مراتب و درجات و آثار کتاب الآثار میں امام محمدؒ کا انداز بیان و استدلال' بحث ارسال حدیث اور بحث تدلیس وغیرہ۔

(۱۱) الاختیار فی ترتیب الآثار یہ کتاب الآثار کا اشاریہ ہے جو اس نسخہ کے آخر میں

مطبوعہ ہے یہ مولانا محمد الثانی محمد عبدالحلیم نے مرتب کیا ہے۔

(۱۲) مولانا مفتی مہدی حسن شاجہانپوریؒ نے بھی اس پر تین ضخیم جلدوں میں بنام ''قلائد الازھار علی کتاب الآثار'' ایک مبسوط اور محققانہ شرح لکھی ہے جسکے بارے میں مولانا ابوالوفاء افغانیؒ نے شرحاً حسنا لم یر مثلہ (ایسی عمدہ شرح جسکی نظیر دیکھنے میں نہیں آئی) کے الفاظ استعمال کئے ہیں راقم کو شرح تادم تحریر دستیاب نہیں ہوئی۔البتہ یہ نسخہ جلد اوّل کے اختتام پر ہاتھ آیا جس سے استفادہ کیا گیا۔

(۱۳) ترجمہ وفوائد: مولانا ابوالفتح محمد صغیر الدین کی ہیں جو سعید اینڈ سنز کراچی نے شائع کی ہے۔

(۱۴) ''المختار شرح کتاب الآثار'' جو فاضل اجل حضرت مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار شہیدؒ (رئیس جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی پاکستان کی ہے جو ترجمہ اور شرح ایک ضخیم جلد میں ہے شرح مختصر مگر جامع ہے دارالتصنیف جامعہ علوم اسلامیہ کراچی نے طبع کی ہے۔ راقم الحروف نے الازھار علی کتاب الآثار میں ترجمہ حدیث اس شرح سے لیا ہے۔

(۱۵) علامہ ابوالوفاء افغانی کی شرح و تعلیق کتاب الاثار دو جلدوں میں جامعۃ العلوم الاسلامیہ علوم بنوریؒ ٹاؤن کے اصل نسخے سے فوٹو کاپی دستیاب ہوئی شرح نہایت محقق و مدلل ہے۔ جسکی اشاعت مجلس علمی ڈابھیل ہند میں ہوئی۔ یہ شرح باب زیارۃ القبور تک ہے۔

(۱۶) کتاب الآثار جیسی کتاب کی خدمت کے سلسلہ میں راقم الحروف کی ایک کتاب الازھار علی کتاب الآثار بھی ہے جس کی پہلی جلد مع مقدمہ پانچ سو باون (۵۵۲) صفحات پر مشتمل حدیث نمبر ۱۰۳ ''باب الصلوۃ فی الطاق'' تک شائع ہو چکی ہے۔ جبکہ دوسری جلد عنقریب کمپوزنگ سے فراغت کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ طبع ہو کر منظر عام پر آ جائیگی۔ اللہ تعالیٰ سے یہ امید واثق ہے کہ الازھار علی کتاب الآثار چار جلدوں میں مکمل شرح ہو جائیگی۔ اللّٰھم وفق

اس کے علاوہ بھی کتاب الآثار کے شروح اور حواشی ہوں گے تاہم راقم کو تادم تحریر ان کا علم نہ ہو سکا۔

مسانید امام اعظمؒ:

اگرچہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کی تصنیفات کافی تعداد میں ہیں مگر یہاں ہمیں یہ بتانا ہے کہ امام

صاحب کے فن حدیث کے کوئی مجموعہ موجود ہے یا نہیں۔ کتاب الآثار کا تذکرہ تفصیلا ہو چکا ہے۔ تاہم امام علامہ کوثریؒ نے ان مسانید کی تعداد اکیس بتائی ہے۔ جو امام صاحب سے بسند متصل مروی ہیں اوران مسانید کوان کے تلامذہ نے جمع کیا ہے۔

محدث خوارزمیؒ (المتوفی ٦٦٥) جوکہ ان مسانید کے جامع ہیں۔ابتداء کتاب میں لکھتے ہیں کہ میں نے شام کے بعض جاہلوں سے سنا کہ وہ امام اعظمؒ کی تنقیص کرتے ہیں اور ان پر قلت روایت حدیث کا الزام لگاتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ مسند شافعیؒ مسند احمد بن حنبلؒ اور موطا امام مالکؒ تو مشہور ہیں مگر امام ابوحنیفہؒ کی کوئی مسند نہیں ہے۔ (جامع المسانید للخوارزمیؒ ج ا ص ۴) بظاہر اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے صرف چند احادیث کی روایت پر اکتفاء کیا ہے۔ اسلئے میری دینی حمیت نے آمادہ کیا کہ امام صاحبؒ کی اُن پندرہ مسانید کو یکجا جمع کردوں جنہیں بڑے بڑے علماء حدیث نے جمع کیا ہے۔

ان جامعین کے مختصر حالات بھی محدث خوارزمیؒ نے بیان کئے ہیں۔ ان کی فہرست حسب ذیل ہے۔

(۱) امام صاحب کے صاحبزادے حضرت حمادکی مسند

(۲) امام ابو یوسف کی کتاب الآثار

(۳) مسند حسن بن زیادلولوئی

(۴) امام محمد کی کتاب الآثار

ان حضرات نے براہ راست امام صاحبؒ سے روایت کی ہے۔

(۵) مسند حافظ ابومحمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب حارثی بخاریؒ جو عبداللہ الاستاذ کے لقب سے مشہور اور ابوحفص کبیرؒ کے شاگرد ہے۔

(۶) مسند حافظ ابونعیم الاصبھانیؒ صاحب کتاب الحلیۃ

(۷) مسند ابی القاسم طلحہ بن محمد بن جعفرؒ

(۸) مسند حافظ ابواحمد عبداللہ بن عدی بن جرجانیؒ

(۹) مسند عمرو بن حسن الشنانیؒ

(۱۰) مسند ابی الحسن محمد بن جعفرؒ

ان چھ حضرات کا شمار حفاظ حدیث میں ہے۔

(۱۱) مسند ابوبکر احمد بن محمد کلاعیؒ

(۱۲) مسند حافظ ابوبکر محمد بن عبدالباقی الانصاریؒ

(۱۳) مسند حافظ بعدیؒ

(۱۴) مسند حسین بن محمد خسرویؒ

(۱۵) مسند موسیٰ بن زکریا حصکفیؒ (المتوفی ۶۵۰ھ) کی شرح ملا علی قاریؒ نے لکھی ہے۔ دیکھئے (محدثین عظام اور ان کے علمی کارنامے صفحہ ۸۵)

مسند موسیٰ بن زکریا حصکفیؒ کا یہ نسخہ ہمارے بعض مدارس میں شامل نصاب بھی ہے۔ اسکی ترتیب میں خاتمة الحفاظ محدث القرن المنصرم محمد عابد السندی الانصاریؒ (المتوفی ۱۲۵۷ھ) نے بڑے اہتمام اور احتیاط سے کام کیا ہے۔ اور آج زیادہ تر یہی نسخہ متداول اور مشہور ہے۔ اور اسی نسخہ کی نہایت اہم اور مفصل شرح بنام "تنسیق النظام فی مسند الامام" علامة المتاخرین الشیخ المحدث الفقیہ محمد حسن السنبلیؒ (المتوفی ۱۳۰۵ھ) کی ہے جو ایک حاشیہ کی صورت میں ہے مگر جامع شرح ہے۔ علاوہ ازیں اس نسخہ کی ابتداء میں ایک مقدمہ شامل ہے جو ۱۲۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ مقدمہ اور شرح دونوں عربی میں ہیں۔ اس نسخہ میں ۲۳ روایات ہیں۔

اس کا اردو ترجمہ نظر ثانی و اصلاح حضرت مولانا خورشید عالم صاحب استاذ دارالعلوم دیوبند نے کیا ہے۔ جبکہ اس مترجم اردو کا مقدمہ نہایت شرح وبسط سے خصوصاً "مسانید امام اعظم" کے رواۃ کے تراجم کی تفصیل اور دیگر اہم مباحث محدث عصر علامہ محمد عبدالرشید صاحب نعمانی مدظلہ نے تحریر فرمایا۔ اور اس مقدمہ کے ساتھ ہی "حالات امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ" کے نام سے مولانا قاری احمد صاحب (پانی پتی) نے کافی مواد کے ساتھ امام موصوفؒ کے سوانح حیات کو جمع کردیا ہے۔

الفقہ الاکبر ، کتاب الرسالۃ الیٰ البتی ، کتاب العالم والمتعلم:

الفقہ الاکبر ، کتاب الرسالۃ الی البتی ، کتاب العالم والمتعلم اور کتاب الرد علیٰ القدریۃ امام ابوحنیفہ کی تصانیف ہیں (الفہرست لابن ندیم ۲۹۹)

اور امام طاش کبری زادہ لکھتے ہیں کہ خود امام ابوحنیفہ نے اپنی کتاب الفقہ الاکبر اور کتاب العالم والمتعلم میں علم کلام کی کثیر بحثیں لکھی ہیں۔ علامہ حافظ الدین الخوارزمیؒ نے اپنی کتاب (مناقب ابی حنیفہ میں لکھا ہے کہ میں نے خود یہ دونوں کتابیں علامہ شمس الدین الکردری البراتقیبی العمادیؒ کے ہاتھ سے لکھی ہوئے دیکھی ہیں اور ان دونوں کے بارے میں انہوں نے صاف لکھا ہے کہ یہ دونوں کتابیں حضرت امام ابوحنیفہ کی کتابیں ہیں اور اس پر مشائخ کی ایک بہت بڑی جماعت کا اتفاق ہے جن میں سے فخر الاسلام بزدویؒ بھی ہیں جنہوں نے اپنی کتاب اصول میں ان دونوں کا ذکر کیا ہے۔ اور ان میں سے امام الشیخ عبدالعزیز بخاری بھی ہیں جنہوں نے شرح الاصول میں ان دونوں کا ذکر کیا ہے۔ مقام ابی حنیفہ بحوالہ مفتاح السعادۃ ومصباح السیادۃ ج ۲ ص ۴۹ طبع دائرہ المعارف حیدرآباد دکن ۲۔ امام صاحب کی املائی تصانیف بھی ہیں جن کو ان کے لائق اور قابل قدر تلامذہ مثلاً امام ابویوسف وغیرہ امام صاحبؒ کی تعلیم اور تدریس کے وقت قید تحریر میں لے آتے تھے۔ جیسا کہ اہل علم بخوبی جانتے ہیں کہ احکام الاحکام ، لشیخ الاسلام ابو الفتح محمد بن علی الشہیر بابن دقیق العید الشافعیؒ المتوفی ۷۰۲) کی تالیف وتصنیف نہیں بلکہ وہ املاء کرواتے تھے۔ اور باوجود کہ ابن دقیق العیدؒ کی اپنی تصنیف نہ ہونے کے وہ انہی کی تصنیف سمجھی جاتی ہے۔ اسی طرح امام ابوحنیفہ کی تصانیف میں اکثر وہ املائی تصانیف مراد ہیں جن کو ان کے سامنے اور ان کے حکم سے ان کے تلامذہ قید تحریر میں لے آتے تھے۔ جیسا کہ جب ایک مسئلہ پر اچھی طرح غور وخوض ہو جاتا تو آپ فرماتے۔ اتو ھا کہ اب مسئلہ لکھ لو اور بجائے سینہ کے سفینہ میں محفوظ کرلو۔ اور امام صاحب کی املائی کتابوں میں ۷۰ ستر ہزار سے زیادہ احادیث کی موتیوں کی طرح بکھری پڑی ہیں۔

(مقام ابوحنیفہ صفحہ ۱۱۷)

(کتابیات)

۱	درمختار علی ہامش ردالمحتار لابن عابدین
۲	مقدمہ ابن خلدون
۳	الاعلام للزرکلی
۴	سیرۃ النعمان
۵	ابوحنیفہ حیاتہ وعصرہ وآراہ الشیخ ابوزھر
۶	امام ابوحنیفہ اوران کے ناقدین
۷	مقالات کوثری
۸	حیات شیخ الحدیث مولانا عبدالحق دھلوی
۹	مرقاۃ المفاتیح
۱۰	شرح الاشباہ والنظائر
۱۱	المیزان للشعرانی
۱۲	امام اعظم اور علم حدیث
۱۳	حیات امام اعظم ابوحنیفہ
۱۴	فیوض الحرمین
۱۵	وسعۃ الفقہ الحنفی
۱۶	تنویر الحاسۃ فی مناقب الائمۃ الثلاثۃ
۱۷	تنویر الحاسۃ فی مناقب الائمۃ الثلاثۃ
۱۸	تنویر الحاسۃ فی مناقب الائمۃ الثلاثۃ
۱۹	التعلیقات
۲۰	تذکرۃ الحفاظ
۲۱	تاریخ العرب
۲۲	الفہرست لابن الندیم
۲۳	ابن ماجہ اور علم حدیث
۲۴	معرفۃ علوم الحدیث
۲۵	اعلام الموقعین
۲۶	مناقب صدر الائمہ
۲۷	مناقب الامام الاعظم
۲۸	الجواہر المضیۂ
۲۹	الانتقاء لابن عبدالبر
۳۰	مناقب ابی حنیفہ للذھبی
۳۱	جامع المسانید للخوارزمی
۳۲	محدثین عظام اوران کے علمی کارنامے
۳۳	مقام ابی حنیفہ للشیخ صفدر
۳۴	مکانۃ الامام ابی حنیفۃ بین المحدثین
۳۵	مقام حنفیت
۳۶	عقود الجمان
۳۷	مقدمہ اعلاء السنن
۳۸	دول الاسلام
۳۹	تہذیب التہذیب
۴۰	جامع بیان العلم